باسمہٖ تعالیٰ

اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

ٹوپی

کی

شرعی حیثیت

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ٹوپی کی شرعی حیثیت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، تابعین، محدثین وفقہائے کرام سے ٹوپی پہننے کا ثبوت
عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے سنت ہونے اور مشرکین کا طریقہ نہ ہونے کی بحث
ٹوپی کے اوپر علماء وصلحاء کے رومال اوڑھنے کی حیثیت
ننگے سر رہنے اور گھومنے پھرنے اور ننگے سر نماز پڑھنے کے مروجہ طریقہ پر مدلل ومفصل کلام
اور اس سلسلہ میں پیش کردہ شبہات کا ازالہ
اور چند اہم متعلقہ مسائل

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی

نام کتاب: ٹوپی کی شرعی حیثیت

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: رجب ۱۴۳۰ھ مطابق جون 2009ء۔ طباعتِ دوم: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ مطابق اپریل 2013ء

صفحات: ۱۹۸

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270
ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ فون: 042-37353255
کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔ فون: 051-5771798
دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631861
مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37228196
مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔ فون: 0992-340112
ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون: 061-4514929
ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35032020
مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔ فون 048-3226559
مکتبہ شہید اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد۔ فون: 0321-5180613
ملت پبلیکیشنز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ فون: 051-2254111
ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ فون: 061-4540513
مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔ فون: 041-8715856
کتب خانہ شمسیہ، نزد ایری گیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔ فون: 0333-7827929
مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35123130
تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔ فون: 051-5774634
مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 021-34856701
مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4212716
مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔ فون: 041-2601919
اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔ فون: 048-3712628
اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: 051-4830451
مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37232536
الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5553248
قرآن محل، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 0321 0312-5123698

فہرست

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	رائے گرامی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم (نائب صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی)	۸
۲	حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم (نائب مفتی، دارالافتاء، جامعہ دارالعلوم کراچی)	۹
۳	حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم (مہتمم: جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)	۱۰
۴	شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم (مہتمم: جامعہ فاروقیہ، کراچی، وصدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان)	۱۱
۵	تمہید از مؤلف	۱۲
۶	سوالات	۱۴
۷	جوابات	۱۵
۸	(باب نمبر ۱) ٹوپی پہننے سے متعلق احادیث وروایات	۱۷
۹	(فصل نمبر ۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹوپی پہننا	۱۸

۱۰	حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ٹوپی پہننا	۴۷
۱۱	(فصل نمبر۲) صحابۂ کرام کا ٹوپی پہننا	۵۱
۱۲	(فصل نمبر۳) تابعین، محدثین اور فقہاء کا ٹوپی پہننا	۸۰
۱۳	(فصل نمبر۴) ٹوپی انبیاء، صلحاء ومسلمانوں کا لباس اور قدیم روایت	۹۸
۱۴	اس باب کا خلاصہ	۱۰۵
۱۵	(باب نمبر۲) ٹوپی کے اوپر رومال اوڑھنے کی شرعی حیثیت	۱۰۷
۱۶	اس باب کا خلاصہ	۱۲۴
۱۷	(باب نمبر۳) کیا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا خلافِ سنت اور مکروہ ہے؟	۱۲۵
۱۸	اس باب کا خلاصہ	۱۳۲
۱۹	(باب نمبر۴) ننگے سَر رہنا انسانی حیاء وشرافت کے خلاف ومکروہ	۱۳۳
۲۰	اس باب کا خلاصہ	۱۴۲

۲۱	(باب نمبر۵) ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے	۱۴۳
۲۲	قرآن مجید کے اشارہ سے ثبوت	//
۲۳	سنتِ متوارثہ سے ثبوت	۱۴۸
۲۴	اسلامی فقہ سے ثبوت	۱۵۳
۲۵	جناب ناصرالدین البانی صاحب سے ثبوت	۱۶۳
۲۶	بعض غیر مقلد حضرات سے ثبوت	۱۷۲
۲۷	اس باب کا خلاصہ	۱۷۵
۲۸	خلاصۂ کلام	۱۷۷
۲۹	(خاتمہ) ٹوپی اور عمامہ وغیرہ سے متعلّق چند مسائل	۱۷۹
۳۰	مسئلہ نمبر۱: مرد کے ننگے سَر رہنے کی عادت	//
۳۱	مسئلہ نمبر۲: ٹوپی کے اوپر عمامہ اور عمامہ کے بغیر ٹوپی	//
۳۲	مسئلہ نمبر۳: عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا	//
۳۳	مسئلہ نمبر۴: عمامہ کے ساتھ نماز یا نمازِ جمعہ کی فضیلت کی حدیث	۱۸۰
۳۴	مسئلہ نمبر۵: ننگے سَر عبادت کرنا اور نماز پڑھنا	۱۸۰
۳۵	مسئلہ نمبر۶: ٹوپی وعمامہ کا افضل اور جائز رنگ	//
۳۶	مسئلہ نمبر۷: چست اور تنگ اور سر کے ساتھ جُڑی ہوئی ٹوپی	//
۳۷	مسئلہ نمبر۸: ٹوپی پہننے کا سر والا حصہ کون سا ہے؟	//

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۳۸	مسئلہ نمبر ۹: پیشانی پر بال نمایاں کر کے ٹوپی پہننا	۱۸۱
۳۹	مسئلہ نمبر ۱۰: ٹوپی سے پیشانی کو ڈھکنا	۱۸۲
۴۰	مسئلہ نمبر ۱۱: گول ٹوپی اور پانچ کلی ٹوپی پہننا	//
۴۱	مسئلہ نمبر ۱۲: سر کی سطح سے اُٹھی اور اُبھری ہوئی ٹوپی پہننا	//
۴۲	مسئلہ نمبر ۱۳: کانوں کو ڈھانکنے والی ٹوپی پہننا	//
۴۳	مسئلہ نمبر ۱۴: نیچے کے لباس کے ساتھ جڑی ہوئی ٹوپی پہننا	//
۴۴	مسئلہ نمبر ۱۵: اونی، سوتی اور گرم و ٹھنڈی ٹوپی پہننا	//
۴۵	مسئلہ نمبر ۱۶: نقش ونگار والی ٹوپی پہننا	//
۴۶	مسئلہ نمبر ۱۷: جالی دار ٹوپی پہننا	//
۴۷	مسئلہ نمبر ۱۸: دوپلی اور لمبی ٹوپی پہننا	۱۸۳
۴۸	مسئلہ نمبر ۱۹: قراقلی ٹوپی پہننا	//
۴۹	مسئلہ نمبر ۲۰: سندھی یا بلوچی ٹوپی پہننا	//
۵۰	مسئلہ نمبر ۲۱: پٹھانوں والی اونی گرم ٹوپی پہننا	//
۵۱	مسئلہ نمبر ۲۲: کشتی نما ٹوپی پہننا	//
۵۲	مسئلہ نمبر ۲۳: تُرکی اور پھندنے والی ٹوپی پہننا	۱۸۴
۵۳	مسئلہ نمبر ۲۴: انگریزی ہیٹ (English hat) پہننا	//
۵۴	مسئلہ نمبر ۲۵: پی- کیپ (Peaked Cap) پہننا	۱۸۵
۵۵	مسئلہ نمبر ۲۶: عمامہ ٹوپی کے اوپر پہننا، اور بغیر ٹوپی کے عمامہ پہننا	//
۵۶	مسئلہ نمبر ۲۷: ٹوپی کے اوپر اس طرح عمامہ پہننا کہ ٹوپی کا حصہ نظر آئے	۱۸۷
۵۷	مسئلہ نمبر ۲۸: عمامہ کی لمبائی	//

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۵۸	مسئلہ نمبر ۲۹: عمامہ کا شملہ چھوڑنا اور شملہ کی مقدار	۱۸۷
۵۹	مسئلہ نمبر ۳۰: ٹوپی کے اوپر مخصوص رومال اوڑھنا	۱۸۸
۶۰	مسئلہ نمبر ۳۱: میلی کچیلی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا	//
۶۱	مسئلہ نمبر ۳۲: ٹوپی یا عمامہ کے کپڑے کو حائل کر کے سجدہ کرنا	۱۸۹
۶۲	مسئلہ نمبر ۳۳: مسجد میں نماز کے لئے مروجہ ٹوپیاں رکھنا	۱۹۰
۶۳	مسئلہ نمبر ۳۴: نماز میں ٹوپی اُتر جائے، تو اس کو دوبارہ پہننا	۱۹۱
۶۴	مسئلہ نمبر ۳۵: بیت الخلاء میں ننگے سَر جانا	۱۹۲
۶۵	مسئلہ نمبر ۳۶: کھاتے پیتے وقت ننگے سَر ہونا	//
۶۶	مسئلہ نمبر ۳۷: حج وعمرہ کے احرام میں سَر ننگا رکھنا	//
۶۷	مسئلہ نمبر ۳۸: خواتین کو ٹوپی یا دوپٹہ وغیرہ پہننا	//
۶۸	مسئلہ نمبر ۳۹: خواتین کو سَر اور بالوں کا پردہ کرنا	۱۹۳
۶۹	مسئلہ نمبر ۴۰: وضو میں ٹوپی، عمامہ یا دوپٹہ کے اوپر سے مسح کرنا	//
۷۰	مسئلہ نمبر ۴۱: پورے سر پر بال رکھنا یا مونڈوانا	۱۹۴
۷۱	مسئلہ نمبر ۴۲: سَر کے بال منڈوانے کے بجائے چھوٹے کرانا	//
۷۲	مسئلہ نمبر ۴۳: مرد کے بالوں کی لمبائی	۱۹۵
۷۳	مسئلہ نمبر ۴۴: رکھے ہوئے بالوں میں کنگھا کرنے کی کیفیت	//
۷۴	مسئلہ نمبر ۴۵: بالوں میں مانگ نکالنا	//
۷۵	مسئلہ نمبر ۴۶: سر کے بعض حصہ کے بال رکھنا اور بعض منڈوانا یا کتروانا	//
۷۶	مسئلہ نمبر ۴۷: مرد حضرات کو بالوں میں چٹیا وغیرہ باندھنا	۱۹۶
۷۷	سوٹ کے کارنامے (نظم)	۱۹۸

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

(نائب صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر مکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

منسلک مسودہ الحمدللہ سرسری دیکھ سکا۔ شروع میں حاشیہ پر کچھ مشورے لکھ دیئے۔

ماشاءاللہ اس موضوع پر جس کی آجکل ضرورت تھی، بڑا اچھا مواد آپ نے جمع فرمادیا۔

جزاکم اللہ تعالیٰ.

صرف اتنی بات ہے کہ جتنی احادیث وروایات ہیں، سب کی اسنادی تحقیق ائمہ کے حکم علی الحدیث کے ساتھ ہو جائے تو بہتر ہے۔

پھر اس کا عربی ترجمہ بھی مناسب ہے، کیونکہ عرب ممالک میں یہ وبا عام ہے، وہاں کے لئے بطورِ خاص اسنادی تحقیق کی ضرورت ہے۔ [1]

والسلام

محمد تقی

۹-۴-۱۴۳۰ھ

---

[1] حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ کی مندرجہ بالا رائے گرامی ابتدائی مسودہ کے بارے میں ہے، اور موجودہ مضمون میں بندہ نے کچھ اضافات حضرت والا کی منشاء کی موافقت کی کوشش کرتے ہوئے شامل کئے ہیں، اور بقدرِ ضرورت روایات کی اسناد پر بھی اپنی حسبِ حیثیت کچھ کام کیا ہے، اور بعض روایات کی اسناد پر (ائمہ کی طرف سے صریح حکم دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے) راویوں پر محدثین کی جرح وتعدیل نقل کرکے نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے، تاہم بعض احادیث وروایات کی اسناد پر صریح حکم دستیاب نہ ہونے اور اس کام کے محنت اور وقت طلب ہونے کے باعث فی الحال کام نہیں ہو سکا۔ امید ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ کسی وقت عربی میں ترجمہ کے وقت باقی اسناد پر بھی کام ہو جائے۔ محمد رضوان۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم

(نائب مفتی، دارالافتاء، جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

احقر نے رسالہ ''ٹوپی کی شرعی حیثیت'' کا مطالعہ کیا، ماشاءاللہ مواد خوب جمع فرمایا ہے، جو اس موضوع پر کافی اور مفید ہے۔

البتہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہے کہ آپ سر مبارک پر بکثرت تیل لگایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے گویا آپ کے کپڑے تیلی کی طرح ہوتے تھے، تو اس کی شرح میں مرقات وغیرہ میں یہ ہے کہ تیل لگانے کے بعد آپ سر پر ایک کپڑا رکھتے تھے، تاکہ زائد تیل اس میں جذب ہوجائے، ٹوپی یا عمامہ تیل سے چکنا نہ ہو، اس سے بذریعہ کپڑا مستقلاً سر ڈھانکنے کی بات ثابت کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، اس کو مزید دیکھ لیں۔ [1]

اور حضرت والا مدظلہم کی رائے کے مطابق احادیث کی اسنادی حیثیت پر بھی کلام مفید بلکہ ناگزیر ہے

اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور مفید تر بنائے۔ آمین۔ والسلام

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۲۴-۴-۱۴۳۰ھ، دارالافتاء، دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

---

[1] حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہم کی ہدایت پر اس مسئلہ کی مزید تحقیق کرلی گئی ہے، جو اپنے مقام پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض علماء نے ترمذی وغیرہ کی حدیث میں کثرتِ قناع کی وجہ دُھن سے حفاظت بیان فرمائی ہے، لیکن دیگر اہلِ علم حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرتِ قناع کی عادت کو دیگر احادیث وروایات کے پیشِ نظر مستقل قرار دیا ہے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عادت کو کثرتِ دُھن کے تابع نہیں سمجھا۔
ان دونوں قسم کی آراء پر مزید تحقیق ''ٹوپی کے اوپر رومال اوڑھنے کی شرعی حیثیت'' کے ضمن میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم

(مہتمم: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اسلام کی ابتداء اجنبی حال وماحول میں ہوئی، اور عنقریب دینِ اسلام اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جائے گا۔ یعنی جس طرح لوگ دین سے بیگانہ تھے، اور دینِ اسلام ان کے لئے نووارد اور اجنبی کی مانند تھا، آئندہ بھی دین پر ایسا مرحلہ آئے گا۔ محسوس یوں ہو رہا ہے کہ آج مسلمان اسی دور سے گزر رہے ہیں، جس طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، آج مسلمان دین سے لاتعلق ونا آشنا ہوتے جا رہے ہیں، بلکہ اپنے قول وفعل سے اسلام سے بغاوت واعراض کی راہ پر گامزن ہیں۔ میرے خیال میں اس وباء عام کے دو سبب ہیں: ۱۔ غیروں کی اندھی تقلید، ۲۔ نفس پرستی وبے راہ روی۔

زیرِ بحث مسئلے میں اسی طرح کا معاملہ درپیش ہے، چنانچہ مغرب کے مقلدین سے لے کر اسلام کے غیر مقلدین تک، سر ڈھانپنے یا ننگا چھوڑنے یا پھر ڈھانپنے کی کیفیت کے بارے میں کئی مسلمان افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ بالخصوص "ٹوپی" کے بارے میں بعض مسلمان دو طرفہ غلو کر رہے ہیں، بعض کے نزدیک ٹوپی پہننا بدعت ہے، بعض کے نزدیک ٹوپی کی بجائے ننگے سر گھومنا قرینِ سنت ہے، جو لوگ اپنے آپ کو بالکل آزاد سمجھتے ہیں، وہ ان کے علاوہ ہیں۔

اس لئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے وہ طبقے جو دینی عنوان سے اس مسئلے میں افراط وتفریط کا شکار ہیں، ان کی رہنمائی ویاددہانی کے لئے شرعی نصوص پر مشتمل مواد یکجا کیا جائے، تاکہ دین کے نام پر غلط فہمی میں مبتلا احباب کی فہمائش ہو، اور صحیح مسئلہ امت کے سامنے واضح ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے مؤلف موصوف کو، جنہوں نے اس موضوع پر خوب محنت فرمائی، اور طالبِ ہدایت کے لئے بہترین مواد جمع فرمایا، مزید اعتماد کی بات یہ ہے کہ بعض اہلِ علم کی تصحیح اور اصلاح سے بھی یہ مجموعہ گزرا ہے۔ بندہ دعا کرتا ہے کہ یہ مجموعہ مفیدِ عام ہو، اور مؤلف کے لئے ذریعہ نجات بنے......آمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

(مولانا ڈاکٹر) عبدالرزاق اسکندر

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۱۳/۵/۳۰ھ۔ ۹/۵/۲۰۰۹ء

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم

(مہتمم: جامعہ فاروقیہ، کراچی، وصدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

وبعد!

ادارۂ غفران راولپنڈی کے مفتی محمد رضوان سلمہ اللہ الرحمٰن نے (ٹوپی کی شرعی حیثیت) کے نام سے ایک تصنیف کی ہے۔

آج کل ننگے سر رہنا، بلکہ مجالس میں، نماز کی حالت میں ننگے سر رہنے کا رواج اس قدر عام ہوگیا ہے، کہ ٹوپی پہننا، عمامہ باندھنا لوگوں کو معیوب نظر آنے لگا ہے۔

مفتی محمد رضوان صاحب نے ''ٹوپی کی شرعی حیثیت'' میں بے خبر عوام اور فیشن زدہ افراد یا ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار بھٹکے ہوئے طبقات کی رہنمائی کے لئے بہترین مواد جمع کردیا ہے۔

اس موضوع کے تمام ہی پہلو پیشِ نظر رکھ کر جامع، مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔

خالیُ الذہن رہ کر بنظرِ انصاف اگر کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو یقین ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہدایت کا ذریعہ بنائیں، اور حسنِ قبول سے سرفراز فرمائیں، اور یہ کتاب مصنف علام کے لئے صدقۂ جاریہ بنے۔ آمین، ثم آمین

سلیم اللہ خان

جامعہ فاروقیہ، کراچی

۸/ جمادی الثانیۃ ۱۴۳۰ھ

۲/ جون ۲۰۰۹ء

تمہید

از مؤلف

مدتِ دراز سے عمامہ اور ٹوپی کے متعلق قولاً یا عملاً افراط وتفریط دیکھنے میں آتی رہی، اور ایسے مضامین بھی نظر سے گزرتے رہے، جن میں مختلف مراحل پر افراط یا تفریط محسوس ہوئی۔

چنانچہ ایک طبقہ نے تو سرے سے سر ڈھانکنے کے سنت ومستحب اور عبادت ہونے ہی کا انکار کر دیا یا پھر اس کی کوئی فضیلت واہمیت نہیں سمجھی اور نماز اور غیر نماز کی حالت میں ننگے سر رہنے بلکہ اس کی عادت بنا لینے کو کوئی عیب اور قابلِ اصلاح عمل قرار نہیں دیا۔

اور ایک دوسرے طبقہ نے سر ڈھانکنے کے عمل کو صرف نماز وتلاوت وغیرہ کی عبادت تک محدود کر دیا، اور خیال کیا کہ اس حالت کے علاوہ دیگر حالات واوقات میں اور لوگوں کے سامنے اور چلتے پھرتے وقت سر ڈھانکنے کی شریعت کی طرف سے تعلیم نہیں۔

جبکہ ایک تیسرے طبقہ نے اسلامی طریقہ پر سر ڈھانکنے کے طریقہ کو عمامہ کے ساتھ خاص کر دیا، اور یہ قرار دیا کہ جب تک سر پر عمامہ نہ باندھا جائے اس وقت تک شریعت کا حکم پورا نہیں ہوتا اور سنت کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔

اور بعض حضرات اس سلسلہ میں یہاں تک بھی بڑھ گئے کہ انہوں نے ننگے سر رہنے کی طرح عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کو بھی مشرکوں اور کافروں کا طریقہ قرار دے دیا؛ یا کم ازکم عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے مسنون ومستحب ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ جب تک ٹوپی کے اوپر عمامہ نہ پہنا جائے، سر ڈھانکنے کے مسنون ومستحب طریقہ کی تکمیل نہیں ہوتی۔

جبکہ بعض علاقوں میں عمامہ اتنا ضروری سمجھ لیا گیا کہ اس کے بغیر کسی کو عالم ہی نہیں سمجھا جاتا، پھر اوپر سے علماء وصلحا کا ٹوپی کے اوپر رومال اوڑھنے کو بھی خلافِ سنت بلکہ نو ایجاد بدعت قرار دیا۔

اس صورتِ حال کے نتیجہ میں جو علماء وصلحا ٹوپی پہننے پر اکتفا کرتے ہیں، یا ٹوپی کے اوپر رومال اوڑھتے ہیں، ان کی بزرگیت اور علمیت کو بھی ناقص قرار دیا جاتا ہے، بلکہ ایسے شخص کے

بزرگ اور عالم ہونے پر تعجب کیا جاتا ہے۔

بعض علاقوں میں عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ اور خلافِ سنت بلکہ بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور بطور خاص امام کے نماز پڑھانے سے پہلے سر پر عمامہ باندھنے کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی پر بعض اوقات امام کو امامت سے معزول بھی کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مجبوراً ائمہ حضرات عمامہ نہ ہونے کے وقت رومال کو سر پر عمامہ کی طرح باندھنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔

جب اس قسم کی افراط وتفریط اور بے اعتدالیوں کا برابر مشاہدہ ہوتا رہا تو خیال ہوا کہ اس مسئلہ کو کچھ شرح وبسط کے ساتھ لکھا جائے اور ایسے پہلوؤں پر ذرا تفصیل سے کلام کیا جائے جن کی طرف عام طور سے توجہ نہیں کی جا سکی۔ اور اسی کے ساتھ افراط وتفریط کے پہلوؤں سے بچتے ہوئے اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔

اور بطورِ خاص اس مشہور غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وغیرہ عمامہ کے بغیر ٹوپی نہیں پہنا کرتے تھے، بلکہ ہمیشہ عمامہ پہنتے تھے، اس لیے عمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی دائمی اور مواظبت والی سنت ہے۔

اسی غرض سے بندہ نے چند سوالات کے جواب میں اپنی حسبِ حیثیت یہ مضمون مرتب کیا۔

اور اس مضمون کا ابتدائی مسودہ بعض اکابر کی خدمت میں پیش کیا، جس پر انہوں نے کچھ مشورے عنایت فرمائے، جن کی روشنی میں مزید کام کیا گیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

یہ مضمون اس سے پہلے ایک مرتبہ شائع ہو چکا ہے، اب دوسری اشاعت کے موقع پر نظرِ ثانی واصلاح اور فہرست میں ترمیم واضافہ کے بعد دوبارہ اشاعت ہو رہی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں اور بندہ اور سب مسلمانوں کے لئے دنیا وآخرت کے اعتبار سے نافع بنائیں۔ آمین۔ محمد رضوان

مؤرخہ ۱۳/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ مطابق 24 / اپریل 2013ء بروز بدھ، بموقع طبعِ دوم

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

سوالات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱)......کیا ٹوپی پہننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے؟

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ٹوپی کا عمامہ کے بغیر پہننا اور عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی میں نماز پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام بلکہ خیر القرون کے دَور میں سب مرد حضرات ہمیشہ عمامہ پہنا کرتے تھے، اور عمامہ پہن کر ہی ہمیشہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام سے ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

(۲)......آج کل دنیا بھر کے بہت سے علماء اور نیک لوگ ٹوپی کے اوپر مخصوص رومال اوڑھتے ہیں، اس بارے میں سوال یہ ہے کہ کیا اس کا سنت سے ثبوت ہے؟

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بعد کی پیداوار ہے، اور اس کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں، اور اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

(۳)......بعض حضرات ترمذی شریف کی حدیث پیش کر کے کہتے ہیں کہ اس حدیث سے عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا مشرکوں کا عمل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت درکار ہے۔

(۴)......آج کل اکثر مسلمان ننگے سر رہنے سہنے اور بازاروں ومحفلوں میں آنے جانے کے عادی ہیں، اور کہتے ہیں کہ ٹوپی کی کوئی ضرورت نہیں؛ اگر ضرورت بھی ہے تو صرف نماز کے لیے ہے؟ اس بارے میں توضیح کی ضرورت ہے۔

(۵)......آج کل لوگوں میں کیونکہ ٹوپی پہننے کا رواج نہیں، اس لیے بہت سے لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں، اور جب ان کو ننگے سر نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ٹوپی پہننے کا کوئی ثبوت نہیں؟ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

ان سوالات کے مدلّل ومفصل جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوابات

سرڈھانپنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیائے کرام اور صحابۂ کرام وتابعین اور تبعِ تابعین اور تمام اولیاء وصلحاء کی سنت وعادت رہی ہے، اوراس کی بنیاد حیاء وغیرتِ انسانی پر ہے، اور سر ڈھانکنے میں جس طرح اللہ تعالیٰ سے حیاوغیرت کرنا پایا جاتا ہے، اسی طرح انسانوں سے بھی حیاوغیرت کرنا پایا جاتا ہے۔

اور سر کا حصہ تمام قوموں میں دوسری قوموں سے ممتاز ہونے کے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے، جس کے لئے ہر قوم نے الگ پہچان اور نشانی مقرر کی ہے۔

اور سر کے عضو کو جسم کے دوسرے اعضاء وحصوں پر انتہائی فضیلت وسبقت اور عظمت حاصل ہے، سر کے اندر انسان کی دیکھنے، بولنے، اور غور وفکر کرنے کی کئی قوتیں جمع ہیں، اسی کے ساتھ یہ عضو دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں انتہائی نازک بھی ہے، جس پر شرفِ انسانی کا بڑا مدار ہے، اوراسی لئے طب اور ڈاکٹری کے شعبہ میں بھی سر کی خاص حفاظت کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے، سکوٹر اور موٹر سائیکل کی سواری پر موجود ہونے کی حالت میں سر کی حفاظت کے لئے ہیلمٹ کی شکل میں حفاظتی انتظام کا لحاظ کیا گیا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، انبیائے کرام اور صحابہ وتابعین واولیائے کرام سب نے اپنے طرزِ عمل سے سر کی حفاظت اوراس کے ذریعہ سے حیاء وغیرت اوراس کی عظمت کرنے کا طریقہ بتلا دیا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین سے سر پر ٹوپی کے ساتھ عمامہ پہننا اور صرف ٹوپی پہننا دونوں ثابت ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کبھی ٹوپی کے اوپر عمامہ بھی پہنتے تھے، اور کبھی عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے، اس لئے جس طرح ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا سنت ومستحب اور سلفِ صالحین کا طریقہ ہے، اسی طرح بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہننا بھی سنت سے ثابت اور سلفِ صالحین کا طریقہ، اور صلحائے امت میں ہر دور میں (قرناً بعد قرنٍ) چلا آ رہا ہے۔

اور ٹوپی کے اوپر علماء وصلحاء کا مخصوص رومال پہننا بھی سنت سے ثابت ہے، اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہننے کو غلط یا خلافِ سنت کہنا یا ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننے کو ضروری یا لازم سمجھ لینا درست نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین سے مختلف قسم کی ٹوپیاں پہننا ثابت ہے؛ سر کے ساتھ چمٹی ہوئی ٹوپی بھی اور لمبی واُبھری ہوئی ٹوپی بھی اور کانوں والی ٹوپی بھی، اور سادہ کپڑے کی ٹوپی بھی، اور اونی اور گرم ٹوپی بھی، اور ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔

لیکن آج کل کی طرح ننگے سر رہنا سہنا اور پھرنا اور اسی حال میں نماز پڑھ لینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت نہیں، بلکہ یہ طریقہ مکروہ اور سنت کے خلاف اور شرعاً ناپسندیدہ ہے، اور مسلمانوں میں پہلے اس کا رواج نہ تھا، بلکہ بہت بعد میں یہ طریقہ مسلمانوں میں کافروں اور آزاد منش لوگوں سے آیا ہے۔

لہٰذا حیاء وغیرت کا لحاظ کرتے ہوئے اور مسلمانوں کو اپنی شان وشوکت ظاہر کرنے اور دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے سر پر اسلامی طریقہ پر ٹوپی یا عمامہ پہننا چاہیے، اور ننگے سر رہنے سہنے، اور چلنے پھرنے کی عادت بنالینے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ ننگے سر پھرنا اسلامی شان نہیں، بلکہ اسلامی شان کے خلاف اور ناپسندیدہ عادت ہے۔

البتہ اگر فیشن کو مقصد بنائے بغیر کبھی اتفاق سے کوئی ننگا سر ہو تو اس میں کوئی گناہ بھی نہیں۔

مگر ملحوظ رہے کہ یہ حکم مرد حضرات کے لئے ہے، جہاں تک خواتین کا تعلق ہے، تو ان کو سر کے پردہ کی خاص تاکید اور حکم ہے، اور ان کا ننگے سر رہنا سہنا اور بطور خاص نامحرموں کے سامنے ننگا سر کرنا گناہ ہے، اس لئے خواتین کو دوپٹے وغیرہ سے سر اور اپنے بالوں کو نامحرموں سے ڈھانک کر رکھنے اور چھپانے کی شریعت کی طرف سے خاص تاکید ہے، اور نماز پڑھتے ہوئے اس کا زیادہ تاکیدی حکم ہے۔

آگے قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں مذکورہ مسائل اور پہلوؤں پر کچھ تفصیل کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔

(باب نمبر۱)

ٹوپی پہننے سے متعلق احادیث وروایات

بعض حضرات کی طرف سے جو اس بات کا چرچا کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ثابت نہیں، اس لئے یہ سنت کے خلاف عمل ہے۔

یہ بات درست نہیں، اور یہ بہت بڑی اور بعض حلقوں میں مشہور غلط فہمی ہے، اس لئے ہم اس موضوع کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس پر کچھ تفصیلی روشنی ڈالتے ہیں۔

اور ہم نے ٹوپی پہننے سے متعلق احادیث وروایات کو بالترتیب تین حصوں یا فصلوں میں تقسیم کیا ہے:

ایکؔ حصہ یا فصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے، دوسؔرا حصہ یا فصل صحابۂ کرام سے متعلق ہے، اور تیسؔرا حصہ یا فصل تابعین، محدثین اور فقہائے کرام سے متعلق ہے۔

اور اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ باقی سوالات کے جوابات پر الگ الگ ابواب کے تحت روشنی ڈالی جائے گی۔

اور ساتھ ہی ہر باب کے آخر میں اس باب کی بحث کا اجمالی خلاصہ بھی نقل کیا جائے گا، تاکہ تفصیل اور دلائل کے ساتھ ہر بحث کا خلاصہ ونتیجہ اور مقصد میں بھی کوئی ابہام نہ رہے۔

اور آخر میں بطور خاتمہ کے ٹوپی وعمامہ اور سر سے متعلق بعض مسائل اجمال واختصار کے ساتھ ذکر کئے جائیں گے۔

(فصل نمبر۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹوپی پہننا

(۱)......حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّتَاءِ فَوَجَدْتُهُمْ يُصَلُّوْنَ فِي الْبَرَانِسِ وَالْأَكْسِيَةِ وَأَيْدِيْهِمْ فِيْهَا (المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سردی کے موسم میں حاضر ہوا، تو میں نے ان (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام) کو دیکھا کہ وہ لمبی ٹوپیوں اور چادروں میں نماز پڑھتے تھے، اور ان کے ہاتھ چادروں کے اندر رہتے تھے (طبرانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سب نماز میں لمبی ٹوپیاں اور چادریں پہنے ہوئے تھے، اور سردی کی وجہ سے اپنے ہاتھ چادروں کے اندر رکھتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے سردی کے علاوہ بھی ٹوپی پہننے کا ثبوت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ٹوپی پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۸۶۱، ج۱۸ ص۳۳۶، باب الفاء.

درجِ بالا حدیث کی سند اس طرح ہے:

حدثنا محمود بن محمد الواسطي، ثنا زكريا بن يحيى زحمويه ثنا شريك، عن عاصم بن كليب، عن أبيه، عن خاله، قال: أتيت الخ.

[2] ملحوظ رہنا چاہئے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں اور اس کے بعد والی روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دونوں کی طرف مذکورہ اعمال کی نسبت ہے، اور صرف صحابۂ کرام کی طرف نسبت کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں، ورنہ تو حدیث میں مذکور دیگر اعمال کی بھی تخصیص لازم آئے گی، اور اگر کوئی تخصیص پر مُصر ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس حدیث سے فقہائے کرام نے اطلاق کے ساتھ متعدد اعمال کے مسنون و مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننا بھی سنت ہے، اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں، بلکہ سنتِ رسول اللہ وصحابہ سے ثابت ہے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔ [1]

اس حدیث میں ٹوپی کے لیے ''برانس'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جو عربی زبان کا لفظ ہے، اور اس کی واحد برنس آتی ہے، برنس کا استعمال صحابۂ کرام سے کثرت کے ساتھ ثابت ہے۔

اور بعض روایات میں ٹوپی کے لیے ''قلنسوۃ'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہ بھی عربی زبان کا لفظ ہے، جس کی جمع قلانس آتی ہے۔

عربی میں دونوں الفاظ ''ٹوپی'' کے لیے بولے جاتے ہیں۔

البتہ ''برنس'' لمبی ٹوپی کو کہا جاتا ہے، خواہ وہ اوپر کی طرف کو لمبی ہو، یا کچھ نیچے کی طرف بھی لٹکی ہوئی ہو (جیسا کہ ٹوپا، اور کان ٹوپ وغیرہ)

اور بعض اوقات برنس ایسی ٹوپی کو بھی کہا جاتا ہے، جس کے ساتھ نیچے کی طرف کچھ اور کپڑا بھی جُڑا ہوا ہوتا ہے، جو کانوں وغیرہ کو چھپا لیتا ہے، اور اس سے سردی وگرمی وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہو۔

اور آج کل جو علماء وصلحاء ٹوپی کے اوپر رومال پہنتے ہیں، اس کو بھی ایک حیثیت سے برنس کہنا درست ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، جزء۲ صفحه ۱۵۱، تحت رقم الحديث ۲۲۲۶)

[2] (ب ر ن س) : البرنس قلنسوة طويلة والجمع البرانس (المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، ج ۱ ص ۴۲، كتاب الباء، الباب مع الراء وما يثلثهما)

قوله :(البرانس) جمع برنس بضم الموحدة ، والنون ، وهو قلنسوة طويلة (حاشية السندي على صحيح البخاري، ج۴ ص ۱۷، باب البرانس)

البرنس :قلنسوة طويلة كان الزهاد يلبسونها في صدر الإسلام (جامع الاصول في احاديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)......حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ہی ابوداؤد میں اس طرح روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ.

قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ (سنن أبي داود) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کی لو تک اٹھائے۔

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ پھر میں دوسری مرتبہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی خدمت میں) حاضر ہوا، تو میں نے صحابۂ کرام کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت (سردی کی وجہ سے) اپنے ہاتھ اپنے سینوں تک اٹھاتے تھے، اور ان کے سروں پر اس وقت لمبی ٹوپیاں ہوتی تھیں، اور انہوں نے چادریں اوڑھ رکھی ہوتی تھیں (ابوداؤد)

فائدہ: معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام ٹوپی پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے اور بسا اوقات عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر بھی نماز پڑھا کرتے تھے، جس طرح کہ عمامہ پہن کر بھی نماز پڑھا کرتے تھے، اور دونوں طریقے سنت ہیں، کوئی ایک طریقہ بھی خلافِ سنت نہیں، البتہ ننگے سر نماز پڑھنا سنت کے خلاف ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الرسول، لابن الأثير، ج۴ ص ۱۱۹، تحت رقم الحديث ۲۰۸۵)

(ولا البرانس) : بفتح الموحدة وكسر النون جمع البرنس بضمهما .قال الطيبي -رحمه الله :هو قلنسوة طويلة كان يلبسها النساك فى صدر الإسلام قال الجوهري، وفى النهاية :ثوب يكون رأسه ملتزقا من جبة أو ذراعه اهـ .والمراد مطلق القلنسوة (مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۱۸۴۲، كتاب المناسك ،باب ما يجتنبه المحرم)

[1] رقم الحديث ۷۲۸، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين فى الصلاة.

اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔ [1]

(۳)......اور ابنِ قانع اپنی سند سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ہی اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُمْ يُصَلُّوْنَ فِي الْأَكْسِيَةِ وَالْبَرَانِسِ، أَيْدِيُهِمْ فِيْهَا مِنَ الْبُرْدِ (معجم الصحابة لابن قانع) [2]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام) کو دیکھا کہ وہ چادریں اوڑھے اور ٹوپیاں پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، اور ان کے ہاتھ سردی کی وجہ سے چادروں کے اندر تھے (ابنِ قانع)

فائدہ: مذکورہ تینوں روایتوں میں چادروں کے لیے ''اکسیۃ'' اور ٹوپیوں کے لیے ''برانس'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام چادریں بھی پہنے ہوئے تھے، اور ٹوپیاں بھی، اور عمامہ کا روایات میں ذکر نہیں۔

لہٰذا جو حضرات یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے عمامہ کے بغیر

---

[1] (قلت :حديث صحيح) إسناده :حدثنا عثمان بن أبى شيبة :نا شريک عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر .قلت :وهذا إسناد رجاله ثقات؛ إلا أن شريكاً -وهو ابن عبد الله القاضى-سيء الحفظ؛ لكنه لم يتفرد بمعنى هذا الحديث؛ بل تابعه غيره كما يأتى، فكان الحديث من الصحيح لغيره.والحديث رواه زائدة عن عاصم ...به نحوه، وهو الذى فى الكتاب قبل هذا.ورواه ابن عيينة، فقال الشافعى (۱/۹۰) : أخبرنا سفيان عن عاصم بن كليب قال :سمعت أبى يقول :حدثنى وائل بن حجر قال :رأيت النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إذا افتتح الصلاة يرفع يديه ... الحديث؛ وفيه قال وائل:ثم أتيتهم فى الشتاء ؛ فرأيتهم يرفعون أيديهم فى البرانس.وأخرجه البيهقى (۲/۲۴ و ۲۸) عن الشافعى.وأخرجه النسائى (۱/۱۷۳). وأخرجه أحمد (۴/۳۱۸-۳۱۹) من طريق زهير بن معاوية عن عاصم بن كليب ...به؛ نحو حديث بِشْرِ بن المفضل المتقدم (۷۱۶) ؛ وفيه: قال زهير :قال عاصم :وحدثنى عبد الجبار عن بعض أهله أن وائلاً قال:أتيت مرة أخرى؛ وعلى الناس ثياب، فيها البرانس وفيها الأكسية؛ فرأيتهم يقولون -هكذا -تحت الثياب.(صحيح أبى داود لناصر الدين الألبانى، ج۳ص۳۱۷،۳۱۸ ، كتاب الصلاة، باب افتتاح الصلاة،تحت حديث رقم ۷۱۸)

[2] ج۲ص۳۳۰، باب الفاء، الناشر:مكتبة الغرباء الأثرية -المدينة المنورة.

صرف ٹوپی میں نماز پڑھنے کا ثبوت نہیں، اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا سنت نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر مکروہ ہے، اُن کا یہ موقف درست نہیں۔

اس روایت کی سند حسن ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ اس حدیث کی مکمل سند یہ ہے:

حدثنا ابن عبدوس ، نا الورکانی ، ومحرز بن عون قالا :نا شریک ، عن عاصم بن کلیب ، عن أبیه ، عن خاله قال : أتیت الخ.

اس حدیث کے پہلے راوی ابواحمد محمد بن عبدوس ہیں، جو کہ حافظ الحدیث اور ثقہ راوی ہیں، اور دوسرے راوی محمد بن جعفر ورکانی ہیں، جو امام بغوی کے شیخ اور ثقہ ہیں، اور تیسرے راوی محرز بن عون ہلالی ہیں؛ یہ بھی ثقہ ہیں، اور چوتھے راوی شریک بن عبداللہ نخعی ہیں؛ یہ بھی ثقہ اور حسن الحدیث ہیں، اور ان کے بعد کے راوی بھی معتبر ہیں، جن کے بارے میں طبرانی کی گزشتہ حدیث کے ضمن میں علامہ ہیثمی کا یہ کلام گزر چکا ہے کہ:

ورجاله موثقون (مجمع الزوائد،جزء۲ صفحه ۱۵۱،تحت رقم الحدیث ۲۲۲۶)

ابن عبدوس هو الحافظ الثبت المأمون أبو احمد محمد بن عبدوس بن کامل السلمی(تذکرة الحفاظ ،ج۲ ص۱۸۵ ، الطبقة العاشرة)

محمد بن جعفر الورکانی شیخ البغوی فصدوق(میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج۴ص ۳۳۲،تحت رقم الترجمة ۹۳۴۲)

محرز بن عون الهلالی أبو الفضل البغدادی صدوق من العاشرة مات سنة إحدی وثلاثین وله سبع وثمانون(تقریب التهذیب ج۲ص ۵۲۲)

شریک بن عبد الله النخعی القاضی کوفی ثقة وکان حسن الحدیث(معرفة الثقات للعجلی ج ۱ ص ۴۵۳،تحت رقم الترجمة ۷۲۷)

شریک بن عبد الله أبو عبد الله النخعی *

العلامة، الحافظ، القاضی، أبو عبد الله النخعی، أحد الأعلام، علی لین ما فی حدیثه.

توقف بعض الأئمة عن الاحتجاج بمفاریده..........وقد وثقه :یحیی بن معین، وقال :هو أثبت من أبی الأحوص .قلت :مع أن أبا الأحوص من رجال (الصحیحین)، وما أخرجا لشریک سوی مسلم فی المتابعات قلیلا .وخرج له :البخاری تعلیقا .قال ابن المبارک :شریک أعلم بحدیث بلده من الثوری.فذکر هذا لابن معین، فقال :لیس یقاس بسفیان أحد، لکن شریک أروی منه فی بعض المشایخ.وقال النسائی :لیس به بأس.وقال الجوزجانی :سیء الحفظ، مضطرب الحدیث، مائل .

قلت :فیه تشیع خفیف علی قاعدة أهل بلده .وکان من کبار الفقهاء ، وبینه وبین الإمام أبی حنیفة وقائع (سیر أعلام النبلاء ، ج۸،ص ۲۰۲)

وفیه شریک بن عبد الله النخعی، وهو ثقة، وفیه کلام(مجمع الزوائد،باب دعاء الحجاج والعمار)

شریک بن عبد الله النخعی، وهو حسن الحدیث(مجمع الزوائد،باب فیما بلغت صدقة ماله رضی الله عنه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۴)......حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً بَيْضَآءَ (اخلاق النبی لابی الشیخ اصبہانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے (ابوشیخ اصبہانی)

فائدہ: سفید ٹوپی پہننے کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث آگے بھی آرہی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور امام ابنِ منذر رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ مندرجہ ذیل حدیث راویت کی ہے کہ:

حدثنا محمد بن علی ، قال :ثنا سعید ، قال :ثنا شریک بن عبد اللہ ، عن عاصم بن کلیب ، عن أبیه ، عن خاله ، قال : أتینا النبی صلی اللہ علیه وسلم فی الشتاء وهم یصلون فی البرانس والأکسیة ، یرفعون أیدیهم فیها(الأوسط لابن المنذر رقم الحدیث ۱۲۵۶)

[1] رقم الحدیث ۳۱۲، ج۲ص۲۰۵،ذکر قلنسوته ﷺ.

اس حدیث کی مکمل سند یہ ہے:

أخبرنا أبو یعلی ، نا محمد بن عقبة ، نا عبد اللہ بن خراش ، عن ابن حوشب ، عن إبراهیم التیمی ، عن ابن عمر ، قال :الخ

اس حدیث میں عبداللہ بن خراش کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، لیکن حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث؛ آگے آنے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا؛ حضرت ابوہریرہ؛ حضرت ابنِ عباس؛ حضرت ابوسلیط ؛اور حضرت انس وغیرہ رضی اللہ عنہم ؛ کی احادیث اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کے عمل سے مؤید ہونے کی وجہ سے حسن درجہ رکھتی ہے۔

کئی محدثین نے ابن خراش کی حدیث کو حسن لعینہٖ یا لغیرہٖ کے درجہ میں داخل مانا ہے، اگرچہ بعض محدثین نے ان پر غیر معمولی جرح بھی کی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث کے ذیل میں علامہ کنانی فرماتے ہیں کہ:

أخرجه الطبرانی فی الکبیر بسند رجاله ثقات إلا عبد اللہ بن خراش وثقه ابن حبان وضعفه غیره وهذه الطریق علی انفرادها علی شرط الحسن فکیف ولها متابعان من حدیث ابن عباس ومتابعان أو ثلاثة من حدیث عائشة(تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة، کتاب الصدقات والمعروف،الفصل الثانی)

اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

وفی سنده عبد اللہ بن خراش مختلف فیه وله شاهد(فتح الباری، لابن حجر العسقلانی، قوله باب ما أنهر الدم من القصب والمروة والحدید)

عبداللہ بن خراش پر مزید کلام آگے آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹوپی پہننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور ننگے سر رہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں۔

اور یہ حدیث عام ہے، اور رسول اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کے ساتھ اور بغیر عمامہ کے دونوں طریقہ سے ٹوپی پہننے کو شامل ہے۔

اور اس کو عمامہ کے ساتھ مقید کرنے کی کوئی وجہ نہیں، کماسیجیئ۔ [1]

(۵)......اور امام بیہقی اور ابنِ عدی رحمہما اللہ، حضرت ابراہیم تیمی سے، اور وہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْبَسُ قَلَنْسُوَۃً بَیْضَآءَ (شعب الایمان) [2]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے (بیہقی، ابنِ عدی)

فائدہ: اس روایت میں بھی عمامہ کی قید کے بغیر لفظ ''کان'' کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ننگے سر نہ رہنے اور ٹوپی پہننے کا ذکر ہے۔

(۶)......اور معجم اوسط میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

---

[1] اور لفظِ ''کان''، تکثیر کا بھی مقتضی ہے؛ مگر عمامہ کے دائمی سنت کے غلط مشہور ہو جانے کے باعث بہت سے اہلِ علم حضرات اس سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔

قوله كان النبى صلى الله عليه وسلم يقول ذكر لفظ كان لدلالته على الثبوت والدوام(عمدة القارى للعينى، ج۲ص ۲۷۱، كتاب الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء)

[2] فصل فى العمائم، رقم الحديث ۵۸۴۸، الكامل لابن عدى ج۵ص ۳۵۰.

اس حدیث کی سند یہ ہے:

أخبرنا على بن أحمد بن عبدان، أنا أحمد بن عبيد، ثنا سعيد بن عثمان الأهوازى، ثنا يزيد بن الحرش، ثنا عبد الله بن خراش، عن العوام بن حوشب، عن إبراهيم التيمى، عن ابن عمر " :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يلبس قلنسوة بيضاء " "تفرد به ابن خراش هذا وهو ضعيف "(شعب الايمان)

اس حدیث میں بھی عبداللہ بن خراش ہیں، جن پر کلام گزر چکا ہے، اور مزید کلام آگے آتا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ كُمَّةً بَيْضَاءَ (المعجم الاوسط للطبرانی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے (طبرانی)

فائدہ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن لغیرہ سے کم نہیں ہے۔ [۲]

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹوپی پہننے کا ذکر ہے، اور ٹوپی کے ساتھ عمامہ کا ذکر نہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنا

---

[۱] رقم الحديث ۲۱۸۳، ج۲ ص ۲۰۰، باب الميم.

مذکورہ حدیث کی مکمل سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن حنيفة الواسطى قال: ثنا روح بن قرة اليشكرى قال: نا عبد الله بن خراش، عن العوام بن حوشب، عن إبراهيم التيمى، عن ابن عمر قال: (المعجم الاوسط)

[۲] اس روایت میں عبداللہ بن خراش ہیں، جن کو اکثر حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، اور ابنِ حبان نے ان کو ثقہ فرمایا ہے، اور کئی حضرات نے ان کی حدیث کو حسن لعینہٖ یا لغیرہٖ قرار دیا ہے، کما مرّ:

عن ابن عمر قال: كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يلبس قلنسوة بيضاء. رواه الطبرانى، وفيه عبد الله بن خراش، وثقه ابن حبان وقال: ربما أخطأ، وضعفه جمهور الأئمة، وبقية رجاله ثقات.

وعن ابن عمر قال: كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يلبس كمة بيضاء رواه الطبرانى فى الأوسط عن شيخه محمد بن حنيفة الواسطى وهو ضعيف ليس بالقوى (مجمع الزوائد، باب فى القلنسوة)

اور ابنِ عساکر اس روایت کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

قال ابن شاهين تفرد بهذا الحديث عبد الله بن خراش لا أعلم حدث به غيره ولا عنه إلا روح بن قرة فيما أعلم كذا قال وقد رواه زيد بن الحريش الأهوازى عن ابن خراش روح بن فروة (تاريخ دمشق لابن عساكر ج۴ ص ۱۹۲، السيرة النبوية، باب ماورد فى شعره وشيبه وخضابه الخ)

اور اس کی دوسری روایات شاہد ہیں، اس لئے کئی حضرات نے اس حدیث کے حسن ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

(طب عن ابن عمر) باسناد حسن (التيسير بشرح الجامع الصغير، ج۲ ص ۲۸۴، حرف الكاف)

وفى الجامع الصغير برواية الطبرانى عن بن اعباس قال كان يلبس قلنسوة بيضاء، قال العزيزى إسناده حسن (عون المعبود، ج ۱۱ ص ۸۸، كتاب اللباس، باب فى العمائم)

وفى الجامع الصغير برواية الطبرانى عن بن عمر قال كان يلبس قلنسوة بيضاء قال العزيزى إسناده حسن (تحفة الأحوذى، ج۵ ص ۳۹۳، ابواب اللباس، باب كيف كان كمام الصحابة)

کرتے تھے۔ [1]

(۷)......اور ابنِ عساکر نے اپنی سند سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) كَانَ يَلْبَسُ كُمَّةً بَيْضَآءَ (تاريخ دمشق لابن عساكر) [2]

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے (ابن عساکر) [3]

---

[1] اور لفظِ ''کان'' اس عمل کے تکرار و معتاد ہونے کا بھی مقتضی ہے۔

وقد اتخذ ذلک عادة- كما يشعر به لفظ- كان (روح المعاني، سورة التحريم، تحت الآيات ١، الىٰ ٦)

والتكرار في :لفظ كان (البحر المحيط في التفسير، سورة النساء، تحت رقم الآيات ١١ الىٰ ١٤)

ولفظ كان يفيد الدوام عند كثير من الأعلام (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٨٠١٣)

ولفظ "كان "مشعر بالاستمرار كما تقرر في الأصول فيستفاد منه عموم الأزمان (نيل الاوطار، ج٢، ص ٢٣٩، تحت رقم الحديث ٦٨٧)

[2] ج٤ص١٩٣، السيرة النبوية،باب ماورد في شعره وشيبه وخضابه الخ.

[3] مذکورہ حدیث کی مکمل سند مندرجہ ذیل ہے:

أخبرنا أبو العز أحمد بن عبد الله بن كادش أنا أبو محمد الجوهري أناعلي بن محمد بن أحمد بن نصر بن جعفر نا أبو عرف أبو جعفر محمد بن إبراهيم الصالحي نا بشر بن معاذ نا عنبسة بن سالم نا عبيد الله بن أبي بكر بن أنس عن أنس بن مالك الخ.

اس حدیث کی سند میں ابنِ کادش ضعیف راوی ہیں۔

أحمد بن عبيد الله أبو العز بن كادش :مشهور من شيوخ ابن عساكر أقر بوضع حديث وتاب وأناب انتهى(لسان الميزان لابن حجر، ج ١ ص ٥٣٢، باب من اسمهٔ احمد،تحت رقم الترجمة ٦٢٣)

ابن كادش: الشيخ الكبير، أبو العز أحمد بن عبيد الله بن محمد بن عبيد الله ابن محمد بن أحمد بن حمدان بن عمر بن إبراهيم بن عيسى بن صاحب النبي صلى الله عليه وسلم عتبة بن فرقد السلمي العكبري، المعروف بابن كادش، أخو المحدث أبي ياسر محمد.ولد في صفر سنة اثنتين وثلاثين وأربع مئة، وطلب الحديث وقرأ على المشايخ، ونسخ بخطه الردء المقعد جملة، وجمع وخرج. سمع أبا الطيب الطبري، وأقضى القضاة أبا الحسن الماوردي، وأبا محمد الجوهري، وأبا علي محمد بن الحسين الجازري، وأبا طالب العشاري، وأبا الحسين بن النرسي، وعدة .سمع منه ابن ناصر، والسلفي، وأبو العلاء الهمذاني، وأبو القاسم بن عساكر، ومعمر بن الفاخر، وأبو موسى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرصۂ دراز تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی خدمت کی ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی لمبی اور چست ٹوپی پہننے کی روایات منقول ہیں۔

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ''باب البرانس'' حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ٹوپی پہننے کی روایت پر ہی قائم کیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بہت اہمیت کی حامل ہے۔

اس حدیث سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹوپی پہننا ثابت ہوا، اور اس حدیث میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ کی قید کا ذکر نہیں۔

(۸)...... امام ابو الشیخ اصبہانی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ :رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءَ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المدینی، وھبة اللہ ابن السبط، وعبد اللہ بن عبدالرحمن بن أیوب الحربی، وآخرون (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج۱۹ ص۵۵۸، ۵۵۹، تحت ترجمة ابن کادش، رقم الترجمة ۳۲۴)

مگر ٹوپی کے مبحوث فیہ باب میں دیگر احادیث نیز صحابۂ کرام وتابعین اور فقہائے کرام کے عمل کے مؤیدات موجود ہیں، بالخصوص جبکہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی اس سے قبل ذکر کردہ حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

قد یحکم بالحدیث بالصحة، اذا تلقاہ الناس بالقبول، وان لم یکن لہ اسناد صحیح.
قال ابن عبدالبر فی الاستذکار لماحکی عن الترمذی ان البخاری صحح حدیث البحر ھو الطھور ماء ہ، واھل الحدیث لایصححون مثل اسنادہ. لکن الحدیث عندی صحیح، لان العلماء تلقوہ بالقبول. قلت: والقبول تارة بالقول وتارة بالعمل علیہ، ولذا محقق فی الفتح وقول الترمذی العمل علیہ عند اھل العلم یقتضی قوة اصلہ، وان ضعف خصوص ھذاالطریق اہ .وقال السیوطی فی التعقبات :الحدیث اخرجہ الترمذی ،وقال حسن ضعفہ احمد وغیرہ، والعمل علیہ عند اھل العلم فاشار بذالک ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم ، وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اھل العلم بہ ، وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ اھ (قواعد فی علوم الحدیث مقدمة اعلاء السنن جلد ۱۹ ص۶۰ تا ۶۲)

شَامِيَةٌ (اخلاق النبی لابی الشیخ اصبہانی) ؎۱

؎۱ رقم الحدیث ۳۱۳، ج۲ص۲۰۷، باب ذکر قلنسوته صلی الله علیه وسلم
مذکورہ حدیث کی مکمل سند مندرجہ ذیل ہے:

حدثنا محمد بن إبراهيم بن داود ، نا عبد الله بن محمد بن أبي أسامة الحلبي ، نا الضحاک بن حجوة المنبجي ، نا عبد الله بن واقد ، عن أبي حنيفة ، عن عطاء بن أبي رباح ، عن أبي هريرة (حوالہ بالا)

اس حدیث میں پہلے راوی محمد بن ابراہیم بن داؤد ہیں، جنہیں ابوالشیخ اصبہانی نے شیخ ثقہ فرمایا ہے۔

محمد بن إبراهيم بن داود الجرباذقاني شيخ ثقة ، صاحب أصول كثير الحديث قدم علينا سنة إحدى عشرة وثلاثمائة(طبقات المحدثين بأصبهان ،ج۴ص۹۴ تحت ترجمة،محمد بن إبراهيم بن داود الجرباذقاني،رقم الترجمة ۵۶۳)

اورعلامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

العلامة، القدوة، أبو جعفر محمد بن إبراهيم بن حسين الجرباذقاني.سمع :غانما الجلودي، وإسماعيل بن محمد الحافظ، وفاطمة بنت البغدادي، وببغداد الأرموي، وابن ناصر، ولازمه .وكتب الكثير، وكان ثقة، متقنا، متثبتا، صاحب فقه وفنون، مع الزهد والقناعة.عظم قدره ابن الأخضر، وأطنب في وصفه.وقال المحدث أبو الفضل بن شافع :هذا الشخص لم أر مثله زهدا وعلما وتفننا في العلوم، تحقق بعلوم، وصار فيها منتهيا، يشار إليه في جل غوامضها، وكان شافعيا، لو عاش لكانت الرحلة إليه من الآفاق (سير اعلام النبلاء ۲۰ص۲۵۱)

اوردوسرے راوی ابواسامہ عبداللہ بن محمد بن ابی اسامہ حلبی ہیں، ان پر کوئی جرح دستیاب نہیں ہوئی۔

أبو أسامة :عبد الله بن محمد بن أبي أسامة الحلبي ، من ولد زيد بن علي .حدث عن :الحجاج بن أبي منيع(فتح الباب في الكنى والألقاب للشيخ الإمام أبي عبد الله محمد بن إسحق بن منده الأصبهاني"المتوفیٰ۳۹۵ھ" ج۱ص۹۵، باب ومن كنيته ابواسامة) (عبد الله بن محمد بن أبي أسامة الحلبي .)أبو أسامة .سمع :أباه، وحجاج بن أبي منيع، وإسحاق بن الأخيل .وعنه :الطبراني، ومحمد بن محمد بن خليفة، وأبو المنقور بن راشد، وجماعة(تاريخ الاسلام للامام الذهبي، ج۶ص۶۷۰)

عبد الله بن أبي أسامة:قال الحاكم رحمه الله حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا عبد الله بن أبي أسامة الحلبي.في "تاريخ بغداد "ترجمة إسحاق بن محمد أن عبد الله يكنى أبا أسامة.وفي "تهذيب الكمال "في ترجمة شيخه حجاج بن أبي منيع من الرواة عنه وأبو أسامة عبد الله بن محمد بن أبي أسامة الحلبي.ترجمه الخليلي في "الإرشاد" فقال:عبد الله بن أسامة كذا، والصواب :عبد الله بن أبي أسامة، واسم أبيه محمد، ثم قال :الحلبي صاحب غرائب.روى عنه ابن صاعد وأقرانه وأبو نعيم الجرجاني، وآخر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید شامی (یعنی سَر کے ساتھ ملی ہوئی) ٹوپی پہنی ہوئی تھی (ابوشیخ اصبہانی)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

من روى عنه الطبرانی وهو ثقة اهـ المراد منه .ترجمه الذهبی رحمه الله فی "تاریخ الإسلام "فقال :عبد الله بن محمد بن أبی أسامة الحلبی أبو أسامة سمع أباه وحجاج بن أبی منیع وإسحاق بن الأخیل وعنه الطبرانی ومحمد بن خلیفة وأبو المنقور بن راشد وجماعة .اهـ(رجال الحاکم فی المستدرک، ج ا ص ۲۹،لمقبل بن هادی بن مقبل بن قائدة المهدانی الوداعی)

اور تیسرے راوی ضحاک بن حجوہ ہیں، جن کو بعض نے منکر الحدیث اور بعض نے واضع الحدیث فرمایا ہے، لیکن محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی (المتوفی ٦٦٥ھ) کی تالیف شدہ "جامع مسانید الامام الاعظم" میں ضحاک بن حجر کے بجائے ضحاک بن مخلد راوی ہیں، اور ضحاک بن مخلد ثقہ راوی ہیں (جس کا ذکر آگے آتا ہے)

نیز یہ حدیث بعض دوسری اسناد سے بھی مروی ہے، اور اس کی تائید دیگر احادیث اور صحابۂ کرام کے عمل سے ہوتی ہے۔

اور چوتھے راوی ابوقتادہ حرانی ہیں، جن کو امام احمد نے ثقہ قرار دیا ہے، اور ابنِ معین نے بھی ایک روایت میں ان کو ثقہ قرار دیا ہے، اور امام احمد نے ان کی تکذیب کرنے والوں پر سخت رد فرمایا ہے۔

عبد الله بن واقد ، أبو قتادة الحرانی، مولى بنی حمان.ویقال :مولى بنی تمیم.................

قال أبو الحسن المیمونی، عن أحمد بن حنبل :ثقة، إلا أنه كان ربما أخطأ، وكان من أهل الخیر، یشبه النساک، وكان له حركة وذكاء .

وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل :سئل أبی عن أبی قتادة الحرانی، فقال :ما به بأس، رجل صالح، یشبه أهل النسک والخیر، إلا أنه كان ربما أخطأ .قیل له :إن قوما یتكلمون فیه؟ قال :لم یكن به بأس .قلت :إنهم یقولون :لم یفصل بین سفیان ویحیى بن أبی أنیسة .قال :لعله أختلط، أما هو فكان ذكیا .فقلت :ان یعقوب بن إسماعیل بن صبیح ذكر :أن أبا قتادة الحرانی كان یكذب .فعظم ذلک عنده جدا، وقال :كان أبو قتادة یتحرى الصدق، وأثنى علیه، وذكره بخیر، وقال :قد رأیته یشبه أصحاب الحدیث، وأظنه كان یدلس، ولعله كبر فاختلط، والله أعلم.

وقال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن یحیى بن معین :لیس بشیء .

وقال عباس الدوری عن یحیى بن معین :ثقة

وقال عبد الرحمن بن أبی حاتم : سألت أبا زرعة عن أبی قتادة الحرانی، قلت :ضعیف الحدیث؟ ، قال :نعم، لا یحدث عنه .ولم یقرأ علینا حدیثه.

قال أبو زرعة سمعت ابن نفیل الحرانی، یقول :دفع إلی أبو قتادة الحرانی كتاب أبی نعیم، عن مسعر، فقرأه حتى انتهى إلى شک أبی نعیم، فقال :ما هذا؟

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فائدہ: سفید لباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسے بھی پسند تھا، ٹوپی بھی لباس کا حصہ ہے، اور سفید ٹوپی پہننے کے بارے میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں عمامہ کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر نہیں رہا کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سر پر عمامہ پہنتے تھے، اسی طرح بسا اوقات بغیر عمامہ کے ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے، اور اس حدیث کو عمامہ کے ساتھ خاص کر کے یہ کہنے کی کوئی دلیل نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنی ہوئی تھی، بلکہ قرائن بغیر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال ابن أبی حاتم أیضا :سألت أبی عن أبی قتادة الحرانی، فقال :تکلموا فیه، منکر الحدیث، وذهب حدیثه.

وقال البخاری ترکوه، منکر الحدیث.

وقال فی موضع آخر سکتوا عنه .وقال النسائی لیس بثقة .وقال إبراهیم بن یعقوب الجوزجانی : متروک الحدیث(تهذیب الکمال فی أسماء الرجال، ج۱۶، ص ۲۶۲)

وقول من قال :لعله کبر فاختلط تخمین وظن لا یثبت به اختلاطه، ومعلوم أن المقرر فی الأصول وعلوم الحدیث :أن الصحیح أن التعدیل یقبل مجملاً، والتجریح لا یقبل إلا مفصلاً، مع أن روایة سعید بن أبی عروبة، عن أنس لیس فی أحد من رواتها کلام ....ویؤیده أیضاً :الأحادیث المتعددة التی ذکرنا، وإن کانت ضعافاً لأنها تقوی غیرها، ولا سیما حدیث ابن عباس، فإنا قد ذکرنا سنده، وبینا أنه لا یقل عن درجة الاحتجاج .وقال الشوکانی فی نیل الأوطار :ولا یخفی أن هذه الطرق یقوی بعضها بعضاً، فتصلح للاحتجاج.ومما یؤید الحدیث المذکور أن أکثر أهل العلم علی العمل به (أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن للشنقیطی" المتوفی :۱۳۹۳ھ" تحت آیت ۲۷ من سورة الحج)

اور مذکورہ روایت کے پانچویں راوی حضرت امام ابوحنیفہ اور چھٹے راوی حضرت عطاء بن ابی رباح اور آخری راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن کے ثقہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس لیے ان پر کلام کی ضرورت نہیں۔

جامع مسانید الامام الاعظم للخوارزمی کی حدیث مع متن وسند کے (جس میں ضحاک بن مخلد راوی ہیں) درج ذیل ہے:

﴿ابوحنیفة﴾(عن)عطاء بن ابی رباح (عن) أبی هریرة قال کان لرسول الله صلی الله وسلم، قلنسوة شامیة بیضاء(اخرجه) ابومحمد البخاری(عن) قتیبة بن الفضل(عن) زکریا بن یحییٰ بن الحارث (عن)محمد بن ایوب (عن) ابی اسامة عبدالله بن محمد الحلبی (عن)الضحاک بن مخلد(عن)ابی قتادة(عن) ابی حنیفة رضی الله عنه (جامع مسانید الامام الاعظم ،الجزء الاول ،صفحه ۱۹۸، الطبعة الاولیٰ:بمطبعة مجلس دائرة المعارف الکائنة فی الهند ، بمحروسة حیدر آباد الدکن سنة (۱۳۳۲ھ)

عمامہ کے ٹوپی پہننے کے ہیں، کیونکہ ٹوپی کے رنگ اور پوری نوعیت کو بیان کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ ٹوپی کسی چیز سے ڈھکی اور چھپی ہوئی نہیں تھی۔ [۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مصری اور شامی اور یمنی مختلف قسم کی چھوٹی اور لمبی ٹوپیاں ہوتی تھیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ٹوپیاں استعمال فرمائی ہیں، ٹوپی کو عربی میں ''قلنسوۃ'' کہا جاتا ہے، اور ''برنس'' بھی کہا جاتا ہے، جس کا مزید ذکر آگے آتا ہے۔ [۲]

(۹)......اور ابونعیم نے مسند ابی حنیفہ میں عطاء بن ابی رباح کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ:

قَالَ : رَأَيْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَنْسُوَةً خُمَاسِيَّةً طَوِيْلَةً (مسند ابی حنیفة روایة ابی نعیم) [۳]

---

[۱] علاوہ ازیں حدیث میں ''وعلیہ'' کے الفاظ ہیں، جو سر کے اوپر ٹوپی؛ نہ کہ ٹوپی کے اوپر کسی اور چیز کے ہونے کے مقتضی ہیں۔

[۲] قلنسوة: وبه (عن عطاء عن أبي هريرة قال : كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم قلنسوة) بفتح القاف واللام وسكون النون وفتح السين المهملة ، وفي القاموس إذا فتحت ضممت السين وإذا ضممتها كسرتها والمراد ما يلبس في الرأس وتسمى الآن عراقية وكوفية وشامية منسوبة إليها. وبه (عن عطاء عن أبي هريرة قال: كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم قلنسوة بيضاء شامية) وهذا الحديث كالتفسير لما قبله ورواه الطبراني عن ابن عمر أنه عليه الصلاة والسلام كان يلبس قلنسوة بيضاء ، وفي رواية ابن عساكر عن عائشة كان يلبس قلنسوة بيضاء لاطية.

وفي رواية ابن عساكر كان يلبس القلانس اليمانية وهي البيض المضربة ، ويلبس قلنسوة ذات أذان (شرح مسند ابی حنیفة، صفحه ۱۴۲ ،باب ذكر إسناده عن عطاء بن أبي رباح)

[۳] صفحه ۱۳۷ ،باب العين ، روايته عن عطاء بن ابی رباح،الناشر:مكتبة الكوثر -الرياض.

مذکورہ حدیث کی مکمل سند یہ ہے:

حدثنا عبد الله بن محمد بن جعفر، وأبو أحمد الجرجاني قالا :ثنا أحمد بن عبد الله بن يوسف الحميري، ثنا أبو أسامة، ثنا الضحاك بن حجر، ثنا أبو قتادة الحراني، ثنا أبو حنيفة، عن عطاء ، عن أبي هريرة قال:

اس روایت میں مذکور ابواسامہ عبداللہ بن محمد حلبی ، اور ان کے بعد کے راویوں کا ذکر اس سے پہلی روایت کے ذیل میں گزر چکا ہے، اور اس روایت میں مذکور باقی راوی بھی معتبر ہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر خماسی (یعنی گول) لمبی ٹوپی دیکھی (مسندابی حنیفہ)

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر نہیں رہا کرتے تھے، اور ٹوپی وغیرہ اوڑھ کر رہتے تھے، لمبی اور چپٹی ٹوپی پہننے کے مضمون کی اور بھی کئی حدیثیں وارد ہیں، اس حدیث سے گول ٹوپی پہننے کا سنت ہونا ثابت ہوا۔ [1]

نیز اس سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا معلوم ہوا۔ [2]

(۱۰)......حضرت عطاء، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ قَلَانِسَ :

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما عبد الله بن محمد بن جعفر ؛ فهو الحافظ المشهور بأبي الشيخ ابن حيان؛ وهو ثقة ؛ يكثر عنه أبو نعيم(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة للألباني، تحت حديث رقم ۵۲۹۱)

الغطريفي الحافظ المتقن الإمام أبو أحمد محمد بن أحمد بن الحسين بن القاسم بن السرى بن الغطريف بن الجهم العبدى الجرجاني.مصنف الصحيح على المسانيد .سمع أبا خليفة فاستوعب ما عنده والحسن بن سفيان وابن خزيمة .حدث عنه رفيقه الإسماعيلي في صحيحه بأكثر من مائة حديث وحمزة السهمي والقاضي أبو الطيب وأبو نعيم .وكان من علماء المحدثين ومتقنيهم صواماً صالحاً ثقة (طبقات الحفاظ للسيوطى،ص۳۸۷ وص۳۸۸، الطبقة الثانية عشر، تحت ترجمة الغطريفي،رقم الترجمة ۸۸۰)

اور ابونعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضحاک کے علاوہ دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے، چنانچہ مذکورہ حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ:

> حدثنا محمد بن إسحاق القاضي، ثنا الحسين بن يوسف الواسطي، ثنا إسحاق بن شاهين، ثنا خالد بن عبد الله، ويزيد بن عبد الله، قالا :ثنا أبو حنيفة، ح وثنا أحمد بن إبراهيم البلدى، بمثله(مسند ابى حنيفة رواية ابى نعيم،صفحة ۱۳۷ ،باب العين ، روايته عن عطاء بن ابى رباح،الناشر:مكتبة الكوثر -الرياض،اخلاق النبى لابى الشيخ اصبهانى،رقم الحديث ۲۹۸)

[1] حدیث میں خماسیۃ کے الفاظ ہیں، جس سے گول ٹوپی کے ساتھ ساتھ پانچ کلی ٹوپی کی اصل بھی حدیث سے ثابت ہوگئی، کیونکہ وہ حقیقی خماسی ہوتی ہے۔محمد رضوان۔

[2] اس حدیث میں بھی ''رأیت علی رسول اللہ الخ'' کے الفاظ ہیں، جو اس وقت بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے کے مقتضی ہیں۔

قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءُ مِصْرِيَّةٌ ، وَقَلَنْسُوَةٌ بَرْدَةٌ حَبْرَةٌ ، وَقَلَنْسُوَةٌ ذَاتُ آذَانٍ، يَلْبَسُهَا فِي السَّفَرِ ، وَرُبَمَا وَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِذَا صَلَّى (اخلاق النبی لابی الشیخ اصبہانی)[1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ٹوپیاں تھیں، ایک سفید مصری (یعنی سر کے ساتھ ملی ہوئی چھوٹی) ٹوپی، دوسری روئی کے سلے ہوئے کپڑے کی (کچھ بڑی) ٹوپی، تیسری کانوں والی ٹوپی، جسے سفر میں استعمال فرماتے تھے، اور بعض اوقات (ضرورت پڑنے پر) اس کو نماز پڑھتے وقت اپنے سامنے (سترہ کی غرض سے) رکھ لیا کرتے تھے (ابوشیخ اصبہانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ موقع وحسبِ موسم تین قسم کی ٹوپیاں استعمال فرماتے تھے۔

ایک سفید چپٹی یعنی سَر کے ساتھ ملی ہوئی پتلے کپڑے کی ٹوپی، دوسری روئی کی سِلی ہوئی گرم ٹوپی، اور تیسری لمبی ٹوپی جو کہ کانوں والی تھی، جس سے سردی اور ہوا وغیرہ کے وقت کان بھی ڈھک جاتے تھے۔

اس تیسری ٹوپی کو عربی میں برنس بھی کہا جاتا ہے، اور صحابۂ کرام سے ایسی ٹوپی پہننا کثرت سے ثابت ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز پڑھتے اور سامنے کوئی اور سترہ نہ ہوتا، تو دوسروں کو نماز کے سامنے سے گزرنے سے آگاہ کرنے کے لیے لمبی کان والی ٹوپی کو سترہ بنا لیا کرتے تھے۔

ممکن ہے کہ اس وقت سر پر دوسری ٹوپی ہوتی ہو، یا عمامہ ہوتا ہو، کیونکہ ننگے سر نماز پڑھنے کا اس روایت میں ذکر نہیں، اور سترہ کی تاکید زیادہ ہے۔

---

[1] رقم الحدیث ۳۱۵، ج۲ص ۲۱۱، باب ذکر قلنسوته صلی الله علیه وسلم .

اور ننگے سر نماز پڑھنا ویسے بھی پسندیدہ عمل نہیں، جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔ ؎۱

؎۱ روى ابـن عسـاكر عن ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم كان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه "

قلت :الحديث لا يصح الاستدلال به على الكشف لوجهين :الأول :أنه حديث ضعيف ويكفى للدلالة على ذلك تفرد ابن عساكر به وقد كشفت عن علته فى "الضعيفة "(٢٥٣٨) الثانى : أنه لو صح فلا يدل على الكشف مطلقا فإن ظاهره أنه كان يفعل ذلك عند عدم تيسر ما يستتر به لأن اتخاذ السترة أهم للأحاديث الواردة فيها.

والذى أراه فى هذه المسألة أن الصلاة حاسر الرأس مكروهة ذلك أنه من المسلم به استحباب دخول المسلم فى الصلاة فى أكمل هيئة إسلامية للحديث المتقدم فى الكتاب ... " :فإن الله أحق أن يتزين له "وليس من الهيئة الحسنة فى عرف السلف اعتياد حسر الرأس والسير كذلك فى الطرقات والدخول كذلك فى أماكن العبادات بل هذه عادة أجنبية تسربت إلى كثير من البلاد الإسلامية حينما دخلها الكفار وجلبوا إليها عاداتهم الفاسدة فقلدهم المسلمون فيها فأضاعوا بها وبأمثالها من التقاليد شخصيتهم الإسلامية فهذا العرض الطارء لا يصلح أن يكون مسوغا لمخالفة العرف الإسلامى السابق ولا اتخاذه حجة لجواز الدخول فى الصلاة حاسر الرأس.

وأما استدلال بعض إخواننا من أنصار السنة فى مصر على جوازه قياسا على حسر المحرم فى الحج فمن أبطل قياس قرأته عن هؤلاء الإخوان كيف والحسر فى الحج شعيرة إسلامية ومن مناسكه التى لا تشاركه فيها عبادة أخرى ولو كان القياس المذكور صحيحا للزم القول بوجوب الحسر فى الصلاة لأنه واجب فى الحج وهذا إلزام لا انفكاك لهم عنه إلا بالرجوع عن القياس المذكور ولعلهم يفعلون.

وكذلك استدلاله بحديث على مرفوعا" :ائتوا المساجد حسرا ومعصبين فإن العمائم تيجان المسلمين ."استدلال واه لأن الحديث ضعيف جدا أعتقد أنه موضوع لأنه من رواية ميسرة بن عبد ربه وهو وضاع باعترافه وقال العراقى: "متروك."

وقال المناوى فى "شرح الجامع الصغير :"

"ومن ثم رمز المؤلف لضعفه لكن يشهد له ما رواه ابن عساكر بلفظ :ائتوا المساجد حسرا ومقنعين فإن ذلك من سيما المسلمين."

قلت :لم يسق المناوى إسناده لينظر فيه وهل يصلح شاهدا لهذا الحديث الموضوع أم لا؟

وجملة القول أنه حديث ضعيف جدا على أقل الأحوال فالاستدلال به غير جائز والسكوت عنه إثم.

ثم تبين لى أن الحديث بلفظيه عند ابن عدى من طريق ذاك الوضاع ومن طريقه عند ابن عساكر باللفظ الآخر أورده السيوطى فى "الجامع الصغير "باللفظ الأول من رواية ابن عدى وفى "الجامع الكبير "باللفظ الآخر من رواية ابن عدى وابن عساكر فتوهم المناوى بأنه حديث آخر بإسناد آخر فجعله شاهدا للأول !ومن الظاهر أنه لم يقف على إسناد ابن عساكر وإلا لم يقع منه هذا الخلط والخبط الذى قلدته فيه لجنة تحقيق "الجامع الكبير "بمجمع البحوث الإسلامية ١/٣١/٣٢

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر اور حضر میں ٹوپی پہن کر رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اور ننگے سر رہنے کے عادی نہیں تھے۔

اس حدیث میں بھی ٹوپی کو عمامہ کے ساتھ پہننے کی قید مذکور نہیں۔

لہٰذا یہ حدیث اپنے عموم اور اطلاق کے ساتھ عمامہ کے ساتھ اور عمامہ کے بغیر دونوں طریقوں سے ان ٹوپیوں کے پہننے کو شامل ہے۔ [1]

(۱۱)...... حضرت ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ عباس بن ہشام سے اور وہ اپنے والد، اور وہ اپنے دادا سے اور وہ حضرت ابوصالح سے اور وہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَنْسُوَةَ أَسْمَاطٍ، يَعْنِيْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

و۳۳ فی مصر !ولو فرضنا أن اللفظ الثانی سالم من مثل هذا الوضاع فهو لا یصلح شاهدا للأول لأن الشاهد لا ینفع فی الموضوع بل ولا فی الضعیف جدا وقد ذکر المناوی نفسه نحو هذا فی غیر هذا الحدیث فجل من لا ینسی .والحدیث قد خرجته فی "الضعیفة ۱۲۹۶ .

وأما استحباب الحسر بنیة الخشوع فابتداع حکم فی الدین لا دلیل علیه إلا الرأی ولو کان حقا لفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم ولو فعله لنقل عنه وإذ لم ینقل عنه دل ذلک أنه بدعة فاحذرها.

ومما سلف تعلم أن نفی المؤلف ورود دلیل بأفضلیة تغطیة الرأس فی الصلاة لیس صوابا علی إطلاقه إلا إن کان یرید دلیلا خاصا فهو مسلم ولکنه لا ینفی ورود الدلیل العام علی ما بیناه آنفا وهو التزین للصلاة بالزی الإسلامی المعروف من قبل هذا العصر والدلیل العام حجة عند الجمیع عند عدم المعارض .فتأمل.(تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة للالالبانی ص ۱۶۴ تا ۱۶۶)

[1] کان یلبس کمة بیضاء وهی القلنسوة ، وفی خبر أنه کان له ثلاث قلانس :قلنسوة بیضاء ، مصریة، وقلنسوة بردة حبرة ، وقلنسوة ذات آذان یلبسها فی السفر ، وربما وضعها بین یدیه إذا صلی ، ویؤخذ من ذلک أن لبس القلنسوة البیضاء یغنی عن العمامة ، وبه یتأید ما اعتاده بعض مدن الیمن من ترک العمامة من أصلها ، وتمییز العلماء بطیلسان علی قلنسوة بیضاء لاصقة بالرأس ، لا یقال :محل أصل السنة بذلک ما لم یکن بمحل یعدّ لبس ذلک مزریاً له .لأنا نقول :شرط خرم المروءة بذلک أن لا یقصد التشبه بالسلف ، فأولی قصده التشبه به ، إذ لا یترک التأسی لعرف طارئ(بغیة المسترشدین لعبد الرحمن بن محمد بن حسین بن عمر باعلوی ص ۱۸۲ ،باب اللباس والتحلیة)

جَلُوْطٍ، وَكَانَتْ فِيْهَا ثُقْبَةٌ (انساب الاشراف للبلاذری) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موٹے کپڑے (یا چمڑے) کی ٹوپی تھی، جس میں سوراخ تھے (انساب الاشراف)

فائدہ: آگے حضرت ابو سلیط رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آرہی ہے، جس سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کی تائید ہوتی ہے۔

(۱۲)..... حضرت جریر بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، اور میں نے عرض کیا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کی خبر دیجئے، تو حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَهُ قَلَنْسُوَةٌ طَوِيْلَةٌ ، لَهَا أُذُنَانِ ، وَقَلَنْسُوَةٌ لَاطِيَةٌ (اخلاق النبی لابی الشیخ اصبهانی) ۲

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کی ایک لمبی ٹوپی تھی، جس کے دونوں طرف کان تھے، اور آپ کی ایک ٹوپی سر کے ساتھ چپکی (اور ملی وجڑی) ہوئی تھی (ابو شیخ اصبہانی)

فائدہ: جب ایک انسان کی دوسرے پر نظر پڑتی ہے، تو سب سے پہلے اوپر کے حصہ پر نظر جاتی ہے، اور سر و چہرہ کی حالت اچھی طرح محفوظ ہو جاتی ہے۔

---

۱ ج ۱ ص ۵۰۷، القول فی بعض خصائص النبی صلی الله علیه وسلم ، باب لباس رسول الله صلی الله علیه وسلم، الناشر: دارالفکر ، بیروت)

اور بلاذری سے امام محمد بن یوسف صالحی شامی نے ''جلوط'' کے بجائے ''جلودا'' کے الفاظ نقل کئے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وروی أبو الحسن البلاذری رحمه الله تعالی فی تاریخه عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما قال :كان لرسول الله صلی الله علیه وسلم قلنسوة أسماط، یعنی جلودا، وكان فیها ثقبة(سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیر العباد، ج۷ص۵۰۸، جماع أبواب سیرته صلی الله علیه وسلّم فی لباسه وذكر ملبوساته، الباب الثالث فی قلنسوته)

۲ رقم الحدیث ۳۱۶، ج۲ ص۲۱۳، باب ذكر قلنسوته صلی الله علیه وسلم .

حضرت عبداللہ بن بسر صحابی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹوپی پہننے کا ذکر فرمایا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہن کر رکھنے کے عادی تھے، ننگے سر رہنے کے عادی نہیں تھے، حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ ایک ٹوپی تو لمبی یعنی دونوں طرف کانوں والی تھی، جس سے دونوں طرف کے کان ڈھک جاتے تھے، اور سردی اور لُو وغیرہ سے حفاظت رہتی تھی (اور اس کو عربی میں ''برنس'' بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ آج کل ''کان ٹوپ'' نام کی ٹوپی ہوتی ہے)

اور دوسری ٹوپی چپٹی تھی، جو سر کے ساتھ چپکی اور ملی ہوئی رہتی تھی، اور وہ کانوں تک نہیں پہنچتی تھی، جیسا کہ آج کل علماء وصلحاء اور نیک لوگ کثرت سے پہنتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ کا ذکر نہیں، اور بغیر عمامہ کی قید کے ٹوپی پہننے کو شامل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ اور عمامہ کے بغیر دونوں طرح ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

(۱۳)......ابنِ عساکر اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) كَـانَتْ لَهٗ كُمَّةٌ بَيْضَآءُ (تاريخ دمشق لابن عساكر) [1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سفید چپٹی (یعنی سر کے ساتھ ملی ہوئی) ٹوپی تھی (ابن عساکر)

(۱۴)......اور ابنِ عساکر اپنی ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَـانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ (صَـلَّـى الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)قَـلَـنْسُوَةٌ بَيْضَآءُ لَاطِئَةٌ يَلْبَسُهَا (تاريخ دمشق لابن عساكر) [2]

---

[1] ج۴ص۱۹۳، السيرة النبوية،باب ما ورد فى شعره وشيبه وخضابه الخ.
[2] ج۴ص۱۹۳، السيرة النبوية،باب ماورد فى شعره وشيبه وخضابه الخ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سفید سر کے ساتھ چپکی ہوئی ٹوپی تھی، جسے آپ پہنا کرتے تھے (ابن عساکر)

فائدہ: اس سے پہلی روایت میں ٹوپی پہننے کا صراحتاً ذکر نہیں تھا، مگر اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹوپی پہننے کا صراحتاً ذکر ہے، اور اگلی روایت میں بھی صراحتاً ذکر ہے۔

اور ان روایات میں عمامہ کا ذکر نہیں، اس لیے یہ حدیث بھی عمامہ کی قید کے ساتھ ٹوپی پہننے کے لئے مشروط نہیں۔

(۱۵)......خطیب بغدادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَآءُ لا طِيَةٌ يَلْبَسُهَا

(المتفق والمفترق للخطيب البغدادی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سفید سر کے ساتھ چپکی ہوئی ٹوپی تھی، جسے آپ پہنا کرتے تھے (خطیب بغدادی)

(۱۶)......ابوالشیخ اصبہانی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ مِنَ الْقَلَانِسِ فِي السَّفَرِ ذَوَاتَ الْآذَانِ ، وَفِي الْحَضَرِ الْمُشْمِرَةَ ، يَعْنِي الشَّامِيَّةَ (اخلاق النبی لابی الشیخ اصبہانی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے، اور حضر (یعنی قیام کی حالت میں) چپٹی یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے (ابوالشیخ اصبہانی)

فائدہ: اس حدیث میں کانوں والی ٹوپی کا بھی ذکر ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۱۷)......اور محی السنۃ حسین بن مسعود بغوی (متوفیٰ ۵۱۶ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت

---

[1] رقم الحدیث ۱۲۵۵، ج۳ص ۱۷۲۴، الناشر: دار القادری للطباعة والنشر والتوزیع، دمشق.

[2] رقم الحدیث ۳۱۴، ج۲ص ۲۰۹، باب ذکر قلنسوته صلی الله علیه وسلم.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ مِنَ الْقَلَانِسِ فِي السَّفَرِ ذَوَاتَ الْأُذُنَيْنِ وَفِي الْحَضَرِ الْمُشَمِّرَةَ يَعْنِي الشَّامِيَّةَ (الأنوار فی شمائل النبی المختار) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے، اور حضر (یعنی قیام کی حالت میں) چپٹی یعنی شامی ٹوپی پہنتے تھے (انوار شمائلِ نبی)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر میں ٹوپی پہننے کے ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر وحضر میں ننگے سر رہنے سہنے کے عادی نہیں تھے، اور ٹوپی پہنے رکھنے کے عادی تھے، سفر میں ہوا اور سردی اور گرد وغبار وغیرہ سے حفاظت کے لیے کانوں والی لمبی ٹوپی پہنا کرتے تھے، جسے عربی میں ''برنس'' کہا جاتا ہے، اور جب حضر میں ہوتے تو چھوٹی اور سر کے ساتھ چمٹی اور جڑی ہوئی ٹوپی پہنا کرتے تھے، یہ ساری تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کاموں کے منظّم ہونے کی وجہ سے تھی۔

اس حدیث میں بھی سفر اور حضر میں ٹوپی کے ساتھ عمامہ کی قید نہیں۔

لہٰذا یہ حدیث بھی سفر وحضر میں عمامہ کے ساتھ اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے بلکہ لفظِ ''کان'' کے ساتھ بکثرت ٹوپی پہننے کو شامل ہے۔

(۱۸)......اور خطیب بغدادی اپنی ایک سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ مِنَ الْقَلَانِسِ ذَاتَ الْأَذَانِ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب بغدادی) [2]

---

[1] رقم الحدیث ۷۹۶، ج ۱ ص ۵۳۶، ۵۳۷، باب فی ذکر عمامته وقلنسوته صلی اللہ علیه وسلم، الناشر: دار المکتبی - دمشق.

[2] رقم الحدیث ۸۹۰، ج ۱ ص ۳۸۳، باب لبسه القلنسوة والعمامة یستحب له أن یلبس القلنسوة ویعتم من فوقها بالعمامة، الناشر: مکتبة المعارف - الریاض.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لمبی کانوں والی ٹوپی (برنس) پہنتے تھے (جامع اخلاق الراوی)

(۱۹)......اور ابوالقاسم تمام بن محمد رازی (متوفی ۴۱۴ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ مِنَ الْقَلَانِسِ ذَاتَ الْاٰذَانِ (الفوائد لتمام الرازی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوں والی ٹوپی (برنس) پہنتے تھے (فوائد تمام رازی)

فائدہ: اس حدیث میں بھی ٹوپی کا بغیر کسی قید وشرط کے پہننا ثابت ہے، لہٰذا یہ حدیث بھی عمامہ کے ساتھ اور عمامہ کے بغیر دونوں طریقوں سے ٹوپی پہننے کو شامل ہے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث اگرچہ الگ کسی سند کے ساتھ تو ضعیف ہو، لیکن مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہونے اور دوسری روایات کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے مجموعی طور پر حسن درجہ میں داخل ہے۔

(۲۰)......حضرت ابنِ ابی عاصم ہشام بن عمار سے اور وہ عبداللہ بن یزید بکری سے اور وہ حضرت عکرمہ بن عمار سے اور وہ حضرت ابوسلیط رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ رَأَى عَلىٰ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَلَنْسُوَةَ أَسْمَاطٍ لَهَا أُذُنَانِ، قَدْ ثُقِبَ لَهُمَا جُحْرَانِ فِي أُذُنَيْهِمَا (الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم) [3]

ترجمہ: حضرت ابوسلیط رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر اونی کانوں والی ٹوپی دیکھی، جس کے کانوں میں آر پار دو سوراخ تھے (ابن ابی عاصم)

(۲۱)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۱۱، ج۲ص۱۸، الناشر: مکتبۃ الرشد، الریاض.

[2] اور لفظِ ''کان'' کم از کم تکثیر کا بھی مقتضی ہے۔

[3] ج۳ ص۳۰۳، تحت حدیث رقم ۱۶۸۳، الناشر: دار الرایۃ -الریاض.

رَأَيْتُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَلَنْسُوَةَ أَسْمَاطٍ لَهَا أُذُنَانِ قَدْ نَقَبَ لَهُمَا جُحْرَانِ فِي أُذُنَيْهِمَا (الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر اونی کانوں والی ٹوپی دیکھی، جس کے کانوں میں آر پار دو سوراخ تھے (ابن ابی عاصم)

فائدہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ مضمون کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر نہ رہتے تھے اور ٹوپی پہن کر رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کی گرم ٹوپی استعمال فرمائی ہے، اور کانوں کو ڈھانکنے والی ٹوپی بھی استعمال فرمائی ہے، جسے برنس کہا جاتا ہے، اور سوراخ والی ٹوپی بھی استعمال فرمائی ہے۔

اس حدیث میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ کو دیکھنے کی کوئی قید و صفت مذکور نہیں۔

مذکورہ متعدد صحابۂ کرام کی احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف قسم کی ٹوپیاں استعمال کرنا معلوم ہو چکا، اور ان میں سے بعض روایات سند کے لحاظ سے ضعیف بھی ہوں، تو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر حسن درجہ حاصل کر لیتی ہیں، اور اگر بالفرض کوئی روایت شدید ضعیف بھی ہو، تو اس کے تائیداً و استشہاداً اور اس مسئلہ کی شریعت میں اصل ہونے کی بنیاد پر قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ [2]

(۲۲)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ

---

[1] ج۵ ص۲۷۶، تحت حديث رقم ۲۸۰۱، الناشر: دار الراية - الرياض.

[2] وصح انه عليه الصلاة والسلام لبسها......ای لبس القلانس (ردالمحتار، ج۶ ص۷۵۵، آخر كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى)

شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ أَوْ وَرْسٌ (بخاری) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول محرِم (حالتِ احرام میں) کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قمیص پہن سکتا، اور نہ عمامے پہن سکتا، اور نہ شلواریں پہن سکتا، اور نہ ٹوپیاں پہن سکتا، اور نہ موزے پہن سکتا، مگر جس شخص کو جوتے میسر نہیں تو وہ موزے اس طرح پہن لے کہ ان دونوں کے ٹخنوں سے نیچے سے (اوپر کا حصہ) کاٹ دے، اور نہ ایسا کوئی کپڑا پہنے جس کو زعفران یا ورس (ایک خاص خوشبو والا رنگ) لگا ہوا ہو (بخاری، مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام، عمامہ اور ٹوپی پہننے کا اہتمام کرتے تھے، جس طرح سے قمیص وغیرہ پہننے کا اہتمام کرتے تھے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں ٹوپی اور عمامہ سب کے پہننے سے منع فرمایا، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ عمامے کے بغیر خالی ٹوپیاں پہننا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رائج تھا (جس کا ذکر پیچھے صریح احادیث وروایات میں گزر چکا ہے، اور آگے بھی آ رہا ہے) اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں مستقل طور پر ٹوپی پہننے سے منع فرمایا، اور عمامہ کو پہننے سے الگ منع فرمایا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۵۴۳، كتاب الحج، باب مالايلبس المحرم من الثياب، واللفظ لهٗ؛ مسلم، رقم الحديث ۱۱۷۷، موطأ امام مالك، رقم الحديث ۱۱۶۰.

[2] ایک صاحبِ علم نے اس حدیث سے (جو ہماری نقل کردہ سند کے علاوہ اور سند سے مروی ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عمامہ باندھنے کے رائج ہونے پر استدلال کیا ہے، تو چونکہ عمامہ کی طرح ٹوپی کا ذکر بھی اس حدیث میں مستقلاً ہوا ہے، اس لیے ٹوپی کے اس زمانہ میں رائج ہونے پر ہمارا یہ استدلال عمامہ پر استدلال کے ہم پلہ ہی ہے، اس لیے اس روایت سے عمامہ پر اصرار درست نہیں۔

دل بمنطوقه على حرمة لبس البرنس للمحرم وبمفهومه على اباحته ومشروعيته لغيره .

بلکہ اسی حدیث کے راوی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے احرام کی حالت میں خاص ٹوپی پہننے کی ممانعت کا ذکر بھی آ رہا ہے، جس سے بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے کے استدلال کو اور زیادہ تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔

(۲۳)......حضرت فضالۃ بنتِ عبید انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ:

اَلشُّهَدَاءُ أَرْبَعَةٌ ، فَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللهَ حَتّٰى يُقْتَلَ ، فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، قَالَ :فَرَفَعَ رَأْسَهٗ حَتّٰى سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ عَنْ رَّأْسِهٖ أَوْ عَنْ رَأْسِ عُمَرَ فَهٰذَا فِى الدَّرَجَةِ الْأُوْلٰى ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَأَنَّمَا يَضْرِبُ جِلْدَهٗ بِشَوْكِ الطَّلْحِ مِنَ الْجُبْنِ أَصَابَهٗ سَهْمٌ غُرْبٌ، فَقَتَلَهٗ فَهٰذَا فِى الثَّانِيَةِ ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا ، وَآخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ ، فَهٰذَا فِى الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ ، وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ قَرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا لَقِيَ الْعَدُوَّ ، فَقَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ فَهٰذَا فِى الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ (مسند عبد بن حميد) [1]

ترجمہ: شہید چار قسم کے ہیں: ایک آدمی تو وہ ہے کہ جس کا ایمان بڑا عمدہ (یعنی کامل وخالص) ہے (گناہوں سے بچتا ہے، اور نیک اعمال کرتا ہے) وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے، اور اللہ کی (طرف سے شہادت پر ملنے والے اجر وانعام کی) تصدیق کرتے ہوئے (دشمنوں سے قتال کرتے کرتے اور صبر کا دامن پکڑے ہوئے) شہید ہوجاتا ہے، پس یہ وہ (اعلیٰ مقام والا شہید) ہے کہ قیامت

---

[1] رقم الحديث ٢٧، ج ا ص ٨٠، الناشر: دار بلنسية للنشر والتوزيع، الرياض، واللفظ لهٗ، ترمذى، رقم الحديث ١٦٤٤، مسنداحمد رقم الحديث ١٤٦، مسند البزار رقم الحديث ٢٤٦، مسند أبى يعلى الموصلى رقم الحديث ٢٥٢، شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ٣٩٥٧.
قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث عطاء بن دينار .سمعت محمدا يقول :قد روى سعيد بن أبى أيوب هذا الحديث، عن عطاء بن دينار، وقال :عن أشياخ من خولان، ولم يذكر فيه عن أبى يزيد .وقال عطاء بن دينار :ليس به بأس.

کے دن اس کے (بلند مقام) کی طرف لوگ اپنی نظریں اٹھا کر دیکھیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ بات کہتے ہوئے (شہید کے مقام کی رفعت و بلندگی بیان کرنے کے لیے سَر اوپر اُٹھا کر اشارہ کیا، تو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک یا حضرت عمر کے سر سے (راوی کو اس میں شک ہے) ٹوپی گر گئی، تو یہ پہلے درجہ کا شہید ہے۔

اور ایک آدمی وہ ہے جو مومن ہے، جب وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ ڈر کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے، گویا کہ اس کی جلد پر عضاۃ نامی کانٹے دار درخت کا کانٹا چبھ گیا، اس کو کوئی (اجنبی) تیر آ کر لگا اور وہ شہید ہو گیا، تو یہ دوسرے درجہ کا شہید ہے۔

اور ایک آدمی وہ ہے جو مومن ہے، لیکن اس نے نیک اور برے ملے جلے اعمال کئے ہیں، اس کا دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے، تو یہ قتال کرتا ہے، یہاں تک کہ شہید ہو جاتا ہے، تو یہ تیسرے درجہ کا شہید ہے۔

اور ایک آدمی وہ ہے جو مومن ہے، جس نے اپنے نفس پر گناہوں اور خطاؤں کی کثرت کی ہے، اس کا دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے، تو وہ قتال کرتا ہے، یہاں تک کہ شہید ہو جاتا ہے، پس یہ چوتھے درجہ کا شہید ہے (مسند عبد بن حمید) [1]

---

[1] (قال سمعت عمر بن الخطاب رضى الله عنه يقول :سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول :الشهداء أربعة) ; أى :أنواع، أو أربعة رجال (رجل مؤمن جيد الإيمان) ; أى :خالصه، أو كامله بمعنى صالح العمل، وهو الظاهر فيما سيأتى (لقى العدو) ; أى :من الكفار (فصدق الله) : بتخفيف الصاد ;أى :صدق بشجاعته ما عاهد الله عليه، وفى نسخة بالتشديد ;أى :صدقه فيما وعد على الشهادة (حتى قتل) : بصيغة المجهول ;أى :حتى قاتل إلى أن استشهد .قال الطيبى رحمه الله :يعنى أن الله وصف المجاهدين الذين قاتلوا لوجهه صابرين محتسبين فتحرى هذا الرجل بفعله، وقاتل صابرا محتسبا، فكأنه صدق الله تعالى بفعله قال تعالى :(رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه) (الأحزاب23 :) (فذلک) أى :المؤمن (هو الذى يرفع الناس) ; أى :عامة المؤمنين (إليه أعينهم يوم القيامة هكذا) : مصدر قوله :يرفع ;أى :رفعا مثل رفع رأسى هكذا كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فائدہ: اس حدیث سے جہاں ایک طرف شہیدوں کے ان کے ایمان واعمال کے اعتبار سے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تشاهدون، (ورفع رأسه حتى سقطت قلنسوته) : بفتحتين فسكون فضم ;أى :طاقيته، وهذا القول كناية عن تناهي رفعة منزلته (فما أدرى) : هذا قول الراوى عن فضالة بناء على أن قوله :حتى سقطت كلام فضالة، أو كلام عمر، والمعنى فما أعلم (أقلنسوة عمر أراد) ; أى :فضالة (أم) : وفى نسخة :أو (قلنسوة النبى -صلى الله عليه وسلم -قال) ; أى :النبى -صلى الله عليه وسلم - وإعادته للفصل (ورجل مؤمن جيد الإيمان) : يعنى لكن دون الأول فى مرتبة الشجاعة (لقى العدو كأنما ضرب) ; أى :مشبها بمن طعن (جلده بشوك طلح) : بفتح فسكون وهو شجر عظيم من شجر العضاه .قال الطيبى :إما كناية عن كونه يقشعر شعره من الفزع والخوف، أو عن ارتعاد فرائصه وأعضائه، وقوله :(من الجبن) : بيان التشبيه .أقول :الأظهر أن من تعليلية، والجبن ضد الشجاعة، وهما خصلتان جبليتان مذكورتان فى الإنسان، وبه يعلم أن الغرائز الطبيعية المستحسنة من فضل الله ونعمه يستوجب العبد بها زيادة درجة (أتاه سهم غرب) ; أى :مثلا، والتركيب توصيفي، وجوز الإضافة والمعنى لا يعرف راميه (قتله) ; أى :ذلك السهم مجازا (فهو فى الدرجة الثانية) : وفى الحديث إشعار بأن المؤمن القوى أحب إلى الله من المؤمن الضعيف، كما روى (ورجل مؤمن خلط عملا صالحا وآخر سيئا) : الواو بمعنى الباء ، أو للدلالة على أن كل واحد منهما مخلوط بالآخر، كما ذكره البيضاوى فى تفسير قوله تعالى :(وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا) (التوبة102 :) : الواو بمعنى الباء ، أو للدلالة على أن كل واحد منهما مخلوط بالآخر، كما ذكره البيضاوى فى تفسير قوله تعالى :(وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا) (التوبة102 :) (لقى العدو فصدق الله حتى قتل) : أى :بوصف الشجاعة (فذاك فى الدرجة الثالثة .ورجل مؤمن أسرف على نفسه) : أى :بكثرة المعاصى، وفيه رد صريح على المعتزلة (لقى العدو، فصدق الله حتى قتل) : أى :بوصف الشجاعة المفهوم من قوله فصدق الله (فذاک فى الدرجة الرابعة) : وفى نسخة :فذلک وهو يناسب المراتب ;لأن ما قبله معبر بذاک وهو المتوسط، وما قبله معبر بهو المناسب للقريب، وأما ما قبله المعبر بذلک فهو للبعد المعنوى الذى لا يصل إليه كل أحد، كما تقرر فى قوله تعالى :(ذلک الكتاب) (البقرة2 :) قال الطيبى :الفرق بين الثانى والأول مع أن كليهما جيد الإيمان أن الأول صدق الله فى إيمانه، لما فيه من الشجاعة، وهذا بذل مهجته فى سبيل الله، ولم يصدق لما فيه من الجبن، والفرق بين الثانى والرابع أن الثانى جيد الإيمان غير صادق بفعله، والرابع عكسه فعلم من وقوعه فى الدرجة الرابعة أن الإيمان والإخلاص لا يعتريه شيء وأن مبنى الأعمال على الإخلاص اه. وفيه أنه لا دلالة للحديث على الإخلاص، مع أنه معتبر فى جميع مراتب الاختصاص، بل الفرق بين الأولين بالشجاعة وضدها مع اتفاقهما فى الإيمان وصلاح العمل، ثم دونهما المخلط، ثم دونهم المسرف مع اتصافهما بالإيمان أيضا، ولعل الطيبى أراد بالمخلط من جمع بين نية الدنيا والآخرة، وبالمسرف من نوى بمجاهدته الغنيمة، أو الرياء والسمعة، والله أعلم(مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ٢٤٩٥، ٢٤٩٦، كتاب الجهاد)

چار درجے معلوم ہوئے، اُسی کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر سے ٹوپی گرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین بعض اوقات عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننے پر بھی اکتفاء فرمایا کرتے تھے۔

اس حدیث میں ٹوپی کے ساتھ عمامہ گرنے کا ذکر نہیں، اور کوئی احتمال اپنی طرف سے پیدا کر کے عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔

مذکورہ تمام احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ ٹوپی پہننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل سنت ہے، اور بلا عذر ننگے سر رہنا خلافِ سنت عمل ہے۔

اس کے علاوہ صحیح احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا بھی ثبوت ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

دراصل ٹوپی پہننے میں اللہ تعالیٰ سے حیاء وغیرت کرنا پایا جاتا ہے (جس کی مزید تفصیل آگے باب نمبر۴ میں آتی ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے غیرت وحیاء کرتے ہوئے سر کو ڈھانپ کر اور ٹوپی پہن کر رکھتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی اور بعض اوقات ٹوپی کے ساتھ عمامہ پہن کر سر کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے حیاء وغیرت کا طریقہ بتلا دیا۔

اور اللہ تعالیٰ سے ہر مسلمان کو غیرت وحیاء کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا سب مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سر ڈھانک کر رکھنا چاہئے۔

اور خواتین کو تو نامحرموں سے پردہ بھی ضروری ہے، ان کے لئے تو دوپٹہ، چادر وغیرہ سے پورے سر کو ڈھانک کر رکھنے کی ضرورت اور تاکید اور بھی زیادہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ٹوپی پہننا

(۲۴)......امام خرائطی رحمہ اللہ حضرت زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ إِذَا غَضِبَ اِشْتَعَلَتِ النَّارُ فِيُ قَلَنْسُوَتِهٖ (مساوئ الاخلاق للخرائطی) [۱]

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلاۃ والسلام کو جب غصہ آتا تھا، تو آپ کی ٹوپی میں آگ بھڑک اٹھتی تھی (مساوئ اخلاق خرائطی)

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا غصہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا تھا، لیکن آپ کا غصہ شدید ہوتا تھا؛ کہ اس کی حرارت کا اثر آپ کی ٹوپی میں بھی ظاہر ہوجاتا تھا۔ [۲]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بھی ٹوپی پہنا کرتے تھے، اور اس سے اگلی روایت سے بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ٹوپی پہننا معلوم ہوتا ہے۔

(۲۵)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ عَلٰى مُوْسٰى يَوْمَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ كِسَآءُ صُوْفٍ وَجُبَّةُ صُوْفٍ وَكُمَّةُ صُوْفٍ وَسَرَاوِيْلُ صُوْفٍ وَكَانَتْ نَعْلَاهُ مِنْ جِلْدِ حِمَارٍ مَيِّتٍ .

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُمَيْدِ

---

[۱] رقم الحديث ۳۳۹، ص ۱۶۳، باب ما جاء فی فضل الحلم، وکظم الغیظ، وذم الغضب، الناشر: مکتبة السوادی للتوزیع، جدة.

[۲] امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے:

وقد روی أنه کان إذا غضب اشتعلت قلنسوته نارا (الأسماء والصفات، تحت حدیث رقم ۱۰۳۳، ج ۲ ص ۴۴۹، باب ماجاء فی التردد)

اور ابنِ عساکر نے حضرت زید بن اسلم سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

عن زید بن أسلم بلغه أن موسی کان إذا غضب اشتد غضبه حتی اشتعلت قلنسوته نارا (تاریخ دمشق ج ۶۱ ص ۱۶۱)

الْأَعْرَجِ وَحُمَيْدٍ هُوَ ابْنُ عَلِيِّ الْكُوفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ حُمَيْدُ بْنُ عَلِيِّ الْأَعْرَجُ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ وَحُمَيْدُ بْنُ قَيْسٍ الْأَعْرَجُ الْمَكِّيُّ صَاحِبُ مُجَاهِدٍ ثِقَةٌ قَالَ أَبُو عِيسَى وَالْكُمَّةُ الْقَلَنْسُوَةُ الصَّغِيرَةُ (ترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا، اس وقت انہوں نے اونی چادر، اون کا جبہ، اور اونی ٹوپی اور اور اون کا پاجامہ پہنا ہوا تھا، اور آپ کے جوتے مردہ گدھے کی کھال کے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب (اجنبی) ہے، اس حدیث کی خبر ہمیں حمید اعرج کی روایت میں ہی ملتی ہے (کسی اور سے یہ روایت نہیں ہے) اور حمید علی کوفی کے بیٹے ہیں، ''منکر الحدیث'' ہیں، اور حمید بن قیس اعرج مکی، جو مجاہد کے ساتھی ہیں، وہ ثقہ ہیں (اس کے بعد) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''کمہ'' چھوٹی ٹوپی کو کہا جاتا ہے (ترمذی، ابن ابی شیبہ)

فائدہ: اس حدیث کو کئی محدثین نے روایت کیا ہے۔ [2]

اگر چہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی نہیں ہے، لیکن اس کا مضمون غلط نہیں ہے، اور ہم نے ٹوپی پہننے کے مسئلہ میں اس کو تائیداً واستشہاداً پیش کیا ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام

---

[1] رقم الحدیث ۱۷۳۴، ابواب اللباس، باب ماجاء فی لبس الصوف، واللفظ لهٗ، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۶۳۲۴؛ مسند ابویعلی الموصلی، رقم الحدیث ۴۹۹۳ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۴۳۱ ورقم الحدیث ۷۶، مسند البزار، رقم الحدیث ۲۰۳۱.

[2] اور بعض روایات میں نامناسب الفاظ کی زیادتی ہے:

فقال :من ذا العبرانی الذی یکلمنی من الشجرة ؟ قال :أنا الله (الابانة الکبریٰ لابنِ بطة، رقم الحدیث ۴۷۲)

جن سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔

کے ٹوپی پہننے کی روایت اس سے پہلے بھی ذکر کی جا چکی ہے، اس لیے ٹوپی کے مسئلہ میں یہ روایت حسن ومقبول درجے میں داخل ہوسکتی ہے۔

اور آگے امام ابنِ عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے آتا ہے، کہ ٹوپی انبیائے کرام علیہم الصلاۃ السلام کی سنت ہے۔

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ٹوپی پہننے میں اللہ تعالیٰ سے حیاء وغیرہ کرنا پایا جاتا ہے، جس کی ہر ایک کو ضرورت ہے، اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تو اللہ تعالیٰ سے بہت ہی زیادہ حیاء کرنے والے ہوتے ہیں۔

ملحوظ رہے کہ گدھے کی کھال دباغت دینے (یعنی خاص طریقہ پر سُکھانے) سے پاک ہوجاتی ہے۔

لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ان جوتوں کو ناپاک نہیں کہا جائے گا۔ ۱؎

۱؎ (كان على موسى) بن عمران (يوم كلمه ربه كساء صوف وجبة صوف وكمة صوف) بضم الكاف وتشديد الميم أو بكسر الكاف قلنسوة صغيرة أو مدورة (وسراويل صوف) قال ابن العربى :إنما جعل ثيابه كلها صوفا لأنه كان بمحل لم يتيسر له فيه سواه فأخذ باليسر وترك التكليف والعسر وكان من الاتفاق الحسن أن آتاه الله تلك الفضيلة وهو على تلك اللبسة التى لم يتكلفها وقال الزين العراقى :يحتمل كونه مقصودا للتواضع وترك التنعم أو لعدم وجود ما هو أرفع ويحتمل أنه اتفاقى لا عن قصد بل كان يلبس كل ما يجد كما كان نبينا يفعل (وكانت نعلاه من جلد حمار ميت) يحتمل أنها كانت مدبوغة فذكر فى الحديث أصلها وترك ذكر الدباغ للعلم به وجرى العادة بدباغها قبل لبسها ويحتمل أن شرعه استعمالها بدون دباغ ولكونها من جلد ميت فى الجملة قيل له *(اخلع نعليك إنك بالواد المقدس) * أى طأ الأرض بقدميك لتصيب قدميك بركة هذا الوادى الذى من الله به عليك فأخذ اليهود منه لزوم خلع النعلين فى الصلاة وليس الأخذ صحيحا كما سبق قال ابن عربى :قد أمر بخلع نعليه التى جمعت ثلاثة أشياء الجلد وهو ظاهر الأمر أى لا تقف مع الظاهر فى كل الأحوال الثانى البلادة فإنها منسوبة إلى الحمار الثالث كونه ميتا غير ذكى والموت الجهل وإذا كنت لا تعقل ما تقول ولا ما يقال لك كنت ميت والمناجى لا بد أن يكون بصفة من يعقل ما يقول وما يقال له فيكون حى القلب فطنا بمواقع الكلام غواصا على المعانى التى يقصدها من يناجيه ، واعلم أن هذا الحديث قد وقع فيه فى بعض الروايات زيادة منكرة بشعة قال الحافظ ابن حجر :وقفت لابن بطة على أمر استعظمته واقشعر جلدى منه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ ٹوپی پہننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سندوں کے ساتھ ثابت ہے، اور ٹوپی کو صرف عمامہ کے ساتھ پہننے کی کوئی قید مذکور نہیں ہے، نیز بعض سندوں سے صراحت کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا بھی ٹوپی پہننا ثابت ہے، اس لئے ننگے سر رہنے کے بجائے ٹوپی پہننا سنت ہے، اور یہ سنت ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننے پر موقوف نہیں ہے، اگرچہ عمامہ پہننا بھی باعثِ فضیلت اور ثواب ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرج ابن الجوزی فی الموضوعات الحديث عن ابن مسعود باللفظ المذكور زاد فی آخره فقال : من ذا العبرانی الذی يكلمنی من الشجرة قال :أنا الله قال ابن الجوزی :هذا لا يصح وكلام الله لا يشبه كلام المخلوق والمتهم به حميد الأعرج قال ابن حجر :كلا والله إن حميدا برء من هذه الزيادة المنكرة وما أدری ما أقول فی ابن بطة بعد هذا .ت) من حديث حميد بن علی الأعرج عن عبد الله بن الحارث (عن ابن مسعود) ثم قال الترمذی :سألت البخاری عنه فقال حميد هذا منكر الحديث اه.وذكر مثله فی المستدرک ثم قال :هذا أصل كبير فی التصوف وعده فی الميزان من مناكير الأعرج لكن شاهده خبر أبی أمامة عليكم بلباس الصوف تجدوا حلاوة الإيمان فی قلوبكم قال الذهبی :ساقه من طريق ضعيف وسقط نصف السند من النسخة اه وبه عرف أنه لا اتجاه لجعل ابن الجوزی له فی الموضوعات لكن قال الزين العراقی :هو حديث غير صحيح وقال المنذری : صححه الحاكم ظانا أن حميدا الأعرج هو ابن قيس المكی وإنما هو ابن علی وقيل ابن عمار أحد المتروكين.(فيض القدير للمناوی تحت حديث رقم ۶۲۰۳)

(فصل نمبر۲)

صحابۂ کرام کا ٹوپی پہننا

(۲۶)......حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَسَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْنُسًا وَقَالَ اَلْبِسْهُ (المعجم الكبير للطبراني) [1]

---

[1] رقم الحديث ۲۵۲۰، ج۳ص ۱۹، باب الجيم.

مندرجہ بالا حدیث کی مکمل سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن الحسن بن قتيبة، ثنا أيوب، ثنا زياد، عن عزة بنت عياض، قالت: سمعت أبا قرصافة قال: الخ

ابوقرصافہ کی اس حدیث کی سند کے بارے میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وفيه جماعة لم أعرفهم (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۵۴۶، باب البرانس)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ امام طبرانی نے ایک اور حدیث اسی سند سے مکمل ناموں کے ساتھ مندرجہ ذیل طریقے پر روایت کی ہے کہ:

حدثنا محمد بن الحسن بن قتيبة العسقلانی، ثنا أيوب بن علی بن الهيصم، ثنا زياد بن سيار، حدثتنی عزة بنت عياض بن أبی قرصافة، قالت: سمعت جدی أبا قرصافة صاحب رسول الله ﷺ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۲۵۱۳)

اور مندرجہ بالا راوی مخدوش نہیں ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ابن قتيبة الحافظ الثقة أبو العباس محمد بن الحسن بن قتيبة العسقلانی محدث فلسطين(تذكرة الحفاظ، ج۲ ص۲۳۳، الطبقة العاشرة، تحت رقم الترجمة ۷۶۵، ابن قتيبة)

أيوب بن علی بن الهيصم بن أيوب بن مسلم. الكنانی الفلسطينی. سمع: زياد بن سيار. وعنه: سليمان بن محمد بن الفضل، وأبو بكر بن أبی داود، وأحمد بن جوصا، وآخرون. قال أبو حاتم: شيخ. وجده الأعلى مسلم هو أخو أبی قرصافة من أبيه(تاريخ الاسلام للامام الذهبی، ج۵ص ۱۰۹۱، تحت ترجمة ايوب بن علی)

-ايوب بن علی بن هيصم بن ايوب بن مسلم بن خيشنة بن نفير بن مر بن عرينة أبو سليمان الكنانی روی عن زياد بن سيار روی عنه ابی سئل ابی عنه فقال: شيخ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم، جلد ۲ ص ۲۵۲، باب الالف تحت رقم الترجمة ۹۰۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برنس (یعنی لمبی ٹوپی) پہنائی، اور فرمایا کہ اسے پہن لیجیے (طبرانی)

فائدہ: اس حدیث میں ٹوپی پہنانے کا ذکر ہے، عمامہ کا ذکر نہیں، اور نہ ہی ٹوپی کے اوپر عمامہ پہنانے کا ذکر ہے، اور اس عام کو خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ٹوپی پہننے کے ساتھ بعض صحابہ کو بھی اپنی طرف سے اہتمام کے ساتھ ٹوپی پہنائی ہے۔

اور جس طرح خود ٹوپی پہننا سنت ہے، اسی طرح دوسرے کو ٹوپی پہنانا بھی سنت سے ثابت ہے، جس میں کسی کو ضرورت یا اعزاز سے ٹوپی پہنانا داخل ہے۔

(۲۷)......امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِيْ كُمِّهٖ (بخاری) [۱]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قوم (یعنی صحابۂ کرام وجلیل القدر تابعین زمین کے گرم ہونے کی صورت میں) عمامہ پر اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے (بخاری)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب گرمی کی شدت کی وجہ سے زمین گرم ہوتی تھی تو صحابۂ کرام اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

زیاد بن سیار مولی أبی قرصافة الکنانی أحادیثه مستقیمة إذا کان دونه ثقة (مشاهیر علماء الامصار لابن حبان، ج ۱ ص ۸۸ص، تحت رقم الترجمة ۹۰۰)

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی زیاد بن سیار کو بغیر جرح کے تاریخِ کبیر میں ذکر کیا ہے۔

زیاد بن سیار مولی ابی قرصافة الکنانی الشامی، روی عنه الطیب بن زبان (التاریخ الکبیر، ج۳ص۳۵۷، رقم الترجمة ۱۲۰۵)

عزة بنت عیاض بن أبی قرصافة حدثت عن جدها واسمه جندرة بن خیشنة له صحبة وروی عنها زیاد بن سیار (تکملة الاکمال، ج۴ص۱۵۷، حرف العین المهملة، تحت رقم الترجمة ۴۱۴۶)

لہٰذا مندرجہ بالا حدیث سند کے اعتبار سے درست ہے۔

[۱] ج ۱ ص ۸۶، کتاب الصلاة، باب السجود علی الثوب فی شدة الحر.

تابعین عمامہ پر اور ٹوپی پر سجدہ کیا کرتے تھے، اور ہاتھ بھی آستین کے اندر کپڑے میں رکھے ہوئے زمین پر رکھتے تھے۔

اور ایسا کرنا گرمی کی وجہ سے تھا اور مجبوری کی حالت میں ایسا کرنا جائز ہے۔

جو صحابہ عمامہ پہنے ہوئے ہوتے وہ عمامہ کا کپڑا اور جو صرف ٹوپی پہنے ہوئے ہوتے، وہ ٹوپی کا کپڑا زمین کے ساتھ حائل کر کے سجدہ کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابۂ کرام ٹوپی پہن کر اور بعض عمامہ پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی آگے آنے والی روایات سے معلوم ہوتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام کے ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کی احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ [۱]

(۲۸)......امام منذر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ النَّخْعِيُّ فِي الْبَرَانِسِ وَالطَّيَالِسَةِ :رَأَيْتُهُمْ يُصَلُّوْنَ فِيْهَا ، وَلَا يُخْرِجُوْنَ أَيْدِيَهُمْ (الاوسط لابن المنذر) [۲]

ترجمہ: اور (جلیل القدر تابعی) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ میں نے ان (صحابہ و تابعین) کو لمبی ٹوپیوں اور چادروں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اور وہ ہاتھ (چادروں سے) باہر نہیں نکالتے تھے (ابن منذر)

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام ننگے سر نماز نہیں پڑھتے تھے، اور اس روایت میں ٹوپیوں کا ذکر ہے، مگر عمامہ کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام بغیر عمامہ کے ٹوپی پہن کر نماز بھی پڑھا کرتے تھے۔ [۳]

---

[۱] اس روایت کا مطلب اگرچہ بعض محدثین نے عمامہ وٹوپی کے مجموعہ پر سجدہ کرنا بتلایا ہے، لیکن متعدد احادیث میں صحابۂ کرام کا عمامہ کے بغیر ٹوپی میں بھی نماز پڑھنے کا ثبوت ہے، اس لئے ہم نے مندرجہ بالا روایت کو عموم پر محمول کیا ہے، تاکہ دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہ رہے۔

[۲] ج۳ص ۱۸۱، کتاب صفة الصلاة، ذکر اختلاف اهل العلم فیمن صلی الخ.

[۳] اذا قال التابعی کانوا یفعلون کذا وکانوا یقولون کذا، ولایرون بذالک بأسا فالظاهر اضافتهٔ الی الصحابة الا ان یقوم دلیل علی غیر ذالک وهذا ظاهر بالتتبع (قواعد فی علوم الحدیث، ص ۱۲۸)

(۲۹)......اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت مغیرہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوا يُصَلُّوْنَ فِيْ مَسَاتِقِهِمْ وَبَرَانِسِهِمْ وَطَيَالِسِهِمْ مَا يُخْرِجُوْنَ أَيْدِيَهُمْ مِنْهَا قُلْنَا لَهُ مَا الْمُسْتِقَةُ قَالَ هِيَ جُبَّةٌ يَعْمَلُهَا أَهْلُ الشَّامِ وَلَهَا كُمَّانِ طَوِيْلَانِ وَلَبِنُهَا عَلَى الصَّدْرِ يَلْبَسُوْنَهَا وَيَعْقِدُوْنَ كُمَّيْهَا إِذَا لَبِسُوْهَا (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام اپنے مساتق (کشادہ آستینوں والے جبوں) میں اور اپنی ٹوپیوں میں اور اپنی چادروں میں نماز پڑھا کرتے تھے، اور اپنے ہاتھ باہر نہیں نکالتے تھے۔

(حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ) ہم نے حضرت ابراہیم نخعی سے عرض کیا کہ مستقہ کیا ہوتا ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایسا جبہ ہوتا ہے جو شام کے لوگ بناتے ہیں، اور اس کی آستینیں لمبی ہوتی ہیں، اور اس کا درمیان سینہ پر ہوتا ہے، صحابۂ کرام ان کو پہنتے تھے اور اس کی آستینوں کو پہننے کے بعد بند کرلیا کرتے تھے (عبدالرزاق)

فائدہ: یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [2]

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام نماز میں ٹوپیاں پہنا کرتے تھے۔ [3]

(۳۰)......اور امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں

---

[1] رقم الحديث ۱۵۷۱، كتاب الصلاة، باب الرجل يسجد ملتحفا لا يخرج يديه.

[2] چنانچہ مندرجہ بالا روایت کی سند یہ ہے کہ:

عبد الرزاق عن الثوری عن مغيرة عن إبراهيم الخ

اور مذکورہ سند کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔

[3] اور روایت میں مذکور لفظ ''کانوا'' سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا کوئی اتفاقی امر نہیں تھا، بلکہ امرِ معتاد کے درجہ میں تھا۔

نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْ مَسَاتِقِهِمْ وَبَرَانِسِهِمْ وَطَيَالِسِهِمْ مَا يُخْرِجُوْنَ أَيْدِيَهُمْ (السنن الكبرىٰ للبيهقى) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام اپنے مساتق (کشادہ آستینوں والے جبوں) میں اور اپنی ٹوپیوں میں اور اپنی چادروں میں نماز پڑھا کرتے تھے، اور اپنے ہاتھ باہر نہیں نکالتے تھے (سنن کبریٰ بیہقی)

فائدہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے برانس (یعنی ٹوپیوں) اور طیالس (یعنی چادروں) اور مساتق (یعنی جبوں) کا الگ الگ ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ برانس سے ان کی مراد سر پر کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے، بلکہ خاص ٹوپیاں ہیں، اور صحابۂ کرام ٹوپیاں پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ [2]

بہر حال حضرت وائل بن حجر صحابی اور ان کے بعد جلیل القدر تابعین (حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی) کی صحابۂ کرام کے ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کی واضح شہادت سے، عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے اور ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا سنت ومستحب ہونا ثابت ہو گیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹوپی پہننے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، اور صحابۂ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع میں عمل فرمایا کرتے تھے، تو انہوں نے یہ عمل یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اخذ کیا ہوگا۔

پس عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے اور اس حالت میں نماز پڑھنے کو خلافِ سنت کہنا درست نہیں،

---

[1] رقم الحديث ۴۷۶۲، كتاب الصلاة، باب من سجد عليهما فى ثوبه.

[2] اور حافظ ابنِ رجب نے بھی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی اس روایت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وروى أبو نعيم ووكيع فى كتابيهما عن سفيان، عن مغيرة، عن إبراهيم، قال: كانوا يصلون فى برانسهم ومساتقهم وطيالستهم، لا يخرجون أيديهم (فتح البارى۔ لابن رجب، ج۳ص ۳۰، كتاب الصلاة، باب السجود على الثوب فى شدة الحر)

جیسا کہ موجودہ دور کے بعض اصحابِ علم کا خیال ہے۔ [1]

(۳۱)......امام ترمذی رحمہ اللہ، عبداللہ بن بسر کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے ابو کبشہ انماری سے سنا، انہوں نے کہا کہ:

كَانَتْ كِمَامُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بُطْحًا هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ بَصْرِيٌّ هُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَغَيْرُهُ وَبُطْحٌ يَعْنِيْ وَاسِعَةً (ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی ٹوپیاں گول اور پورے سر کو گھیرے ہوئے ہوتی تھیں، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے،

---

[1] ایک صاحبِ علم نے اپنے عربی مضمون میں ''جو انہوں نے عمامہ کی فضیلت واہمیت پر تحریر فرمایا ہے'' یہ لکھا ہے کہ:

لم يقدّر لى الاطلاع على حديث او اثر يدل على انه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صلى مع القلنسوة بدون العمامة، فمن ادعى الثبوت فعليه البيان، بالبرهان الخ "(شآبيب الغمامة فى تحقيق مسئلة العمامة ،ص ٢٧،تاليف: مولاناعبدالبصير صاحب،مطبعة الغزالى، ناظم آباد، كراچى)

اور ہم نے موجودہ مضمون میں متعدد احادیث وآثار پیش کر دیئے ہیں، اب معلوم نہیں کہ یہ صاحبِ علم مذکور کے نزدیک برہان میں داخل ہیں یا نہیں؟ نیز ایک مقام پر ان ہی مذکورہ صاحبِ علم نے لکھا ہے کہ:

ان الاستمرار والمواظبة على لبس القلنسوة وحدها بدون جعلها تحت العمامة ليس من السنة بشيئ ، الا احيانا فى البيوت ومايقاربها ، اولاجل شدة الحرارة، او عندالتلبس بشغل ماء، بل السنة الثابتة ماواظب عليها رسول الله واصحابه هى لبس العمامة على القلنسوة ، واما ماجاء فى بعض الاحاديث ثبوت لبسها عنه ﷺ فهو محمول على كونه فى البيوت ومافى معناه ، لاعلى الدوام والمواظبة ولافى المساجد والمحافل (ايضا ص ١٧)

جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت کے ساتھ عمامہ اور محض ٹوپی کا پہننا دونوں امور ثابت ہیں، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر مبارک میں بھی نماز ادا فرمایا کرتے تھے، اور مسجدِ نبوی بھی بیتِ مبارک کے قریب ترین واقع تھی، اور جو لباس محافل میں نہ پہنا جاسکتا ہو، اس کو پہن کر نماز پڑھنا فقہائے کرام کے نزدیک کراہت میں داخل ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کراہت کے ارتکاب کا کیسے تصور کیا جاسکتا ہے، اور اگر بالفرض لبسِ قلنسوۃ پر استمرار ومواظبت ثابت نہ ہو، تو لبسِ عمامہ پر بھی مواظبت ثابت نہیں ''ومن ادعى فعليه البيان''

[2] **رقم الحديث ١٧٨٢ ،ابواب اللباس،باب كيف كان كمام الصحابة؟**

اور عبداللہ بن بسر بصری ضعیف ہے، اصحابِ حدیث کے نزدیک، ان کو یحییٰ بن سعید وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے، اور ''بطح'' کے معنیٰ وسیع کے ہیں (ترمذی)

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ [1]

مگر صحابۂ کرام سے گول اور پورے سر کو گھیرنے والے ٹوپیاں پہننے کا مضمون دیگر روایات سے ثابت ہے۔

اس لیے اس مضمون میں یہ ضعف نقصان دہ نہیں، بلکہ حسن درجہ میں داخل ہے۔

محدثین نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام کی ٹوپیاں گول تھیں، جو کہ سروں کے ساتھ چپکی ہوئی اور ملی ہوئی ہوتی تھیں، اور اُٹھی ہوئی نہیں ہوتی تھیں، اور اتنی چھوٹی اور تنگ نہیں تھیں کہ سر کے صرف اوپر والے حصے پر آتی ہوں۔

جیسا کہ آج کل بعض لوگ ایسی چھوٹی چھوٹی ٹوپیاں پہنتے ہیں، جو سر کے صرف اوپر کے مختصر حصے پر ہی آتی ہیں، اور سر کا باقی سارا حصہ خالی رہتا ہے۔ [2]

(۳۲)......امام بخاری رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں کہ:

---

[1] عبد الله بن بسر السكسكى البحرانى ، أبو سعيد الشامى الحمصى، سكن البصرة........... قال على ابن المدينى ، عن يحيى بن سعيد :لا شىء ، وقد رآه يحيى . وقال الترمذى :ضعيف، ضعفه يحيى بن سعيد وغيره .وقال النسائى : ليس بثقة .وقال أبو حاتم والدارقطنى :ضعيف الحديث.وذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات. "روى له أبو داود فى "المراسيل"، والترمذى، وابن ماجه (تهذيب الكمال للمزى، ج۱۴، ص۳۳۵، و۳۳۶)

[2] بكسر الكاف جمع كمة بالضم كقباب وقبة، وهى القلنسوة المدورة سميت بها لأنها تغطى الرأس (بطحا) : بضم الوحدة فسكون المهملة جمع بطحاء أى كانت مبسوطة على رء وسهم لازقة غير مرتفعة عنها قيل :هى جمع كم بالضم كقفاف وقفة ;لأنهم قلما كانوا يلبسون القلنسوة ومعنى بطحا حينئذ أنها كانت عريضة واسعة، فهو جمع أبطح من قولهم للأرض المتسعة بطحاء ، والمراد أنها ما كانت ضيقة رومية أو هندية، بل كان وسعها مقدار شبر كما سبق، قال الطيبى :فيه أن انتصاب القلنسوة من السنة بمعزل كما يفعله الفسقة .قلت :والآن صار شعار المشايخ من اليمن، ثم قوله :بطحا بالنصب فى الأصول المعتمدة والنسخ المصححة وفى بعض النسخ بطح بالرفع، قيل :فى كتاب الترمذى بالرفع، لكن فى جامع الأصول بالنصب وهو الظاهر (مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۲۷۷۴، ۲۷۷۳، كتاب اللباس)

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَبِىْ عَبْلَةَ: اَنَّهٗ رَاٰى مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو اَوْ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُمِّ حَرَامٍ وَوَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَلْبَسُوْنَ الْبَرَانِسَ (التاريخ الكبير) [1]

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن ابی عبلہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو یا عمرو بن عبداللہ بن اُمِّ حرام اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہما کی زیارت کی، وہ لمبی ٹوپیاں پہنتے تھے (تاریخ کبیر)

فائدہ: خطیب بغدادی نے ان تین حضرات کے علاوہ بھی دوسرے صحابۂ کرام کو اور ابنِ عسا کر نے تینوں حضرات کی زیارت کرنے اور تینوں کے ٹوپیاں پہننے کو روایت کیا ہے۔ [2]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کی مقدس ہستیاں جس طرح عمامہ پہنتی تھیں، اسی طرح بغیر عمامہ کے ٹوپیاں پہننے پر بھی اکتفاء کرتی تھیں، لہٰذا دونوں عمل سنت ہوئے، اور کسی ایک عمل مثلاً بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے کو خلافِ سنت و مستحب کہنا درست نہیں۔

(۳۳)...... ابنِ ابی حاتم (المتوفیٰ ۳۲۷ھ) ہناد بن سلیمان قرشی سے اور وہ اپنے والد

---

[1] جزء۶ صفحه ۳۰۶، رقم الحديث ۲۴۸۱.

[2] حدثنا أبو سهل محمود بن عمر العكبرى أنبأنا أبو طالب عبد الله بن محمد بن عبد الله حدثنا أبو جعفر محمد بن يوسف البارودى -قراء ة عليه من كتابه -حدثنا سليمان بن عبد الحميد - أبو أيوب الحمصى -حدثنا الخطاب بن عثمان الفوزى حدثنا محمد بن حمير حدثنا إبراهيم بن أبى علية .قال :رأيت من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، عبد الله بن عمرو بن عبد الله بن أم حرام، وواثلة بن الأسقع .وغيرهما .يلبسون البرانس ويعفون شواربهم .ولا يحفون حتى ترى الجلدة، ولكن قصا حسنا يكشفون الشفة ويصفرون بالورس، ويخضبون بالحناء والكتم(تاريخ بغداد، ج۴ ص ۱۶۹)

أخبرنا أبو منصور محمد بن عبد الملك أنا أبو بكر الخطيب أنا أبو سهل محمود بن عمر العكبرى أنا أبو طالب عبد الله بن محمد بن عبد الله نا أبو جعفر محمد بن يوسف الباوردى قراء ة عليه فى كتابه نا سليمان بن عبد الحميد أبو أيوب الحمصى أنا الخطاب بن عثمان الفوزى نا محمد بن حمير نا إبراهيم بن أبى عبلة قال رأيت من أصحاب رسول الله (صلى الله عليه وسلم)ابن عمرو وعبد الله بن أم حرام وواثلة بن الأسقع وغيرهم يلبسون البرانس ويعمون شواربهم ولا يحفون حتى ترى الجلدة ولكن قصا حتى يكشفون الشفة ويصفرون بالورس ويخضبون بالحناء والكتم (تاريخ دمشق، جزء۶ صفحه ۴۳۳)

سلیمان قرشی رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:

اَنَّـهٗ رَاٰی عَـلٰـی عُثْـمَـانَ (بْـنِ عَـفَّـانَ) رَضِـیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَلَنْسُوَةً بَیْضَاءَ مُـضَـرِبَةً مُبَطِنَةً لَیْسَ فِیْهَا حَشْوٌ وَلَهَازَرٌّ فِیْ حَلْقِهٖ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم) [1]

ترجمہ: سلیمان قرشی نے (خلیفۂ راشد) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سفید رنگ کی تنگ اور استر لگی ہوئی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا، جس میں کوئی روئی وغیرہ بھری ہوئی نہیں تھی، اور اس کے گھیرے (حاشیہ یا گوٹ) میں گھنڈی (بٹن نما چیز) لگی ہوئی تھی (جرح تعدیل)

فائدہ: خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ٹوپی پہننے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، مذکورہ روایت میں خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ٹوپی پہننے کا ذکر ہے۔

اور یہ روایت بھی عمامہ کی قید کے بغیر ہے، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ٹوپی کی پوری کیفیت کو بیان کرنا اس بات کا قرینہ ہے، کہ اس وقت ٹوپی کے اوپر عمامہ نہیں تھا، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی بعض اوقات عمامہ کے بغیر ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

(۳۴)......حضرت یزید بن بلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَیْـتُ عَـلِیًّـا عَـلَیْـهِ السَّلَامُ یَتَوَضَّأُ فَخَلَّلَ لِحْیَتَهٗ قَالَ :وَرَأَیْـتُ عَلَیْهِ قَلَنْسُوَةً بَیْضَاءَ مُضَرِبَةً (الکنیٰ والاسماء للدولابی) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے داڑھی کا خلال فرمایا، اور میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر سفید چپٹی (یعنی سَر کے ساتھ ملی ہوئی) ٹوپی دیکھی (الکنیٰ والاسماء)

---

[1] باب تسمیة من روی عنه العلم ممن یسمی هناد ، رقم الحدیث ۵۰۰.

[2] رقم الحدیث ۱۳۲۸ ، ج۳ص ۷۷۰،حرف المیم فی العین.

فائدہ:خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ٹوپی سے سر ڈھانک کر رکھتے تھے،اگر ٹوپی سنت نہ ہوتی یا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا مکروہ ہوتا تو آپ ایسا کیوں کرتے؟

(۳۵)......ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت یزید بن بلال سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ عَلٰى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ صِفِّيْنَ قَلَنْسُوَةً بَيْضَآءَ مُضَرِبَةً

(الکنیٰ والاسماء للدولابی) [1]

ترجمہ:میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر صفین کے دن سفید چپٹی (یعنی سر کے ساتھ ملی ہوئی) ٹوپی دیکھی (الکنیٰ والاسماء)

فائدہ:اس روایت سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ٹوپی پہنا کرتے تھے،اور یہ ٹوپی بعض اوقات عمامہ کے بغیر بھی پہنا کرتے تھے۔

(۳۶)......حضرت حسن بن صالح؛ابوحیان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانَتْ قَلَنْسُوَةُ عَلِيٍّ لَطِيْفَةً(الطبقات الکبریٰ لابن سعد) [2]

ترجمہ:حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ٹوپی ہلکی تھی (ابن سعد)

فائدہ:مطلب یہ ہے کہ آپ ہلکی پھلکی اور سر کے ساتھ جڑی ہوئی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔

(۳۷)......حضرت یزید بن حارث بن بلال فزاری فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عَلٰى عَلِيٍّ قَلَنْسُوَةً بَيْضَآءَ مِصْرِيَّةً(الطبقات الکبریٰ لابن سعد) [3]

ترجمہ:میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سفید مصری (یعنی تنگ) ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (ابن سعد)

فائدہ:اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سر کے ساتھ چپکی ہوئی ٹوپی

---

[1] رقم الحديث ۱۳۲۹، ج۳ ص ۷۷۰،حرف الميم في العين.

[2] ج ۳ص ۲۲،طبقات البدريين من المهاجرين، ذكر قلنسوة على بن ابى طالب،الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

[3] ج ۳ص ۲۲،طبقات البدريين من المهاجرين، ذكر قلنسوة على بن ابى طالب،الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

استعمال فرماتے تھے۔

اور راوی نے جس وقت کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان فرمایا، اس وقت ظاہر یہی ہے کہ ٹوپی عمامہ کے بغیر پہنی ہوئی تھی، کمامر۔

اور صحیح حدیث میں خلفائے راشدین کے طریقہ کو بھی سنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [1]

پس اگر ننگے سر رہنا سنت ہوتا، یا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا خلافِ سنت ہوتا، تو خلفائے راشدین ایسا کیوں کرتے۔

(۳۸)......حضرت ابوالزعراء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَخْبَرَ رَجُلٌ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ أَنَّ قَوْمًا يَجْلِسُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِيْهِمْ رَجُلٌ يَقُوْلُ :كَبِّرُوا اللهَ كَذَا وَكَذَا، سَبِّحُوا اللهَ كَذَا وَكَذَا، وَاحْمَدُوا اللهَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ عَبْدُ اللهِ :فَيَقُوْلُوْنَ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :فَإِذَا رَأَيْتَهُمْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَأْتِنِيْ فَأَخْبِرْنِيْ بِمَجْلِسِهِمْ، فَأَتَاهُمْ وَعَلَيْهِ بُرْنُسٌ لَهُ، فَجَلَسَ فَلَمَّا سَمِعَ مَا يَقُوْلُوْنَ قَامَ -وَكَانَ رَجُلًا حَدِيْدًا -فَقَالَ :أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، وَاللهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظُلْمًا، وَلَقَدْ فَضَّلْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا، فَقَالَ مَعْضَدٌ :وَاللهِ مَا جِئْنَا بِبِدْعَةٍ ظُلْمًا، وَلَا فَضَّلْنَا

---

[1] عبد الرحمن بن عمرو السلمي، وحجر بن حجر، قالا :أتينا العرباض بن سارية وهو ممن نزل فيه (ولا على الذين إذا ما أتوك لتحملهم قلت لا أجد ما أحملكم عليه) فسلمنا، وقلنا :أتيناك زائرين وعائدين ومقتبسين .فقال عرباض :صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح ذات يوم، ثم أقبل علينا، فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون، ووجلت منها القلوب، فقال قائل :يا رسول الله، كأن هذه موعظة مودع ، فماذا تعهد إلينا ؟ فقال " :أوصيكم بتقوى الله، والسمع والطاعة، وإن كان عبدا حبشيا، فإنه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة ، وكل بدعة ضلالة (مسند احمد، رقم الحديث ١٧١٤٥)

فی حاشیة مسند احمد: حديث صحيح.

أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ عِلْمًا، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ عَتْبَةَ :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، قَالَ :عَلَيْكُمْ بِالطَّرِيْقِ فَالْزِمُوْهُ، فَوَ اللّٰهِ لَئِنْ فَعَلْتُمْ لَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيْدًا، وَلَئِنْ أَخَذْتُمْ يَمِيْنًا وَشِمَالًا لَتَضِلُّنَ ضَلَالًا بَعِيْدًا(حلية الاولياء) [1]

ترجمہ: (عظیم صحابیِ رسول) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے اطلاع دی (ابوالزعراء کی ایک روایت میں اس آنے والے شخص کا نام مسیّب بن نجبہ مذکور ہے) کہ کچھ لوگ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے ہیں، اور ایک شخص ان میں سے (دوسروں کو مختلف قسم کے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے) کہتا ہے، کہ اتنی اور اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو، اور اتنی اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو، اور اتنی اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو (اور دوسرے لوگ اس کے کہنے کے مطابق بیک آواز یہ مخصوص ذکر کرتے ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس اطلاع دینے والے شخص سے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ کیا واقعی وہ لوگ اس طرح کرتے ہیں؟

اس شخص نے کہا کہ جی ہاں واقعی وہ لوگ ایسا کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ اب کی مرتبہ جب وہ ایسا کریں تو اس وقت تم ان کی اس مجلس ذکر کی مجھے آ کر خبر کرنا۔

چنانچہ (اس شخص نے آ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور اس وقت آپ کے سر پر لمبی ٹوپی تھی۔

پھر جب ان کے مذکورہ طریقہ پر ذکر کرنے کو اپنے کانوں سے سُن لیا تو غصہ کی

---

[1] ج۲ص۲۵۸، تحت ترجمة سعيد بن فيروز أبو البختری.

حالت میں کھڑے ہوگئے، اور آپ قوی (ومضبوط) آدمی تھے۔
اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں، اللہ وحدہٗ لاشریک کی قسم یہ کام کر کے یا تو تم نے ایک سیاہ بدعت ایجاد کی ہے، یا پھر تم لوگ علم میں (اپنے گمان کے مطابق) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی آگے بڑھ گئے ہو؟
اس پر مجلس میں موجود معضد نامی شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم نے کوئی سیاہ بدعت ایجاد نہیں کی اور نہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام پر علم میں آگے بڑھے۔
عمرو بن عتبہ نامی شخص نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود) ہم اپنے اس عمل پر اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پر صحابہ کرام کا طریقہ لازم ہے (جبکہ تمہارا یہ طریقہ صحابۂ کرام کا نہیں ہے) اور اللہ کی قسم! اگر تم صحابہ کے طریقے کو اختیار کرو گے تو بہت آگے بڑھ جاؤ گے، اور اگر تم اس طریقہ سے ذرا بھی دائیں بائیں ہوئے تو تم ضرور بالضرور دُور دراز کی گمراہی میں جا پڑو گے

(ابونعیم)

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔[1]

چنانچہ حضرت ابوالزعراء، جو اس واقعہ کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، امام عجلی اور ابنِ حبان اور ابنِ سعد نے

---

[1] حافظ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ، حضرت عطاء بن سائب کی سند سے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
رواه زائدة، وجعفر بن سليمان، عن عطاء ، ورواه قيس بن أبى حازم، وأبو الزعراء ، عن عبد الله بن مسعود فسمى أبو الزعراء الرجل الذى أتاه، فقال :جاء المسيب بن نجية إلى عبد الله.
حدثناه سليمان، قال :حدثنا على، قال :حدثنا أبو نعيم، قال :حدثنا سفيان، عن سلمة بن كهيل، عن أبى الزعراء ، قال :جاء المسيب بن نجية إلى عبد الله، فقال :إنى تركت قوماً فى المسجد، فذكر نحوه(حلية الاولياء حواله بالا)

ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ [١]

اور حضرت ابوالزعراء سے اس کو روایت کرنے والے سلمہ بن کہیل ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔ [٢]

اور سلمہ بن کہیل سے روایت کرنے والے سفیان بن عیینہ، اور ان سے روایت کرنے والے ابونعیم ہیں۔

یہ دونوں مشہور محدث اور حافظ الحدیث ہیں۔ [٣]

اور ابونعیم سے روایت کرنے والے علی بن عبدالعزیز ہیں جو کہ امام اور حافظ الحدیث ہیں اور ان کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں۔ [٤]

---

[١] عبد الله بن هانی أبو الزعراء من أصحاب عبد الله ثقة (الثقات للعجلی، جز ٢ ص ٦٥)

عبد الله بن هانء أبو الزعراء الأكبر الكوفی وثقه العجلی من الثانية (تقريب التهذيب ج ١ ص ٥٤٣)

أبو الزعراء الاعدل الكبير اسمه عبد الله بن هانء الهمدانی من أهل الكوفة يروی عن ابن مسعود روی عنه سلمه بن كهيل (ثقات ابن حبان، ج٥ ص ١٤)

والذی فی الطبقات لابن سعد أبو الزعراء الحضرمی وقيل الكندی روی عن علی وعبد الله وكان ثقة وله أحاديث وقال العجلی ثقة من كبار التابعين (تهذيب التهذيب ج٦ ص ٥٦)

[٢] سلمة بن كهيل الحضرمی أبو يحيی الكوفی ثقة من الرابعة (تقريب التهذيب ج ١ ص ٣٧٨)

[٣] سفيان بن عيينة *(ع) ابن أبی عمران ميمون مولی محمد بن مزاحم، أخی الضحاک ابن مزاحم، الامام الكبير حافظ العصر، شيخ الاسلام، أبو محمد الهلالی الكوفی، ثم المكی (سير اعلام النبلاء ج٨ ص ٤٥٤)

أبو نعيم *(ع) الفضل بن دكين، الحافظ الكبير، شيخ الاسلام (سير اعلام النبلاء ج١٠ ص ١٤٢)

[٤] علی بن عبد العزيز *ابن المرزبان ابن سابور :الامام، الحافظ، الصدوق، أبو الحسن البغوی، نزيل مكة. ولد سنة بضع وتسعين ومئة. وسمع :أبا نعيم، وعفان، والقعنبی، ومسلم بن إبراهيم، وموسی ابن إسماعيل، وأبا عبيد، وأحمد بن يونس، وعلی بن الجعد، وعاصم بن علی، وطبقتهم. وجمع، وصنف "المسند "الكبير، وأخذ القراء ات عن أبی عبيد، وغيره............وكان حسن الحديث. قال الدارقطنی :ثقة مأمون. وقال ابن أبی حاتم :كتب إلينا بحديث أبی عبيد، وكان صدوقا (سير اعلام النبلاء ج ١٣ ص ٣٤٨)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلی بن عبدالعزیز سے سلیمان بن احمد روایت کرتے ہیں، اور یہ مشہور محدث امام طبرانی کا نام ہے۔ [1]

اس روایت سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ٹوپی پہننا معلوم ہوا، اورٹوپی کے ساتھ عمامہ کا ذکرنہیں، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہے، اورٹوپی سے سرڈھانکنا سنت ومستحب عمل ہے۔

(۳۹)......حضرت عباد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں کہ:

رَأَیْتُ عَلٰی أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَلَنْسُوَۃً بَیْضَاءَ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد) [2]

ترجمہ: میں نے (صحابیِ رسول) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوسفیدٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (ابن سعد)

فائدہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر سے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب رہتے تھے، یقیناً انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہی ٹوپی پہنی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علی بن عبد العزیز بن المرزبان بن سابور الحافظ الصدوق أبو الحسن البغوی شیخ الحرم ومصنف المسند.

سمع ابا نعیم وعفان والقعنبی ومسلم بن ابراھیم وابا عبید وخلائق...........وعاش بضعا وتسعین عاما، قال الدارقطنی :ثقة مامون.

وقال ابن ابی حاتم :صدوق.

واما النسائی فمقته لکونه کان یأخذ علی الحدیث، ولا شک انه کان فقیرا مجاورا، قال ابن السنی :یبلغنی انه کان إذا عوتب علی ذلک قال یا قوم انا بین الاخشبین وإذا ذھب الحجاج نادی أبو قبیس قعیقعان یقول من بقی ؟ فیقول :المجاورون، فیقول: اطبق.توفی سنة ست وثمانین ومائتین(تذکرة الحفاظ جز ۲ ص ۲۲۳)

[1] الطبرانی *ھو الامام، الحافظ، الثقة، الرحال الجوال، محدث الاسلام، علم المعمرین، أبو القاسم، سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی، صاحب المعاجم الثلاثة(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۱۱۹)

[2] ج ۷ص۱۸ ،تحت ترجمة أنس بن مالک بن النضر، الناشر: دارالکتب العلمیة،بیروت.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح کی ٹوپی پہننا پہلے کئی روایات میں گزر چکا ہے۔
اس روایت میں بھی صرف ٹوپی کا ذکر ہے، عمامہ کا ذکر نہیں؛ اور ٹوپی کو عمامہ کے ساتھ مقید کرنے اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کو خلافِ سنت یا مکروہ عمل قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔
(۴۰)......امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ لِیُ مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِیُ قَالَ رَأَیْتُ عَلٰی أَنَسٍ بُرُنُسًا أَصُفَرَ مِنُ خَزٍّ(بخاری) [۱]

ترجمہ: مجھ سے حضرت مسدد نے کہا کہ ہم سے معتمر نے بیان کیا، کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس کو زرد رنگ کی اونی (گرم) لمبی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (بخاری)

فائدہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روئی والی گرم ٹوپی استعمال فرمانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، لہٰذا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گرم لمبی ٹوپی استعمال کرنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے تھا۔
بخاری کی اس روایت میں بھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ کا ذکر نہیں، مزید برآں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کو ''باب البرانس'' کا نام دے کر، ٹوپیوں کا باب بھی قائم کیا ہے۔
اس روایت سے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹوپی سفید رنگ کے علاوہ زرد اور دوسرے رنگ کی بھی پہنی جاسکتی ہے، جب تک اس میں کوئی دوسری خرابی (مثلاً کافروں، فاسقوں، اور اہلِ بدعت کے ساتھ مشابہت وغیرہ) نہ ہو، اور کسی رنگ کو اپنے درجہ سے بڑھا کر تخصیص اور التزام نہ کیا جائے۔

---

[۱] رقم الحدیث ۵۸۰۲، کتاب اللباس، باب البرانس.
(باب البرانس) أی ھذا باب یذکر فیه لبس البرانس وھو جمع برنس بضم الباء الموحدة والنون وبینھما راء ساکنة وبالسین المھملة وھی القلنسوة وقد مضی الکلام فیه فی الحج (عمدة القاری، ج ۲۱ ص ۱۰۵، کتاب اللباس، باب البرانس)

(۴۱)......ابنِ ابی الدنیا ابونصر تمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اُمِ نہار نے فرمایا کہ:

كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَمُرُّ بِنَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ عَلٰى بَرْذُوْنٍ عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِيَةٌ فَيُسَلِّمُ عَلَيْنَا إِذَا مَرَّ وَنَحْنُ صِبْيَانٌ (العيال) [1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کے دن ہمارے قریب سے اپنے گھوڑے پر سوار گزرتے تھے، اور آپ کے سر پر چُست ٹوپی ہوتی تھی، وہ ہمیں گزرتے ہوئے سلام کرتے تھے، اور ہم اس وقت چھوٹے بچے تھے (عیال)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے، اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہن کر جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔[2]

لہٰذا بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہن کر نماز یا جمعہ کے لیے یا مجمع میں جانے کو سنت یا صحابۂ کرام کے طریقہ کے خلاف سمجھنا درست نہیں ہے۔

(۴۲)......حضرت وکیع حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رَأَيْتُ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بُرْنُسًا (مصنف ابنِ ابی شيبة) [3]

ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سر پر لمبی ٹوپی دیکھی (ابن ابی شیبہ)

---

[1] لابنِ ابی الدنیا، رقم الحديث ۲۸٦، باب التسليم على الصبيان، الناشر: دار ابن القيم - السعودية -الدمام.

ابو نصر تمار: هو عبدالملک بن عبدالعزيز القشيرى، النسائى، ثقة عابد، مات سنة ثمان وعشرين ومائتين.

اِم نهار: ابنة الدفاع البصرية، ذكرها المزى فى جملة شيوخ ابى نصر التمار (تهذيب الكمال: ۸۵٦/۲) ولعلها هى العابدة العدوية التى ترجمها ابن الجوزى فى "صفة الصفوة، انظر (اعلام النساء: ۱۵۷۱/۳) (تعليق على العيال لابنِ ابى الدنيا لدكتور عبدالرحمن خلف)

[2] اس روایت میں بھی لفظِ "کان" امرِ اتفاقی کی نفی کی طرف مشیر ہے۔

[3] رقم الحديث ۲۵۴۹۴، كتاب اللباس، باب فى لبس البرانس.

فائدہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لمبی ٹوپی استعمال فرمانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔
تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا لمبی ٹوپی استعمال کرنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے ہی تھا۔[1]

(۴۳)......حضرت سعید بن عبداللہ بن ضرار سے روایت ہے کہ:

قَالَ :رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَتَى الْخَلَاءَ ثُمَّ خَرَجَ وَعَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءُ مَزْرُورَةٌ فَمَسَحَ عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ وَعَلٰى جَوْرَبَيْنِ لَهُ مَرْعَزَا أَسْوَدَيْنِ ، ثُمَّ صَلّٰى (مصنف عبد الرزاق)[2]

ترجمہ: سعید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ بیتُ الخلاء میں تشریف لے گئے، اور پھر آپ بیتُ الخلاء سے باہر تشریف لائے، اور آپ نے سفید گھنڈی دار ٹوپی پہن رکھی تھی۔
پھر آپ نے ٹوپی پر مسح کیا اور آپ نے ان جرابوں پر مسح کیا جن میں بھیڑ کے نیچے کے بالوں کے روئیں تھے، اور وہ جرابیں کالے رنگ کی تھیں (یعنی وہ بھیڑ کی کالی کھال کی تھیں) پھر آپ نے نماز پڑھی (عبدالرزاق)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسی ٹوپی بھی استعمال فرمائی ہے، جس پر کچھ بٹن نما گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔
جیسا کہ آج کل بھی بعض ٹوپیوں میں ایسی چیزیں لگی ہوتی ہیں، اس ٹوپی سے زینت کے علاوہ یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ اس سے سردی اور دھوپ کی تیزی آر پار نہیں ہوتی، اور گرمی وسردی سے سر کی حفاظت رہتی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ٹوپی میں ہی نماز بھی پڑھی ہے۔
ملحوظ رہے کہ سر پر مسح کرنا وضوء کا ایک مستقل فریضہ ہے، جو کہ قرآن مجید سے ثابت ہے، اور

---

[1] اور اس روایت میں بھی ٹوپی کا ذکر ہے، نہ کہ عمامہ کا۔
[2] رقم الحديث ۷۴۵، كتاب الطهارة، باب المسح على القلنسوة.

ٹوپی وغیرہ پر مسح کرنا ظاہر ہے کہ سر کا مسح کرنا نہیں کہلاتا، اس لیے ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ٹوپی پر مسح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ٹوپی اتارے بغیر اس سے پیچھے سر کے حصہ کا، یا ٹوپی الگ کئے بغیر اس کے نیچے ہاتھ داخل کر کے سر کا مسح کیا، یا ٹوپی کو پیچھے سَر کا اور ہٹا کر سَر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔

اور اگر وہ ٹوپی ایسی تھی کہ اس میں سوراخ تھے اور اس کے اوپر سے مسح کرنے سے سر کے بالوں تک پانی پہنچ گیا تھا، تو پھر کوئی اشکال والی بات نہیں، اور اس طرح مسح کرنے کی وجہ سردی کا ہونا یا جلدی کا تقاضا ہونا ممکن ہے۔ [1]

(۴۴)......حضرت عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَیْتُ عَلٰی أَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ بُرْنُسًا (کتاب العلل ومعرفة الرجال) [2]

ترجمہ: میں نے (صحابیِ رسول) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لمبی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (کتاب العلل)

فائدہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری جلیل القدر صحابی ہیں، اور انہوں نے بھی ٹوپی استعمال فرمائی ہے، اس روایت میں بھی عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی کا ذکر ہے۔

(۴۵)......حضرت اشعث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ أَبَا مُوْسٰی خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ وَعَلَیْهِ قَلَنْسُوَةٌ، فَمَسَحَ عَلَیْهَا (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

---

[1] قال أحمد: لا يمسح على القلنسوة وقال ابن المنذر :ولا نعلم أحدا قال بالمسح على القلنسوة، إلا أن أنسا مسح على قلنسوته (المغنى لابن قدامة، ج ا ص ٢٢٢، فصل المسح على القلنسوة)

قلت: وماتأولنا فى فعل انس فهو انسب فلاحاجة لهذاالقول .محمد رضوان

[2] للامام احمد بن حنبل ج ا ص ١٥٦، الناشر: دار الخانی، الریاض.

[3] رقم الحديث ٢٥٣٥٦، كتاب اللباس، باب فى لبس القلانس.

حدثنا يحيى بن محمد ، ثنا مسدد ، ثنا بشر بن المفضل ، ثنا سعيد بن أبى عروبة، عن الأشعث بن سليم ، عن أبيه ، أنه رأى أبا موسى خرج من موضع ذكره ، يمسح على الخفين والقلنسوة (الأوسط لابن المنذر، رقم الحديث ٤٩٧)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے، اور آپ نے ٹوپی پہن رکھی تھی، پھر آپ نے ٹوپی پر مسح کیا (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: ٹوپی پر مسح کا مطلب پچھلی روایت کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ ٹوپی اتارے بغیر اسے پیچھے ہٹا کر سر کا کریا اس کے نیچے ہاتھ دے کر یا ٹوپی سے پیچھے سر کے حصہ پر مسح کیا، یا پھر وہ ٹوپی ایسی تھی کہ اوپر سے مسح کرنے سے سر تک پانی پہنچ گیا تھا، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(۴۶)......امام ابویعلیٰ رحمہ اللہ، حضرت عبدالحمید بن جعفر سے، اور وہ اپنے والد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ : اِعْتَمَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُمْرَةٍ اِعْتَمَرَهَا، فَحَلَقَ شَعَرَهُ، فَاسْتَبَقَ النَّاسُ إِلٰى شَعَرِهٖ، فَسَبَقْتُ إِلَى النَّاصِيَةِ فَأَخَذْتُهَا، فَاتَّخَذْتُ قَلَنْسُوَةً فَجَعَلْتُهَا فِيْ مُقَدِّمَةِ الْقَلَنْسُوَةِ، فَمَا وُجِّهْتُ فِيْ وَجْهٍ إِلَّا فُتِحَ لِيْ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی) [1]

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کیا، اس عمرہ میں آپ نے بھی عمرہ کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (احرام سے فراغت کے وقت) اپنے سر کا حلق فرمایا (یعنی سر منڈوایا) تو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی طرف سبقت کرنے لگے (تا کہ آپ کے بالوں کو حاصل کریں) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشانی کے بالوں کو حاصل کیا، پھر میں نے اپنی ٹوپی لی، اور ان بالوں کو میں نے ٹوپی کے اگلے حصے میں محفوظ کرلیا، پھر جب مجھے کسی محاذ پر بھی بھیجا گیا، تو مجھے (ان بالوں کی برکت سے) فتح عطا کی گئی (ابویعلیٰ)

(۴۷)......اور امام حاکم، امام طبرانی اور امام بیہقی رحہم اللہ نے اس واقعہ کو مندرجہ ذیل طریقہ

[1] رقم الحدیث ۷۱۸۳.
فی حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ: رجالہ ثقات غیر أنہ منقطع.

پر روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، فَقَدَ قَلَنْسُوَةً لَهُ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ فَقَالَ : اُطْلُبُوْهَا فَلَمْ يَجِدُوْهَا، ثُمَّ طَلَبُوْهَا فَوَجَدُوْهَا، وَإِذَا هِيَ قَلَنْسُوَةٌ خَلِقَةٌ، فَقَالَ خَالِدٌ: اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ، وَابْتَدَرَ النَّاسُ جَوَانِبَ شَعْرِهٖ، فَسَبَقْتُهُمْ إِلٰى نَاصِيَتِهٖ فَجَعَلْتُهَا فِيْ هٰذِهٖ الْقَلَنْسُوَةِ، فَلَمْ أَشْهَدْ قِتَالًا وَهِيَ مَعِيَ إِلَّا رُزِقْتُ النَّصْرَ؟ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہوگئی، تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو تلاش کرو، تو (تلاش کرنے سے) لوگوں کو وہ ٹوپی نہیں مل سکی، پھر دوبارہ اس کو تلاش کیا، تو وہ ٹوپی مل گئی، اور وہ ٹوپی بوسیدہ اور پرانی حالت میں تھی، تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا، پھر اپنا سر منڈوایا، تو لوگ آپ کے بال حاصل کرنے کے لئے دوڑے، تو میں نے آپ کی پیشانی کے بال حاصل کرلئے، پھر میں نے ان کو اس ٹوپی میں محفوظ کرلیا، پھر جب بھی میں کسی جنگ کے موقع پر حاضر ہوا، تو یہ ٹوپی میرے ساتھ ہی ہوتی تھی، اور (اس کی برکت سے) مجھ کو فتح یابی حاصل ہوتی تھی

(حاکم، طبرانی، بیہقی)

(۴۸)......امام واقدی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۷ھ) اس واقعہ کو اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

---

[1] رقم الحديث ۵۲۹۹، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۳۸۰۴، ج۴ص ۱۰۴، دلائل النبوة للبيهقی، ج۶ ص ۲۴۹، باب ما جاء فی قلنسوة خالد بن الوليد واستنصاره بما جعل فيها من شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم.

قال الهيثمی: رواه الطبرانی وأبو يعلى بنحوه ورجالهما رجال الصحيح (مجمع الزوائد، جزء۹ صفحه ۳۴۹، تحت رقم الحديث ۱۵۸۸۲)

وَلَقَدْ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ، فَلَمَّا حَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأْسَہٗ أَعْطَاہُ نَاصِیَتَہٗ فَکَانَتْ فِیْ مُقَدَّمِ قَلَنْسُوَتِہٖ فَکَانَ لَا یَلْقٰی أَحَدًا إِلَّا ھَزَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی، وَلَقَدْ قَاتَلَ یَوْمَ الْیَرْمُوْکِ فَوَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُہٗ .فَجَعَلَ یَقُوْلُ الْقَلَنْسُوَۃُ الْقَلَنْسُوَۃُ فَقِیْلَ لَہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ یَا أَبَا سُلَیْمَانَ عَجَبًا لِطَلَبِکَ الْقَلَنْسُوَۃَ وَأَنْتَ فِیْ حَوْمَۃِ الْقِتَالِ فَقَالَ: إِنَّ فِیْھَا نَاصِیَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَلْقَ بِھَا أَحَدًا إِلَّا وَلّٰی (المغازی للواقدی) [1]

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں تشریف لے گئے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام سے فراغت کے وقت اپنے سر مبارک کا حلق فرمایا (یعنی سر منڈوایا) تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنی پیشانی کے بال دے دیئے، تو وہ بال حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی کے اگلے حصے میں محفوظ تھے، اور حضرت خالد بن ولید جس دشمن سے بھی مقابلہ کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کو فتح یاب فرماتے تھے، اور حضرت خالد بن ولید کے جنگِ یرموک میں قتال کے دوران سر سے وہ ٹوپی گر گئی، تو وہ ٹوپی؛ ٹوپی پکارنے لگے۔

جب ان سے بعد میں کہا گیا کہ اے ابوسلیمان آپ کے قتال کے عین دوران ٹوپی کو طلب کرنے پر تعجب ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ:

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشانی کے بال تھے، اور میں نے جب بھی ان بالوں کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا، تو اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوئی (مغازی)

(۴۹)......اور امام واقدی رحمہ اللہ سے ہی دوسرے مقام پر مروی ہے کہ:

---

[1] ج۳ص ۸۸۴، غزوۃ بنی جذیمۃ، الناشر: دار الأعلمی -بیروت.

وَقَدْ سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهُ مِنْ رَّأْسِهٖ فَصَاحَ قَلَنْسُوَتِيْ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ فَأَخَذَهَا رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهٖ مِنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ وَنَاوَلَهٗ إِيَّاهَا فَأَخَذَهَا خَالِدٌ وَلَبِسَهَا (فتوح الشام) [1]

ترجمہ: اور حضرت خالد بن ولید کے سر سے ٹوپی گر گئی تو آپ نے پکارا؛ کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، میری ٹوپی تلاش کرو، تو ان کی قوم کے قبیلہ بنو مخزوم کے ایک آدمی نے ٹوپی تلاش کر کے آپ کو دی، تو حضرت خالد نے اس کو لے کر پہن لیا (فتوح الشام)

فائدہ: مذکورہ روایات سے صحابۂ کرام کا جنگ کے دوران بھی ٹوپی پہنے رکھنے کا علم ہوا، اور اس روایت میں ٹوپی کا ذکر ہے، اور عمامہ کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام جنگ کے دوران بھی بعض اوقات صرف ٹوپی پہننے پر اکتفاء فرمایا کرتے تھے، لہٰذا ٹوپی کو عمامہ کے بغیر خلافِ سنت یا مکروہ قرار دینا درست نہیں۔

اور آگے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا بھی جنگ کے دوران ٹوپی پہننے اور ٹوپی گر جانے کا ذکر آ رہا ہے۔

(۵۰)......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ أَصَابَهٗ بَرْدٌ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْتُ: بُرْنُسٌ فَقَالَ: أَبْعِدْهُ عَنِّيْ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى الْمُحْرِمَ أَنْ يَّلْبَسَ الْبُرْنُسَ (سنن البیهقی) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو احرام کی حالت میں سردی لگی، تو میں نے آپ کو ٹوپی دی، پس ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ برنس

---

[1] ج ۱ ص ۲۱۰، ذکر وقعة الیرموک، الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت)
الصِیاحُ: الصوت (الصحاح فی اللغة للجوهری، ج ۱ ص ۳۸۴، مادة صیح)

[2] رقم الحدیث ۹۰۷۴، کتاب الحج، باب من کرہ أن یطرح علی نفسه مخیطا وهو محرم وإن لم یلبسه.

(یعنی لمبی ٹوپی) ہے، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو مجھ سے الگ کردو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُحرِم کو (حالتِ احرام میں) ٹوپی پہننے سے منع فرمایا ہے (بیہقی)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام میں ٹوپی پہننا رائج تھا، اور ٹوپی کا عمامہ کے بغیر پہننا بھی صحابۂ کرام میں رائج تھا، اسی لئے حضرت نافع رحمہ اللہ نے اپنے استاذ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو ٹوپی پیش کی، اور انہوں نے ٹوپی کو واپس کرنے کی وجہ بھی احرام کی حالت میں ہونا بتلائی، نہ کہ عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے مکروہ یا سنت کے خلاف ہونے کی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی حالت میں ٹوپی و عمامہ وغیرہ پہننے کی ممانعت فرمانے کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

(۵۱)......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ رَفَعَ الْقَلَنْسُوَةَ وَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ (سنن الدارقطنی) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما جب (وضو میں) اپنے سر کا مسح فرماتے تھے، تو ٹوپی اتار کر اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح فرماتے تھے (دار قطنی)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بھی بعض اوقات صرف ٹوپی پہننے پر اکتفاء فرمایا کرتے تھے، اور ٹوپی اُتار کر سر کا مسح فرمایا کرتے تھے۔ [2]

اور ان کی ایک اونی باریک عمدہ ٹوپی کا ذکر پہلے ایک روایت میں گزر چکا ہے۔

(۵۲)......امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] رقم الحديث ۳۷٦، كتاب الطهارة، باب ما روى من قول النبى صلى الله عليه وسلم: الأذنان من الرأس.

[2] اور لفظِ ''کان'' کے بارے میں پہلے بار بار عرض کیا جاچکا کہ یہ امرِ اتفاقی کی نفی کرتا ہے۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ رَفَعَ الْقَلَنْسُوَةَ وَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ (السنن الكبرى للبيهقى) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب (وضو میں) اپنے سر کا مسح فرماتے تھے، تو ٹوپی اتار کر اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح فرماتے تھے (سنن کبریٰ بیہقی)

فائدہ: فقہائے احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے، اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

سر کے اگلے حصے کا مسح فرمانے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مسح سر کے اگلے حصے سے شروع فرماتے تھے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ سر کے پچھلے حصے کا مسح نہیں فرماتے تھے۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کسی عذر (مثلاً سردی یا سر میں درد وغیرہ کی وجہ) سے ایسا کرتے ہوں، یا دوسروں کو اس کے جائز ہونے کی تعلیم دینے کے لیے ایسا کرتے ہوں۔

اس روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ٹوپی اور عمامہ کے اوپر سے مسح کرنا درست نہیں، اگر ایسا کرنا درست ہوتا، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ٹوپی اتارنے کی زحمت نہ فرماتے۔

البتہ ٹوپی پہنے پہنے مسح کرنے کی صورت میں سر کے فرض (یعنی چوتھائی) حصے پر پانی کی تری پہنچ جائے تو مسح کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

(۵۳)......حضرت معاویہ، حضرت ہشام سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ قَلَنْسُوَةً لَهَا رَفٌّ، كَانَ يَسْتَظِلُّ بِهَا إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ زبیر کو ایسی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا، جس پر بال تھے، آپ بیت اللہ کا طواف کرتے وقت اس ٹوپی سے سایہ کیا کرتے تھے

---

[1] رقم الحديث ۲۸۵، كتاب الطهارة، باب ما روى من قول النبى صلى الله عليه وسلم: الأذنان من الرأس.

[2] رقم الحديث ۲۵۳۵۳، كتاب اللباس، باب فى لبس القلانس.

(یعنی دھوپ وغیرہ سے بچتے تھے) (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: ممکن ہے کہ اونی ٹوپی ہو، جس میں اون یا بھیڑ وغیرہ کے بال لٹکے ہوئے نظر آ رہے ہوں، جن سے دھوپ وغیرہ سے حفاظت ہو رہی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ٹوپی استعمال فرماتے تھے، اور ٹوپی پہن کر نفل طواف (جو احرام کے بغیر کیا جاتا ہے) بھی کیا کرتے تھے۔

لہٰذا بعض حضرات کا عبادت کے دوران عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کو خلافِ سنت یا صحابۂ کرام سے غیر ثابت قرار دینا درست نہیں۔

(۵۴)......حضرت ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَطُوفُ وَعَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَهَا زَرٌّ (أخبار مكة للفاكهي) [۱]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ زبیر کو دیکھا کہ آپ طواف فرما رہے تھے، اور آپ نے گھنڈی دار ٹوپی پہنی ہوئی تھی (اخبار مکہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ٹوپی کے اوپر بٹن نما گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں، جس سے دھوپ اور لُو وغیرہ سے سر کی حفاظت رہتی اور زینت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، اور وہ ٹوپی پہن کر (نفلی) طواف بھی کر رہے تھے۔

آج کل بھی بعض ایسی ٹوپیاں پائی جاتی ہیں، جن میں اوپر کی طرف بٹن نما بعض چیزیں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔

(۵۵)......اور حضرت ہشام بن عروہ ہی فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ قَلَنْسُوَةً لَهَا رَفٌّ يَعْنِيُ بُرْطَلَةً (مصنف ابنِ ابی شيبة) [۲]

---

[۱] رقم الحديث ۵۶۰، ج ۱ ص ۲۷۷، ذكر تغميض العينين فی الطواف، والطواف فی القلانس، الناشر: دار خضر - بيروت.

[۲] رقم الحديث ۲۵۴۹۳، كتاب اللباس، باب فی لبس البراطل.

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ایسی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا جس میں سایہ کے لئے بال تھے (ابن ابی شیبہ)

(۵۶)......حضرت زید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بُرْطَلَةً (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سایہ دار ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ)

(۵۷)......حضرت نسیر بن ذعلوق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

رأيتُ ابْنَ الزُّبيْرِ يطُوفُ وَعَلَيْهِ بُرْطَلَةٌ (المعجم الکبیر للطبرانی) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو طواف کرتے ہوئے دیکھا، آپ کے سر پر سایہ دار ٹوپی تھی (طبرانی، مسند ابن الجعد)

فائدہ: ''برطل'' ٹوپی کو کہا جاتا ہے، اور ''برطلہ'' ایسی ٹوپی کو کہا جاتا ہے، جس میں دھوپ وغیرہ سے بچاؤ اور سایہ کے انتظام کے لئے بال وغیرہ لگے ہوئے ہوتے ہیں، جیسا کہ آج کل ایک خاص طریقہ پر پی کیپ میں دھوپ سے بچنے کا انتظام ہوتا ہے۔ [3]

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام بعض اوقات بغیر عمامے کے صرف ٹوپیاں پہننے پر بھی اکتفاء فرمایا کرتے تھے، اور اس حالت میں عبادت بھی سرانجام دیا کرتے تھے، پھر طواف ظاہر ہے کہ جلوت، مجمع اور مسجدِ حرام میں کیا جاتا ہے، جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عمامہ کے بغیر خالی ٹوپی پہن کر مجامع اور مساجد میں جانا اور عبادت کرنا بھی درست ہے، اور اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں پائی جاتی۔

---

[1] رقم الحدیث ۲۵۴۹۲، کتاب اللباس، باب فی لبس البراطل، اخبارِ مکة للفاکھی، رقم الحدیث ۵۶۱.

[2] رقم الحدیث ۱۴۸۷۹، ج۱۴ ص۲۴۷، مسند ابن الجعد، رقم الحدیث ۲۲۲۶.

[3] (البرطل) قلنسوة (البرطلة البرطلة) المظلة الصیفیة (المعجم الوسیط، ص۵۰، باب الباء)

(۵۸)......حضرت ہلال بن یساف ایک لمبی روایت میں فرماتے ہیں کہ:

فَدَفَعْنَا إِلٰى وَابِصَةَ قُلْتُ لِصَاحِبِي نَبْدَأُ فَنَنْظُرُ إِلٰى دَلِّهٖ فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِئَةٌ ذَاتُ أُذُنَيْنِ وَبُرْنُسُ خَزٍّ أَغْبَرُ وَإِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى عَصًا فِيْ صَلَاتِهٖ (ابو داؤد) [1]

ترجمہ: میرے بعض ساتھی (یعنی زیاد بن ابی الجعد) ہمیں حضرت وابصۃ بن معبد رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئے، میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم سب سے پہلے ان کی سیرت اور حالت کو دیکھتے ہیں، تو ہم نے دیکھا کہ وہ سر کے ساتھ جڑی ہوئی کانوں والی ٹوپی اور اونی مٹیالے رنگ کی برنس پہنے ہوئے ہیں، اور لاٹھی پر سہارا لے کر نماز پڑھ رہے ہیں (ابوداؤد)

فائدہ: فرض نماز میں بغیر ضرورت کے سہارا لے کر کھڑا ہونا مکروہ ہے، البتہ ضرورت میں جائز ہے، ممکن ہے کہ وہ اس وقت نوافل پڑھ رہے ہوں یا ضرورت وعذر کی وجہ سے انہوں نے لاٹھی کا سہارا لیا ہوا ہو۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۹۴۸، كتاب الصلاة، باب الرجل يعتمد فى الصلاة على عصا.

[2] وجواب آخر هو أن يكون النهى فى حق من فعله بغير عذر بل للاستراحة وحديث أم قيس محمول على من فعل ذلك لعذر من كبر السن والمرض ونحوهما وهكذا قال أصحابنا واستدلوا به على أن الضعيف والشيخ الكبير إذا كان قادرا على القيام متكئا على شىء يصلى قائما متكئا ولا يقعد وروى أبو بكر بن أبى شيبة فى مصنفه حدثنا مروان بن معاوية "عن عبد الرحمن بن عراك ابن مالك عن أبيه قال أدركت الناس فى شهر رمضان يربط لهم الحبال يتمسكون بها من طول القيام "وحدثنا وكيع عن عكرمة بن عمار رضى الله تعالى عنه "عن عاصم بن سميح قال رأيت أبا سعيد الخدرى رضى الله تعالى عنه يصلى متكئا على عصا "وحدثنا وكيع "عن أبان بن عبد الله البجلى قال رأيت أبا بكر بن أبى موسى يصلى متكئا على عصا "(عمدة القارى للعينى، ج۷ص۲۹۸، كتاب الصلاة، باب الخصر فى الصلاة)

(قوله وللمتطوع إلخ) لعل وجهه أن التطوع قد يكثر كالتهجد فيؤدى إلى التعب فلم يكره له الاتكاء بخلاف الفرض فإن زمنه يسير وإلا فالمفترض إن عجز فقد مر حكمه وإن تعب فالظاهر أنه لا يكره له الاتكاء تأمل.

(قوله وبدونه يكره) أى اتفاقا لما فيه من إساءة الأدب شرح المنية وغيره، وظاهره أنه ليس فيه نهى خاص فتكون الكراهة تنزيهية تأمل(ردالمحتار، ج۲ص۱۰۱، باب صلاة المريض)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام ننگے سر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، اور صحابۂ کرام برنس (یعنی ٹوپی) پہنا کرتے تھے، اور اسے پہن کر نماز بھی پڑھا کرتے تھے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹوپی پہننے کی احادیث پہلے گزر چکی ہیں، اور ان روایات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع ومقتدر جماعت صحابۂ کرام کا بھی ٹوپی پہننے کا معمول ثابت ہو چکا ہے، اور اس بات کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ ٹوپی سے سر ڈھانکنا بھی سنت ومستحب عمل ہے، اور بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننا اور اس حالت میں عبادت کرنا اور مساجد ومجامع وغیرہ میں جانا خلافِ سنت یا مکروہ نہیں ہے۔ [2]

واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] "البرنس" بالضم قلنسوة طويلة ، او كل ثوب رأسه منه دراعة كان او جبة اوممطرا، قاموس (بذل المجهود ج۲ ص ۱۰۹ ،باب الرجل يعتمد فى الصلاة على عصا)

قوله " :فننظر إلى دله "الدل -بفتح الدال، وتشديد اللام -والهدى والسمت كلها بمعنى واحد، وهى الحالة التى يكون عليها الإنسان من السكينة والوقار، وحسن السيرة والطريقة، واستقامة المنظر والهيأة .قوله " :فإذا عليه "الفاء فيه فاء المفاجأة، و "القلنسوة "معروفة، وقد ذكرنا فيها وجوها.

قوله " :لاطئة "أى :منبسطة على رأسه، وليست بعالية إلى فوق.

قوله " :ذات أذنين "صفة للقلنسوة.

قوله " :وبرنس خز "البرنس :كل ثوب رأسه منه ملتزق به من دراعة أو جبة أو ممطر أو غيره .وقال الجوهرى :هو قلنسوة طويلة كان النساك يلبسونها فى صدر الإسلام، وهو من البرس -بكسر الباء :-القطن، والنون زائدة، وقيل :إنه غير عربى .والخز :ما خلط من الحرير والوبر وشبهه، وأصله من وبر الأرنب .ويسمى ذكر الأرانب :الخزز فسمى به، وإن خلط بكل وبر جزء من أجل خلطه .والأغبر من الألوان :ما هو شبيه بالغبار(شرح ابوداؤد للعينى ،ج۴ص ۲۱۸، كتاب الصلاة، باب الرجل يعتمد فى الصلاة على عصا)

[2] ملحوظ رہے کہ مذکورہ بعض روایتوں کی سند میں اگر ضعف بھی ہوتو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلۂ ہٰذا میں قادح نہ ہوگا، بالخصوص جبکہ مسئلۂ ہٰذا صحیح احادیث سے ثابت ہو چکا، اور ہم نے صرف تائیداً للباب مشہور غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے مذکورہ روایات ذکر کی ہیں۔

(فصل نمبر۳)

تابعین، محدثین اور فقہاء کا ٹوپی پہننا

(۵۹)......امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَوَضَعَ أَبُوْإِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلَاةِ وَرَفَعَهَا (بخاری) [۱]

ترجمہ: اور ابواسحاق (سبیعی) نے نماز میں اپنی ٹوپی اتار کر رکھی، اور پھر (وہ ٹوپی) پہن لی (بخاری)

فائدہ: حضرت ابواسحاق سبیعی کوفی رحمہ اللہ بڑے تابعین میں شمار ہوتے ہیں، اور انہوں نے تقریباً اڑتالیس صحابۂ کرام سے احادیث کی سماعت کی ہے، اور ان کا شمار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استادوں میں کیا جاتا ہے۔ [۲]

ان کا نماز میں ٹوپی کو سر سے اتار کر رکھنا اور پہن لینا عملِ کثیر کے بغیر کسی ضرورت مثلاً سخت خارش وغیرہ کی وجہ سے تھا، اور بوقتِ ضرورت نماز میں عملِ قلیل مکروہ نہیں۔ [۳]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر تابعینِ کرام بھی ٹوپی پہن کر رکھتے تھے، اور نماز بھی ٹوپی پہن کر پڑھا کرتے تھے، نہ کہ ننگے سر؛ اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی میں نماز بھی پڑھ لیا

---

[۱] ج۲ص۶۱، کتاب التطوع، باب استعانة اليد فی الصلاة إذا كان من أمر الصلاة.

[۲] أبو إسحاق هو عمرو بن عبد الله السبيعی الكوفی من كبار التابعين قال العجلی كوفی تابعی ثقة سمع ثمانية وثلاثين من أصحاب النبی -صلى الله عليه وسلم - مات سنة ست وعشرين ومائة وهو ابن ست وتسعين سنة وهو معدود من جملة مشايخ أبی حنيفة رضی الله تعالى عنه ووضع القلنسوة ورفعها لا يكون إلا باليد وهكذا هو فی نسخة وفی نسخة أخرى أو رفعها بكلمة أو قال ابن قرقول أو رفعها لعبدوس والقابسی على الشک وعند النسفی وأبی ذر والأصيلی "ورفعها" من غير شک وهو الصواب(عمدة القاری، ج۷ص۲۶۵،۲۶۶، کتاب التطوع، باب استعانة اليد فی الصلاة إذا كان من أمر الصلاة)

[۳] والظاهر: أن هذا كان لحاجة، وإلاّ لكان عبثاً، وهو مكروه(فتح الباری لابنِ رجب، ج۹ص۲۸۳، کتاب التطوع، باب استعانة اليد فی الصلاة إذا كان من أمر الصلاة)

کرتے تھے۔

لہٰذا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ خیال کرنا درست نہیں۔

(۶۰)......حضرت عبدالرحمٰن بن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط فرماتے ہیں کہ:

كُنْتُ فِيْمَنْ حَضَرَ الْأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ وَمَاتَ بِالْكُوْفَةِ ، فَلَمَّا وَضَعْنَاهُ فِيْ قَبْرِهٖ وَسَوَّيْنَا عَلَيْهِ سَقَطَ قَلَنْسُوَتِيْ فَأَهْوَيْتُ لِآخُذَهَا وَإِذَا هُوَ فِيْ فَسْحٍ فِيْ قَبْرِهٖ مُدَّ بَصَرِهٖ (طبقات المحدثين باصبهان) [1]

ترجمہ: میں حضرت احنف بن قیس کے جنازے میں حاضر تھا، جن کا کوفہ میں انتقال ہوا تھا، پس جب ہم نے ان کو قبر میں رکھا اور ان پر مٹی وغیرہ ڈالنی شروع کی، تو میری ٹوپی گر گئی، پس میں اپنی ٹوپی لینے کے لئے قبر میں جھکا، تو میں نے دیکھا کہ حدِ نظر تک ان کی قبر وسیع ہے (طبقات محدثین)

فائدہ: حضرت احنف بن قیس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اسلام لائے، اس سے معلوم ہوا کہ تابعینِ عظام ٹوپی پہنا کرتے تھے، اور ننگے سر نہیں رہتے تھے، اور بسا اوقات عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

(۶۱)......حضرت محمد بن احمد بن حسین بن ربیع فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يُقَاتِلُ فِيْ أَرْضِ الرُّوْمِ فِيْ يَوْمٍ شَدِيْدِ الْحَرِّ، قَدْ وَقَعَ قَلَنْسُوَتُهٗ عَنْ رَّأْسِهٖ (شعب الایمان للبیهقی) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو دیکھا کہ روم کی زمین میں سخت گرمی کے دن میں قتال (وجہاد) فرما رہے تھے، اور ان کی ٹوپی ان کے سر

---

[1] لابی الشیخ الاصبهانی ج ۱ ص ۳۰۱، تحت ترجمة احنف بن قیس ،الناشر: مؤسسة الرسالة،بیروت.

[2] رقم الحدیث ۲۹۶۵، کتاب الصلاة، تحسین الصلاة، والإکثار منها لیلا ونهارا وما حضرنا عن السلف الصالحین فی ذلک.

سے گر گئی تھی (بیہقی)

فائدہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جنگ کے دوران ٹوپی پہننے اور ٹوپی گر جانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اس روایت میں بھی ٹوپی کا ذکر ہے، اور عمامہ کا ذکر نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بھی قتال و جہاد کے وقت عمامہ کے بغیر ٹوپی پہنی ہوئی تھی، جو جنگ کے دوران گر گئی تھی۔

(۶۲)......حضرت معاذ بن معاذ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ عَوْنٍ بُرْنَسًا مِنْ صُوْفٍ دَقِيْقٍ حَسَنٍ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِنَا مَا هٰذَا الْبُرْنُسَ يَا أَبَا عَوْنٍ قَالَ هٰذَا بُرْنُسٌ كَانَ لِابْنِ عُمَرَ فَكَسَاهُ أَنَسَ بْنَ سِيْرِيْنَ فَبِيْعَ فِيْ مِيْرَاثِ أَنَسٍ فَاشْتَرَيْتُهُ (العلل ومعرفة الرجال لاحمد رواية ابنه عبدالله) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عون کو ایک عمدہ باریک اون کی لمبی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا، اُن کو ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اے ابوعون! یہ ٹوپی کہاں سے آئی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ٹوپی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی تھی، انہوں نے اس کو انس بن سیرین کو پہنا دیا، پھر یہ انس (کے فوت ہونے کے بعد اُن) کی میراث میں بیچی گئی، تو میں نے اسے خرید لیا (علل ومعرفۃ الرجال)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اون کی باریک عمدہ ٹوپی پہنتے تھے، اور ان کے بعد تابعین بھی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

---

[1] رقم الروایۃ ۲۰۰۷، ج۲ ص ۲۰۱.

أخبرنا معاذ بن معاذ العنبری قال: رأيت على ابن عون برنسا من صوف رقيقا حسنا. فقال بعض أصحابنا: ما هذا البرنس يا أبا عون؟ فقال: هذا برنس كان لابن عمر. قال: فكساه أنس بن سيرين فبيع في ميراث أنس فاشتريته (الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج۷ ص ۲۱۲، تحت ترجمة ابوعوانة، الناشر: دارالکتب العلمية، بيروت)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنائی، اسی طرح بعض صحابہ نے بھی دوسروں کو ٹوپی پہنائی ہے، اور خود ٹوپی پہننے کے ساتھ ساتھ دوسرے کو ٹوپی پہنانا بھی مبارک عمل اور سنت سے ثابت ہے۔

(۶۳)......حضرت ابنِ عساکر، ابنِ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ الْأَعْمٰى وَيَزِيْدُ بْنُ يَزِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ وَمُسَاحِقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسَاحِقِ الْقَرْشِيُّ يَلْبَسُوْنَ الْبَرَانِسَ (تاريخ دمشق) [1]

ترجمہ: عبدالرحمٰن ابوعبداللہ اعمی، اور یزید بن یزید، اور محمد بن سوقہ اور مساحق بن عبداللہ بن مساحق قرشی لمبی ٹوپیاں پہنا کرتے تھے (تاریخ دمشق)

فائدہ: اس روایت سے بڑے بڑے محدثین کا عمامہ کے بغیر ٹوپیاں پہننا، بلکہ کثرت کے ساتھ ٹوپیاں استعمال کرنا ثابت ہوا۔ کمامرّ مراراً۔

(۶۴)......حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ عَلْقَمَةُ وَمَسْرُوْقٌ يُصَلُّوْنَ فِيْ بَرَانِسِهِمْ وَمُسْتُقَاتِهِمْ ، وَلَا يُخْرِجُوْنَ أَيْدِيَهُمْ (مصنف ابن أبي شيبة) [2]

ترجمہ: حضرت علقمہ اور حضرت مسروق اپنی لمبی ٹوپیوں اور کھلی آستینوں والے جبوں میں نماز پڑھتے تھے، اور اپنے ہاتھ جبوں سے باہر نہیں نکالتے تھے (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علقمہ ومسروق جیسے جلیل القدر تابعین اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی ننگے سر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، اور ٹوپیاں پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے، اور اپنے ہاتھوں کو ممکن ہے سردی کی وجہ سے جبوں سے نہ نکالتے ہوں۔

---

[1] جزء۳۶ صفحه ۱۲۲، باب عبدالرحمن الدمشقي.

[2] رقم الحديث ۲۷۵۲، كتاب الصلاة، في الرحل يسجد ويداه في ثوبه.

اگر نماز میں ٹوپی کی ضرورت نہ ہوتی، یا صرف ٹوپی میں نماز مکروہ ہوتی، یا مجامع و مساجد میں عمامہ کے بغیر ٹوپیاں پہننا مکروہ عمل ہوتا تو آپ ایسا کیوں کرتے؟

(۶۵)......حضرت عبیداللہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ الْاَسْوَدَ يُصَلِّيْ فِيْ بُرُنُسٍ طَيَالِسَةٍ يَسْجُدُ فِيْهِ وَرَأَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ يَعْنِيْ اِبْنَ يَزِيْدٍ يُصَلِّيْ فِيْ بُرُنُسٍ شَامِيٍّ يَسْجُدُ فِيْهِ (مصنف ابن أبی شیبة) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت اسود کو دیکھا کہ وہ اپنی چادر کے ساتھ جڑی ہوئی ٹوپی میں نماز پڑھ رہے ہیں، اور سجدہ بھی اسی میں کر رہے ہیں، اور میں نے عبدالرحمٰن بن یزید کو شامی لمبی ٹوپی میں نماز پڑھتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: حضرت اسود بڑے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی ہیں۔

اور آپ بھی ٹوپی پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے، ننگے سر نماز نہیں پڑھتے تھے، اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔

(۶۶)......حضرت وکیع حضرت اسماعیل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رَأَيْتُ عَلٰى شُرَيْحٍ بُرُنُسًا (مصنف ابنِ ابی شیبة،) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت شریح (صحابہ کے دور کے مشہور قاضی) کو لمبی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: حضرت شریح عالمِ اسلام اور خیر القرون کے دور کے بہترین قاضی گزرے ہیں، جن کے عدل وانصاف کے فیصلے دنیا کے قاضیوں اور ججوں کے لیے عمدہ نمونے ہیں، وہ بھی ٹوپی پہنا کرتے تھے، اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے میں کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔

---

[1] رقم الحدیث۲۷۴۷، کتاب الصلاۃ، فی الرحل یسجد ویداہ فی ثوبہ.

[2] رقم الحدیث ۲۵۴۹۵، کتاب اللباس، باب فی لبس البرانس.

(۶۷)......حضرت ابوضحیٰ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ شُرَيْحًا يَسْجُدُ فِيْ بُرْنُسِهٖ (مصنف ابن أبی شیبة) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت شریح کو ٹوپی پہن کر نماز میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: قاضی شریح رحمہ اللہ کے ٹوپی پہننے کی روایت پہلے گزر چکی ہے، اور اس روایت سے قاضی شریح رحمہ اللہ کے ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا بھی ثبوت ہوا۔

(۶۸)......حضرت وکیع حضرت ابوشہاب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رَأَيْتُ عَلٰى سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ بُرْنُسًا (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت سعید بن جبیر کو لمبی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: اس سے حضرت سعید بن جبیر کا بھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننا معلوم ہوا۔

(۶۹)......حضرت عتبہ بن ندر ایک لمبی روایت میں فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عَلٰى أَبِيْ أُمَامَةَ ، وَأَبِيْ رَهْمٍ ، وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَلَانِسَ بَيْضَاءَ صِغَارًا (الآحاد والمثانی لابن أبی عاصم) [3]

ترجمہ: میں نے حضرت ابوامامہ اور ابورہم سباعی اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کو سفید چھوٹی (یعنی سر کے ساتھ ملی ہوئی) ٹوپیاں پہنے ہوئے دیکھا (ابن ابی عاصم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام ٹوپیاں پہنا کرتے تھے، اور یہ حضرات سر کے ساتھ ملی ہوئی ٹوپیاں بھی استعمال فرماتے تھے، جیسا کہ آج کل بھی نیک لوگ کپڑے کی، اور اون وغیرہ کی ٹوپیاں استعمال فرماتے ہیں۔

(۷۰)......عبداللہ بن سعید بن ابی ہند فرماتے ہیں کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۲۷۴۵، کتاب الصلاۃ، فی الرحل یسجد ویداہ فی ثوبہ.

[2] رقم الحدیث ۲۵۴۹۶، کتاب اللباس، باب فی لبس البرانس.

[3] رقم الحدیث ۱۲۳۵، ج۲ص ۴۴۲، الناشر: دار الرایۃ -الریاض.

رَأَيْتُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَلَنْسُوَةً بَيْضَاءَ لَاطِئَةً (الطبقات الکبریٰ) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت علی کو سفید چپٹی (یعنی سر کے ساتھ ملی ہوئی) ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (طبقات کبریٰ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بھی سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے، اور ٹوپی پہننا اس زمانے میں عام تھا۔

(۷۱)......اور حضرت وکیع، حضرت عبداللہ بن سعید سے ہی روایت کرتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَلَنْسُوَةً بَيْضَاءَ مُضَرِبَةً (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت علی کو سفید اونی بُنی ہوئی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: ''مضربہ'' ایسی ٹوپی کو کہا جاتا ہے، جو اون وغیرہ سے بُنی ہوئی ہو۔ [3]

(۷۲)......حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ ظَهَارَتُهَا وَبِطَانَتُهَا الْخَزُّ (الطبقات الکبریٰ) [4]

ترجمہ: میں نے حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کو دیکھا، انہوں نے ٹوپی پہنی ہوئی تھی، جس کا اندرونی و بیرونی حصہ اُونی تھا (ابنِ سعد)

حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن دراصل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور

---

[1] لابن سعد ج ۵ ص ۱۶۸، بقية الطبقة الثانية من التابعين، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت.

[2] رقم الحديث ۲۵۳۵۲، كتاب اللباس، باب فی لبس القلانس.

[3] (المضربة) كل ما أكثر تضريبه بالخياطة و كساء أو غطاء كاللحاف ذو طاقين مخيطين خياطة كثيرة بينهما قطن و نحوه (المعجم الوسيط، باب الضاد)

[4] لابنِ سعد، ج۵ ص ۴۱۶، تحت ترجمة ربيعة الرأى ابن أبى عبد الرحمن، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت.

جلیل القدر ثقہ محدث اور بڑے محدثین کے استاد اور اپنے زمانہ کے مدینہ کے مفتی ہیں، جن سے ٹوپی پہننا ثابت ہوا۔ ؎۱

(۷۳)......حضرت ابنِ عون، عبداللہ بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ عَلَى الشَّعْبِيِّ قَلَنْسُوَةً خَزٌّ خَضْرَاءُ (الطبقات الکبریٰ) ؎۲

؎۱ ع :ربيعة بن أبى عبد الرحمن ، واسمه فروخ، القرشى التيمى أبو عثمان، ويقال :أبو عبد الرحمن المدنى المعروف بربيعة الرأى، مولى آل المنكدر.

روى عن :إسماعيل بن عمرو بن قيس بن سعد بن عباده، وأنس بن مالك (خ م ت س) ، وبشير بن يسار، والحارث بن بلال بن الحارث المزنى (د س ق) ، وحنظلة بن قيس الزرقى (خ م د س) ، وربيعة بن عبد الله بن الهدير (د) ، وسالم بن عبد الله بن عمر، والسائب بن يزيد، وسعيد بن المسيب، وسعيد بن يسار، وسليمان بن يسار (ت) ، وسهيل بن أبى صالح، وهو من أقرانه (د ت ق) ، وعبد الله بن دينار (د) ، وعبد الله بن عنبسه (د سى) ، وعبد الله بن يزيد مولى المنبعث (س) ، وعبد الرحمن ابن البيلمانى (مد) ، وعبد الرحمن بن أبى ليلى، وعبد الرحمن بن هرمز الأعرج (سى) ، وعبد الملك بن سعيد بن سويد الأنصارى (م د س ق) ، وعطاء بن يسار، وعقبه بن سويد، والقاسم بن محمد بن أبى بكر الصديق (خ م س) ، ومحمد بن يحيى بن حبان (خ م د س) ، ومكحول الشامى، ويزيد مولى المنبعث (ع).

روى عنه :إسماعيل بن أمية القرشى (س) ، وإسماعيل بن جعفر المدنى (خ م د ت س) ، وأبو ضمرة أنس بن عياض الليثى، والحكم بن عبد الله بن سعد الأيلى، وحماد بن سلمة (م) ، وخالد بن إلياس (ق) ، وداود بن خالد بن دينار (د) ، وسعيد بن سلمة بن أبى الحسام، وسعيد بن أبى هلال (خ) ، وسفيان الثورى (خ م) ، وسفيان بن عيينة، وسليمان بن بلال (خ م د س) ، وسليمان التيمى، وسهيل بن أبى صالح (د) ، وشعبه بن الحجاج، وصدقة بن يزيد، وعبد الله بن زياد بن سمعان، وأبو خزيمه عبد الله بن طريف المصرى، وعبد الله بن المبارك (سى) ، وعبد ربه بن سعيد الأنصارى، وعبد الرحمن بن عمرو الأوزاعى (م) ، وعبد العزيز بن عبد الله بن أبى سلمة الماجشون، وعبد العزيز بن محمد الدراوردى 4)) ، وعبيد الله بن عمر بن موسى بن عبيد الله بن معمر التيمى، وعبيدة بن حسان السنجارى، وعقيل بن خالد الأيلى، وعمارة بن غزية الأنصارى (م ق) ، وعمرو بن الحارث (م) ، وفليح بن سليمان (خ) ، والليث بن سعد (س) ، ومالك بن أنس (خ م د ت س) ، ومجمع بن يعقوب الأنصارى (مد) ، ومحمد بن معن الغفارى، ومسعر بن كدام، ومطر الوراق (ت) ، ونافع بن عبد الرحمن بن أبى نعيم القارء، ويحيى بن أيوب المصرى (س) ، ويحيى بن سعيد الأنصارى (س ق) ، وأبو بكر بن عياش . قال أبو زرعة الدمشقى ، عن أحمد بن حنبل :ثقة، وأبو الزناد أعلم منه . وقال أحمد بن عبد الله العجلى ، وأبو حاتم ، والنسائى :ثقة. وقال يعقوب بن شيبة :ثقة ثبت أحد مفتى المدينة(تهذيب الكمال، ج۹ص۱۲۳ الىٰ ۱۲۵)

؎۲ لابنِ سعد، ج۶ص۲۶۴،تحت ترجمة عامر بن شراحيل الشعبى ، الناشر: دارالكتب العلمية،بيروت.

ترجمہ: میں نے حضرت شعبی کے سَر پر ہَرے رنگ کی اونی ٹوپی دیکھی (طبقاتِ کبریٰ)

حضرت عامر شعبی جلیلُ القدر تابعی ہیں، جنھوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابۂ کرام سے حدیث کی سماعت کی ہے، ان سے بھی ٹوپی پہننے کا ثبوت ہوا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ سبز (یعنی ہرے) رنگ کی ٹوپی پہننا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس میں غلو نہ کیا جائے، اور اس رنگ کو اپنا شِعار نہ بنالیا جائے، اور اس رنگ کو دوسرے رنگوں پر بے جا فضیلت وفوقیت نہ دی جائے۔ [1]

(۷۴)......حضرت خالد بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عَلَى الْقَاسِمِ قَلَنْسُوَةً بَيْضَاءَ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت قاسم (بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو سفید ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (طبقات کبریٰ)

فائدہ: حضرت قاسم دراصل خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے، آپ نے جو سفید ٹوپی پہنی، وہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تھی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ویسی ٹوپی استعمال فرماتے تھے، جیسا کہ احادیث میں پہلے گزرا۔

(۷۵)......حضرت ابوبکر بن عیاش بن مغیرہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ إِذَا كَانَتْ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ عِمَامَةٌ أَوْ قَلَنْسُوَةٌ رَفَعَهَا ، ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى يَافُوْخِهٖ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

---

[1] الشعبی عامر بن شراحيل بن عبد بن ذی كبار وذو كبار ...... قلت :رأى عليا -رضى الله عنه -وصلى خلفه. وسمع من :عدة من كبراء الصحابة .... قال أحمد بن عبد الله العجلى: سمع الشعبى من ثمانية وأربعين من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم.-قال :ولا يكاد يرسل إلا صحيحا .... عن ابن سيرين، قال: قدمت الكوفة، وللشعبى حلقة عظيمة، والصحابة يومئذ كثير (سير أعلام النبلاء، ج۴، ص ۲۹۴، ملخصاً)

[2] ج ۵ ص۱۴۷، القاسم بن محمد ابن أبى بكر الصديق، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت.

[3] رقم الحديث ۲۳۵، كتاب الطهارة، باب من كان لا يرى المسح عليها ويمسح على رأسه.

ترجمہ: جب حضرت ابراہیم نخعی کے سر پر (وضو کے دوران) عمامہ یا ٹوپی ہوتی تھی، تو اس کو اتار دیتے تھے، اور پھر اپنے سر کے اگلے حصے کے بالوں پر مسح کیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

(۷۶)......حضرت یزید بن ابی زیاد سے روایت ہے کہ:

رَأَیْتُ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ قَلَنْسُوَةً مَکْفُوْفَةً بِثَعَالِبَ (الطبقات الکبریٰ) ؎۱

ترجمہ: میں نے حضرت ابراہیم نخعی کے سر پر ٹوپی دیکھی، جس کی گوٹ (حاشیہ) لومڑی کے بالوں کی تھی (ابنِ سعد)

اس طرح کی روایت حضرت ابوالہیثم سے بھی مروی ہے۔ ؎۲

فائدہ: حضرت ابراہیم نخعی بہت عظیم تابعی شمار ہوتے ہیں، اور وہ صحابۂ کرام کے زمانے میں ہونے کی وجہ سے صحابۂ کرام کے حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھے، آپ بھی بعض اوقات عمامہ اور بعض اوقات صرف ٹوپی پہنتے تھے، اور عمامہ و ٹوپی اُتار کر سر کا مسح فرمایا کرتے تھے، لیکن ننگے سر نہیں رہتے تھے۔

(۷۷)......حضرت عفان بن مسلم فرماتے ہیں کہ:

کَانَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ یَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً بَیْضَاءَ طَوِیْلَةً لَطِیْفَةً (الطبقات الکبریٰ) ؎۳

ترجمہ: حضرت حماد بن زید سفید لمبی اور ہلکی ٹوپی پہنا کرتے تھے (طبقات کبریٰ)

فائدہ: حضرت حماد بن زید بن درہم ازدی مشہور محدث اور احادیث کے ثقہ راوی اور فقیہ

؎۱ لابنِ سعد، ج۶ ص۲۸۸، تحت ترجمة ابراهيم النخعي، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت.

؎۲ قال :أخبرنا عبيد الله بن موسى قال :أخبرنا الحسن بن صالح عن أبى الهيثم القصاب قال :رأيت على إبراهيم قلنسوة من طيالسة فى مقدمها جلد ثعلب(الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج۶ ص۲۸۷، تحت ترجمة ابراهيم النخعي، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت)

؎۳ لابن سعد ج۷ ص۲۱۰، تحت ترجمة حماد بن زيد بن درهم.

ہیں، وہ بھی ٹوپی پہنتے تھے۔ [۱]

(۷۸)......حضرت عبدالرحمٰن بن محمد بن مغیرہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ شَيْخاً يُفْتِي النَّاسَ بِمَسْجِدِ الكُوْفَةِ، عَلٰى رَأْسِهٖ قَلَنْسُوَةٌ سَوْدَاءُ طَوِيْلَةٌ (تاريخ الإسلام للامام الذهبی) [۲]

ترجمہ: میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کوفہ کی مسجد میں بزرگ حالت میں دیکھا، کہ آپ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے، اور آپ کے سر پر کالی لمبی ٹوپی تھی (تاریخ اسلام ذہبی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ٹوپی استعمال فرمایا کرتے تھے، اور ٹوپی پہن کر مسجد میں تشریف فرما ہونا اور فتویٰ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک مساجد اور دینی مجالس میں عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننا کوئی معیوب اور خلافِ سنت بات نہیں تھی۔

(۷۹)......حضرت صالح بن احمد فرماتے ہیں کہ:

كَانَتْ لِاَبِيْ قَلَنْسُوَةٌ وَقَدْ خَاطَهَا بِيَدِهٖ فِيْهَا قُطْنٌ، فَإِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لَبِسَهَا (العلل ومعرفة الرجال للامام احمد بن حنبل) [۳]

ترجمہ: میرے والد (حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) کی ایک ٹوپی تھی، جس کو انہوں نے اپنے ہاتھ سے سیا تھا، اور اس میں روئی بھری ہوئی تھی، پس جب وہ رات کو (عبادت کے لئے) اٹھتے تھے، تو اسے پہن لیا کرتے تھے (علل ومعرفۃ الرجال)

---

[۱] حماد بن زيد بن درهم الأزدى الجهضمى أبو إسماعيل البصرى ثقة ثبت فقيه قيل إنه كان ضريرا ولعله طرأ عليه لأنه صح أنه كان يكتب من كبار الثامنة مات سنة تسع وسبعين وله إحدى وثمانون سنة (تقريب التهذيب لابن حجر ج ۱ ص ۱۷۸، رقم الترجمة ۱۴۹۸)

[۲] ج۳ص ۹۹۰، حرف النون، تحت ترجمة النعمان بن الثابت ابو حنيفة.

[۳] رواية ابنه عبدالله، ج ۱ ص ۵۸، الناشر: دارالخانی، الرياض.

فائدہ: حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ چار بڑے فقہاء میں سے ایک ہیں، آپ بھی ٹوپی پہنا کرتے تھے، اور ٹوپی پہن کر نماز بھی پڑھا کرتے تھے۔

(۸۰)......حضرت منصور ابوسلمہ خزاعی فرماتے ہیں کہ:

كَانَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ يُحَدِّثُ ، تَوَضَّأَ وَضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ، وَلَبِسَ أَحْسَنَ ثِيَابِهٖ ، وَلَبِسَ قَلَنْسُوَةً، وَمَشَطَ لِحُيَتَهُ فَقِيْلَ لَهُ فِيْ ذٰلِكَ ، فَقَالَ:أُوَقِّرُ حَدِيْثَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(المحدث الفاصل بين الراوى والواعى للرامهرمزى) [۱]

ترجمہ: حضرت مالک بن انس جب حدیث کے درس کے لئے تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے، تو وضو کرتے، جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے، اور اچھے کپڑے پہنتے، اور ٹوپی پہنتے، اور اپنی ڈاڑھی کو کنگھی کرتے۔

ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا (کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟)

تو حضرت مالک بن انس نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم واحترام کے لئے ایسا کرتا ہوں (محدث فاصل بین الراوی والواعی)

(۸۱)......امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ الْقَعْنَبِيُّ:رَأَيْتُ عَلٰى مَالِكٍ قَلَنْسُوَةَ خَزٍّ خَضْرَاءَ (شعب الايمان للبيهقى) [۲]

ترجمہ: قعنبی نے فرمایا کہ میں نے حضرت مالک کو سبز رنگ کی اونی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا (بیہقی) [۳]

---

[۱] ص۵۸۵،باب من كره أن يحدث حتى يتطهر، الناشر:دارالفكر ،بيروت.

[۲] رقم الرواية ۵۷۹۶،الأربعون من شعب الإيمان وهو باب فى الملابس والزى والأوانى وما يكره منها،فصل فيمن كان متوسعا فلبس ثوبا حسنا ليرى أثر نعمة الله عليه.

[۳] والخز :ما خلط من الحرير والوَبر وشبهه، وأصله من وبر الأرنب .ويُسمى ذكر الأرانب: الخُزَزُ فسُمى به، وإن خُلط بكل وبر جزء من أجُل خلطه(شرح ابوداوٗد للعينى،ج۴ص۲۱۸ ، كتاب الصلاة، باب الرجل يعتمد فى الصلاة على عصا)

فائدہ: امام مالک رحمہ اللہ چار بڑے فقہائے کرام میں سے ایک ہیں، آپ بھی ٹوپی پہنا کرتے تھے، اور آپ سے بھی حدیث کے درس کے لیے تشریف لے جاتے وقت ٹوپی کا پہننا معلوم ہوا۔

اور امام ابوحنیفہ وامام احمد رحمہما اللہ کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، جن سے معلوم ہوا کہ مجامع ومجالس میں ٹوپی پہننے پر اکتفاء کرنا شرعاً کوئی قابلِ عیب بات نہیں ہے کہ جس پر نکیر کی جائے۔

(۸۲)......حضرت عفان بن مسلم فرماتے ہیں کہ:

كَانَ أَبُوْ عُوَانَةَ يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً (الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد) [1]

ترجمہ: حضرت ابوعوانہ ٹوپی پہنا کرتے تھے (طبقات کبریٰ)

فائدہ: حضرت ابوعوانہ مشہور محدث گزرے ہیں، آپ کی وفات ۱۷۶ ہجری میں ہوئی۔ آپ سے بھی ٹوپی پہننے کا ثبوت ہوا۔ [2]

(۸۳)......حضرت ابونعیم فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ دَاوُدَ الطَّائِيَّ، وَكَانَ مِنْ أَفْصَحِ النَّاسِ، وَأَعْلَمِهِمْ بِالْعَرَبِيَّةِ، يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً طَوِيْلَةً سَوْدَاءَ (سیر اعلام النبلاء) [3]

ترجمہ: میں نے حضرت ابوداؤد طائی کو دیکھا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور عربی جاننے والے تھے، اور وہ کالے رنگ کی لمبی ٹوپی پہنا کرتے تھے (سیر اعلام النبلاء)

(۸۴)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] ج۷ص۲۱۲، تحت ترجمة ابوعوانة، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

[2] أخبرنا يحيى بن حماد قال: توفي أبو عوانة سنة ست وسبعين ومائة في خلافة هارون وعلينا جعفر بن سليمان، وكان أصله من أهل واسط، ثم انتقل إلى البصرة فنزلها حتى مات بها (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، تحت ترجمة ابوعوانة، واسمه الوضاح مولى يزيد بن عطاء، وكان ثقة صدوقا ج۷ص۲۱۲)

[3] ج۷ص۴۲۴، تحت ترجمة، داود الطائی الامام الفقيه، القدوة الزاهد، أبو سليمان، داود بن نصير الطائی، الكوفی، أحد الاولياء.

رَأَيْتُ دَاوُدَ الطَّائِيَّ وَكَانَ مِنْ أَفْصَحِ النَّاسِ وَأَعْلَمِهِمْ بِالْعَرَبِيَّةِ، يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً سَوْدَاءَ طَوِيْلَةً مِمَّا يَلْبَسُ التُّجَّارُ (تاريخ الاسلام للامام الذهبی) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت ابوداؤد طائی کو دیکھا جو لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور عربی جاننے والے تھے، اور وہ کالے رنگ کی تاجروں کے طرح کی لمبی ٹوپی پہنا کرتے تھے (تاریخ الاسلام)

فائدہ: حضرت ابوداؤد طائی کوفہ کے بڑے اولیائے کرام اور عبادت گزار لوگوں میں سے تھے، اور امام وفقیہ اور لوگوں کے مقتداء شمار کیے جاتے تھے۔

ان سب باتوں کے باوجود آپ سے بھی عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا ثابت ہے۔

اور آپ کالے رنگ کی لمبی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فتویٰ دیتے وقت کالی اور لمبی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھنے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

(۸۵)......حضرت غیلان بن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ مُطَرِّفٌ يَلْبَسُ الْبَرَانِسَ أَوِ الْبُرْنُسَ وَيَلْبَسُ الْمَطَارِفَ (شعب الايمان للبيهقی) [2]

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبداللہ برنس (لمبی ٹوپی) یا برانس (لمبی ٹوپیاں) اور خوبصورت چادریں پہنا کرتے تھے (بیہقی)

فائدہ: حضرت غیلان بن جریر رحمہ اللہ احادیث کے معتبر راوی ہیں، اور حضرت مطرف بن

---

[1] ج۴ص۲۵۷، تحت ترجمة داؤد الطائی، حرف الدال.

[2] رقم الرواية ۵۸۰۵ ، الأربعون من شعب الإيمان وهو باب فی الملابس والزی والأوانی وما يكره منها، فصل فيمن كان متوسعا فلبس ثوبا حسنا ليرى أثر نعمة الله عليه، الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج۷ص۱۰۵ ، تحت ترجمة مطرف بن عبدالله بن الشخير، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت.

عبداللہ بھی بہت متقی اور پرہیزگار تابعی تھے، آپ بھی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ [1]

(۸۶)......حضرت امام زفر رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ:

وَكَانَ زُفَرُ يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً (الطبقات السنية فی تراجم الحنفية لتقی الغزی) [2]

ترجمہ: حضرت امام زفر رحمہ اللہ ٹوپی پہنا کرتے تھے (طبقات سنیہ)

فائدہ: حضرت امام زفر رحمہ اللہ دراصل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے براہِ راست شاگرد اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے ہم سبق ساتھیوں میں سے ہیں۔

آپ بھی تعلیم و تعلم کے دوران عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے پر اکتفاء فرمایا کرتے تھے۔

(۸۷)......حضرت یعقوب دورقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ عَلٰى بَغْلَةٍ عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ طَوِيْلَةٌ يَدْخُلُ الرَّصَافَةَ وَأَنَا صَغِيْرٌ فَقَالَ إِنْسَانٌ : هٰذَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَمَا رَأَيْتُه إِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً (تاريخ بغداد) [3]

ترجمہ: میں نے حضرت لیث بن سعد کو ایک خچر پر سوار دیکھا، اور آپ کے سر پر لمبی ٹوپی تھی، آپ مقامِ رصافۃ میں داخل ہو رہے تھے، اور میں چھوٹا تھا، ایک آدمی نے کہا کہ یہ حضرت لیث بن سعد ہیں، اور میں نے ان کو صرف ایک مرتبہ

---

[1] غيلان بن جرير (ع) الامام أبو يزيد الازدى المعولى، بصرى ثقة(سير اعلام النبلاء ج۵ ص ۲۳۹)

مطرف بن عبد الله بن الشخير الحرشى العامرى ......ذكره محمد بن سعد فى الطبقة الثانية من أهل البصرة وقال : روى عن أبى بن كعب ، وكان ثقة له فضل وورع وعقل وأدب.وقال العجلى : كان ثقة(تهذيب الكمال ج ۲۸ ص ۶۷)

مطرف بن عبد الله بن الشخير بكسر الشين المعجمة وتشديد المعجمة المكسورة بعدها تحتانية ساكنة ثم راء العامرى الحرشى بمهملتين مفتوحتين ثم غدا أبو عبد الله البصرى ثقة عابد فاضل من الثانية مات سنة خمس وتسعين(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۵۳۴،رقم الترجمة ۶۷۰۶)

[2] ج ۱ ص ۲۸۳،حرف الزاى، تحت ترجمة زُفر بن الهذيل بن قيس العنبرى البصرى.

[3] ج ۱۴ ص ۲۸۰ ،تحت ترجمة يعقوب بن إبراهيم بن كثير بن زيد بن أفلح بن منصور بن مزاحم، أبو يوسف العبدى، المعروف بالدورقى.

ہی دیکھا ہے (تاریخ بغداد)

فائدہ: حضرت لیث بن سعد بہت بڑے محدث گزرے ہیں، آپ سے بھی عمامہ کے بغیر ٹوپی کا پہننا ثابت ہوا۔

(۸۸)......حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ أَبِیْ رَأَیْتُ عَلٰی أَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَیَّاشٍ بُرْنُسًا (العلل ومعرفۃ الرجال) [1]

ترجمہ: میرے والد (امام احمد بن حنبل) نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکر بن عیاش پر لمبی ٹوپی دیکھی (العلل)

حضرت ابوبکر بن عیاش جلیل القدر محدث ہیں، جو کہ ابنِ مبارک، حضرت وکیع، امام ابوداؤد، امام احمد بن حنبل اور ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ رحمہم اللہ جیسے محدثین کے استاد ہیں، آپ سے بھی ٹوپی پہننا ثابت ہوا۔ [2]

(۸۹)......حضرت محمد بن جہم رحمہ اللہ سے، حضرت فراء کے بارے میں مروی ہے کہ:

عَلٰی رَأْسِہٖ قَلَنْسُوَۃٌ کَبِیْرَۃٌ (تاریخ بغداد) [3]

ترجمہ: حضرت فراء کے سر پر لمبی ٹوپی ہوتی تھی (تاریخ بغداد)

حضرت فراء اسدی عظیم محدث ہیں، جو حضرت قیس بن ربیع، مندل بن علی اور ابوبکر بن عیاش

---

[1] لاحمد روایة ابنه عبدالله، رقم الروایة ۶۴۳، ج ۱ ص ۳۴۶.

[2] أبو بکر بن عیاش بن سالم الأسدی *(خ)الکوفی، الحناط -بالنون -المقرء، الفقیه، المحدث، شیخ الإسلام، وبقیة الأعلام، مولی واصل الأحدب .وفی اسمه أقوال :أشهرها شعبة......حدث عنه :ابن المبارک، والکسائی، ووکیع، وأبو داود، وأحمد بن حنبل، ومحمد بن عبد الله بن نمیر، وإسحاق بن راهویه، وأبو بکر بن أبی شیبة، وأبو کریب، وعلی بن محمد الطنافسی، والحسن بن عرفة، وأبو هشام الرفاعی، ویحیی الحمانی، وهناد بن السری، وخلق کثیر، آخرهم موتا :أحمد بن عبد الجبار العطاردی(سیر اعلام النبلاء، ج۸ص۴۹۵)

[3] ج۱۴ ص۱۵۷، تحت ترجمة یحیی بن زیاد بن عبد الله بن منظور، أبو زکریا الفراء مولی بنی أسد.

وغیرہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ [۱]

(۹۰)......حضرت قاسم بن مالک مزنی ایک شخص کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عَلَى الضَّحَّاكِ قَلَنْسُوَةَ ثَعَالِبَ (الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد) [۲]

ترجمہ: میں نے حضرت ضحاک کے سَر پر لومڑی کے بال والی ٹوپی دیکھی (طبقاتِ کبریٰ)

حضرت ضحاک بن مزاحم ہلالی تفسیر کے بڑے امام ہیں، اور ان کا شمار مفسرین کے علاوہ محدثین میں بھی ہوتا ہے۔ [۳]

اس قسم کی اور بھی بے شمار روایات ہیں، جن کا احاطہ دشوار ہے۔ [۴]

---

[۱] الفراء أبو زكريا يحيى بن زياد الأسدى *العلامة، صاحب التصانيف، أبو زكريا يحيى بن زياد بن عبد الله بن منظور الأسدى مولاهم، الكوفى، النحوى، صاحب الكسائى .يروى عن :قيس بن الربيع، ومندل بن على، وأبى الأحوص، وأبى بكر بن عياش، وعلى بن حمزة الكسائى .روى عنه : سلمة بن عاصم، ومحمد بن الجهم السمرى، وغيرهما .وكان ثقة(سير اعلام النبلاء، ج١٠ ص١١٩)

[۲] ج٦ص٣٠٣،تحت ترجمة الضحاك بن مزاحم ، الناشر: دارالكتب العلمية،بيروت.

[۳] الضحاك بن مزاحم الهلالى ، أبو القاسم، ويقال :أبو محمد الخراسانى، أخو محمد بن مزاحم، ومسلم بن مزاحم، كان يكون بسمرقند وبلخ ونيسابور........... قال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه :ثقة، مأمون .وقال أبو بكر بن أبى خيثمة عن يحيى بن معين، وأبو زرعة :ثقة.وقال زيد بن الحباب ، عن سفيان الثورى :خذوا التفسير من أربعة :سعيد بن جبير، ومجاهد، وعكرمة، والضحاك.وقال أبو قتيبة سلم بن قتيبة، عن شعبة، قلت لمشاش :الضحاك سمع من ابن عباس؟ ، قال :ما رآه قط.وقال أبو داود الطيالسى، عن شعبة :حدثنى عبد الملك بن ميسرة، قال: الضحاك لم يلق ابن عباس، إنما لقى سعيد بن جبير بالرى، فأخذ عنه التفسير (تهذيب الكمال، ج١٣ص ٢٩١، تحت رقم الترجمة ٢٩٢٨)

وقال فى تهذيب التهذيب:وقال عبدالله بن على بن الجارود حدثنا أبو صالح أحمد بن خلف قال حدثنا القاسم بن الحكم وسألت أحمد ويحيى وأبا خيثمة وخلف بن سالم ومحمد بن عبدالله بن نمير عنه فقالوا ثقة وقال النسائى ثقة وقال أبو زرعة صدوق وقال أبو حاتم محله الصدق يكتب حديثه ولا يحتج به وذكره ابن حبان فى الثقات وقال مستقيم الحديث (تهذيب التهذيب، ج٨ص ٢٨٠،تحت رقم الترجمة ٥٦٥)

[۴] اوران مذکورروایات میں سے بعض روایات کی سند میں اگر ضعف ہوتو ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ وہ ہمارے اصل مدعیٰ میں قادح نہیں ہے۔

ان سب روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹوپی اسلامی لباس ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام کے علاوہ، محدثین اور فقہائے کرام نے بھی ٹوپی پہننے کا اہتمام فرمایا ہے، اور بغیر عمامہ کے بھی ٹوپی پہننے کا معمول اختیار فرمایا ہے، اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہن کر نماز بھی ادا فرمائی ہے، اور دینی مجالس میں بھی شرکت فرمائی اور درس وتدریس بھی فرمائی ہے۔

لہٰذا جو حضرات ٹوپی وعمامہ کے سنت ومستحب ہونے کا انکار یا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے عمل یا اس حالت میں نماز پڑھنے، عبادت کرنے اور مجامع میں جانے کو مکروہ وناپسندیدہ یا خلافِ سنت خیال کرتے ہیں، یہ درست نہیں ہے۔ [1]

واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] بعض اہلِ علم حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کے عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے عمل کے بارے میں یہ تاویل کی ہے، کہ ان کا یہ عمل مجالس ومحافل اور عندلقاءِ الاکابر کے وقت نہیں ہوتا تھا، اور ان مواقع پر لازماً اور دواماً ٹوپی پر عمامہ پہنا کرتے تھے۔

البتہ صرف گھر میں یا گھر کے قریب مسجد وغیرہ میں بحالتِ خلوت بعض اوقات ٹوپی پر اکتفاء فرمالیا کرتے تھے۔

حالانکہ اولاً تو کوئی نص اس بات کا مقتضی نہیں کہ اس کی وجہ سے مذکورہ تاویل پر مجبور ہوا جائے، اور باوجود کوشش کے کوئی حدیث بھی ایسی دستیاب نہیں ہوسکی، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دواماً ومواظبتاً عمامہ پہننے کا معمول ثابت ہو۔

دوسرے مختلف صحیح وصریح روایات اس تاویل کے معارض موجود ہیں، اور تیسرے فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق جس شخص کی مجامع ومحافل میں کسی خاص حالت میں (مثلاً بغیر عمامہ کے) جانے کی عادت نہ ہو تو اس کو اس ھیئت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے (کما سیجیئ)

تو اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عمامہ کے بغیر مجالس ومجامع اور عندلقاءِ الاکابر بغیر عمامہ کے عادت نہ ہوتی، تو پھر مسجد اور گھر میں اس حالت میں نماز پڑھ کر اس مکروہ کا کیسے ارتکاب فرما سکتے تھے؟

لہٰذا مذکورہ تاویل کے بجائے ٹوپی کے ساتھ عمامہ اور بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے کے ہر دو معمولات کو مستقل حیثیت دینا ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

(فصل نمبر۴)

ٹوپی انبیاء، صلحاء و مسلمانوں کا لباس اور قدیم روایت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور محدثین وفقہائے کرام اورالغرض خیرالقرون اوراس کے بعد سلف کے زمانہ میں جوٹوپی پہننے کا معمول ذکر کیا گیا، اگرچہ ٹوپی پہننے کے سنت ومستحب ہونے کے ثبوت کے لئے کافی وشافی ہے، لیکن مزید وضاحت وصراحت کے لئے چند اہلِ علم حضرات کی عربی عبارات وتصریحات مع ترجمہ کے نقل کی جاتی ہیں، تاکہ کسی قسم کی تاویل واحتمال کی گنجائش نہ رہے؛ مثلاً یہ کہ یہ ازقبیل حکایتِ افعال ہے؛ جس کو عموم نہیں ہوتا وغیرہ۔

(۱)......علامہ باجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سُئِلَ مَالِکٌ عَنِ الْقَلَانِسِ هَلْ کَانَتْ قَدِيْمَةً فَقَالَ کَانَتْ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْلَ ذٰلِکَ فِيْمَا أَرٰى (المنتقیٰ) [1]

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ سے ٹوپیوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ پرانے زمانے سے چلی آ رہی ہیں؟

توانھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھیں، اور میری رائے میں اس سے پہلے بھی تھیں (منتقیٰ شرح موطا)

(۲)......اورامام حطاب رعینی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَسُئِلَ مَالِکٌ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْبُرْنُسِ قَالَ: هِيَ مِنْ لِبَاسِ الْمُصَلِّيْنَ وَكَانَتْ مِنْ لِبَاسِ النَّاسِ الْقَدِيْمِ وَمَا أَرَى بِهَا بَأْسًا وَأَسْتَحْسِنُ لِبَاسَهَا، وَقَالَ: هِيَ مِنْ لِبَاسِ الْمُسَافِرِيْنَ لِلْبَرْدِ وَالْمَطَرِ ، قَالَ: وَلَقَدْ

[1] شرح المؤطا، ج۷ص ۲۱۹، کتاب الجامع ،باب ماجاء فی لبس الثياب للجمال بها.

سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ وَكَانَ مِنْ عُبَّادِ النَّاسِ وَأَهْلِ الْفَضْلِ وَهُوَ يَقُوْلُ: مَا أَدْرَكْتُ النَّاسَ إِلَّا وَلَهُمْ ثَوْبَانِ بُرْنُسٌ يَغْدُوْ بِهٖ وَخَمِيْصَةٌ يَرُوْحُ بِهَا ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ يَلْبَسُوْنَ الْبَرَانِسَ (مواهب الجليل لشرح مختصر الخليل) [1]

ترجمہ: اورامام مالک رحمہ اللہ سے برنس (لمبی ٹوپی) میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ نمازیوں کے لباس میں سے ہے، اورقدیم زمانے کے لوگوں کے لباس میں سے ہے، میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، اور میں اس کے پہننے کو اچھا سمجھتا ہوں۔

اور امام مالک رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سردی اور بارش وغیرہ کے لئے مسافروں کا لباس ہے (یعنی مسافر کو لمبی ٹوپی پہننے سے سردی اور بارش وغیرہ سے حفاظت رہتی ہے) اور فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن ابی بکر سے سنا جو کہ عبادت گزار اور بڑی فضیلت والے لوگوں میں سے تھے؛ کہ میں نے جن لوگوں کو بھی پایا، ان کے دو کپڑے تھے، ایک برنس (لمبی ٹوپی) جس میں لوگ صبح کرتے تھے، اور ایک خمیصۃ (اونی خوبصورت چادر) جس میں شام کرتے تھے، اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ برانس (لمبی ٹوپیاں) پہنتے تھے (مواہب جلیل)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دوقسم کے کپڑے عام طور سے نیچے والے لباس (مثلاً کرتہ، پاجامہ، ازاروغیرہ) کے اوپر پہنتے تھے۔ [2]

---

[1] ج ا ص ۵۰۳ کتاب الطهارة، فصل فی ستر العورة، لشمس الدين أبو عبد الله محمد بن محمد بن عبد الرحمن الطرابلسی المغربی ، المعروف بالحطاب الرُّعينی، المتوفی ۹۵۴ھ۔

[2] وأما الخمائص فهی أكسية من صوف رقاق معلمة وغير معلمة يلتحف فيها كانت من لباس الإشراف أرض العرب، فقوله برنس يغدو به مجمل يريد يلبسه علی ما تحته من الثياب وخميصة يروح فيها يعنی يلتحفها علی ما عليه من الثياب -والله أعلم(مواهب الجليل لشرح مختصر الخليل، ج ا ص ۵۰۳،۵۰۴، كتاب الطهارة، فصل فی ستر العورة)

اوراس سے پہلے وہ احادیث بھی گزر چکی ہیں، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو برنس (لمبی ٹوپی) پہنائی، اور بہت سے صحابہ نے پہنی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں اس کے پہننے سے منع فرمایا۔

لٰہذا جس طرح برنس کا استعمال خیر القرون سے چلا آ رہا ہے، اسی طرح سنت اور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ [1]

امام مالک رحمہ اللہ کا ٹوپی کو نمازیوں کا لباس فرمانا اور اس کو مستحسن و پسندیدہ قرار دینا اس بات کی علامت ہے کہ ان کے نزدیک ٹوپی پہننا مستحسن و مستحب عمل ہے، اور اس میں نماز پڑھنا بھی مستحسن و مستحب عمل ہے، اور اس کا مستحسن و مستحب ہونا عمامہ پر موقوف نہیں۔ [2]

(۳)......اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ بَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ فِيهِ وَمَا قَبْلَهُ لُبْسُ الْقَلَنْسُوَةِ اللَّاطِئَةِ بِالرَّأْسِ وَالْمُرْتَفِعَةِ وَالْمُضَرِّبَةِ وَغَيْرِهَا تَحْتَ الْعَمَامَةِ وَبِلا عَمَامَةٍ كُلُّ ذٰلِكَ وَرَدَ ....قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيُّ اَلْقَلَنْسُوَةُ مِنْ لِبَاسِ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ السَّالِكِيْنَ تَصُوْنُ الرَّأْسَ وَتَمَكِّن الْعَمَامَةَ وَهِيَ مِنَ السُّنَّةِ وَحُكْمُهَا أَنْ تَكُوْنَ لَاطِئَةٌ لا مُقَبَّبَةٌ إِلَّا أَنْ يَّفْتَقِرَ الرَّجُلُ إِلٰى أَنْ يَّحْفَظَ رَأْسَهُ عَمَّا يَخْرُجُ مِنْهُ مِنَ الْأَبْخِرَةِ فَيَقِيهَا وَيَثْقُبُ فِيْهَا فَيَكُوْنُ ذٰلِكَ تَطَيُّبًا (الشمائل الشريفة، للسيوطي ج ا ص۳۶۷، تحت رقم الحديث ۳۶۶)

---

[1] اور بعض حضرات نے برنس کو جو مکروہ اور اس کو رہبان کا لباس قرار دیا، وہ ایسی برنس ہے جو خاص رہبان کی وضع پر ہو۔
وقد سئل مالک عنه فقال :لا بأس به ، قيل :فإنه من لبوس النصارى ، قال كان يلبس ههنا ؟ أهـ .
قلت :لو استدل مالک بقول النبى صلى الله عليه وسلم حين سئل ما يلبس المحرم فقال :لا يلبس القميص ولا السراويل ولا البرانس .الحديث لكان أولى (مجموعة فتاوىٰ ورسائل العثيمين ج۱۲ ص۲۹۰، كتاب الصلاة، ستر العورة)

[2] ملحوظ رہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے ٹوپی کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، اور ٹوپی کے متعلق ہی ان کا مذکورہ جواب مفصلاً واقع ہوا ہے، لہٰذا اس کو عمامہ کے ساتھ مقید کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔

ترجمہ: بعض شافعی حضرات نے اس روایت میں اور اس سے پہلی روایت میں فرمایا کہ سر کے ساتھ جڑی ہوئی، اور سر سے اٹھی ہوئی، اور موٹی اور دوسری ٹوپی کا عمامہ کے نیچے اور عمامہ کے بغیر پہننا سب وارد ہے (کوئی ایک طریقہ بھی غلط ومکروہ وغیرہ نہیں، اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں) امام ابنِ عربی نے فرمایا کہ: ٹوپی انبیائے کرام اور صالحین واولیائے کرام کا لباس ہے، جس سے سر کی حفاظت رہتی ہے، اور عمامہ بھی اس پر اچھی طرح ٹھہر جاتا ہے، اور یہ سنت ہے، اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ سر کے ساتھ جڑا ہوا ہو، نہ کہ اٹھا ہوا ہو، مگر یہ کہ کوئی شخص سر سے پسینہ وغیرہ نکلنے سے حفاظت کرے، اور اس کو اٹھا ہوا رکھے، اور اس کے درمیان خلاء چھوڑ دے، تو یہ بہت اچھا ہے (شمائل شریفہ)

فائدہ: امام ابنِ عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے ٹوپی کے انبیاء اور صلحاء واولیاء کا لباس ہونے کا ذکر امام مناوی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "فیض القدیر" میں فرمایا ہے۔ [1]

(۴)...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے زمانے میں ذمیوں (یعنی اسلامی ملک میں قیام کرنے والے غیر مسلموں) سے جو معاہدہ ہوا تھا، اس میں یہ بھی شامل تھا کہ:

وَلاَ نَتَشَبَّهُ بِهِمُ فِيُ شَيُءٍ مِنُ لِبَاسِهِمُ مِنُ قَلَنُسُوَةٍ وَلاَ عِمَامَةٍ الخ (السنن الكبرىٰ للبيهقى) [2]

ترجمہ: اور ہم (یعنی ذمی) مسلمانوں کے ساتھ ان کے لباس میں کسی طرح کی مشابہت اختیار نہیں کریں گے، نہ ٹوپی میں اور نہ عمامہ میں (سنن کبریٰ بیہقی)

(۵)...... اور ابنِ عساکر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] قال ابن العربى :القلنسوة من لباس الأنبياء والصالحين والسالكين تصون الرأس وتمكن العمامة وهى من السنة وحكمها أن تكون لاطئة لا مقبية إلا أن يفتقر الرجل إلى أن يحفظ رأسه عما يخرج منه من الأبخرة فيقيها ويثقب فيها فيكون ذلك تطيبا (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۲۱٦۸)

[2] رقم الحديث ۱۸۷۱۷، كتاب الجزية، باب الإمام يكتب كتاب الصلح على الجزية.

وَلاَ نَتَشَبَّهُ بِالْمُسْلِمِيْنَ فِيْ لُبْسِ قَلَنْسُوَةٍ وَلاَ عِمَامَةٍ الخ (تاريخ دمشق)[1]

ترجمہ: اور ہم (یعنی ذمی) مسلمانوں کے ساتھ نہ تو ٹوپی پہننے میں مشابہت اختیار کریں گے اور نہ عمامہ پہننے میں (تاریخ دمشق)

(۲)......علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگردِ خاص علامہ ابنِ قیم جوزی رحمہ اللہ اس کی مزید توضیح وتشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فَفِيْ شُرُوْطِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَأَلَّا نَتَشَبَّهَ بِالْمُسْلِمِيْنَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ لِبَاسِهِمْ فِيْ قَلَنْسُوَةٍ،فَيُمْنَعُوْنَ مِنْ لِبَاسِهَا لِمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحَابَتُهُ يَلْبَسُوْنَهَا، وَلَمْ يَزَلْ لُبْسُهَا عَادَةَ الْأَكَابِرِ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ وَالْقُضَاةِ وَالْأَشْرَافِ وَالْخُطَبَاءِ عَلَى النَّاسِ، وَاسْتَمَرَّ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ إِلٰى أَوَاخِرِ الدَّوْلَةِ الصَّلَاحِيَّةِ فَرَغِبَ النَّاسُ عَنْهَا.

وَقَدْ رَوَى الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءُ لَاطِئَةٌ يَلْبَسُهَا .

وَكَانَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءُ يَلْبَسُهَا.

وَذَكَرَ سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ لَا يَمْسَحُ عَلَى الْعِمَامَةِ وَلَا عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ.

وَقَالَتْ أُمُّ نَهَارٍ: كَانَ أَنَسٌ يَمُرُّ بِنَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ عَلٰى بِرْذَوْنٍ عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِئَةٌ.

فَإِنَّمَا نَهٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَهْلَ الذِّمَّةِ عَنْ لُبْسِهَا؛ لِأَنَّهَا زِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحَابَتِهِ مِنْ بَعْدِهِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ

[1] ج۲ص ۱۲۱،باب کیف کان امر دمشق فی الفتح وما امضاہ المسلمون من الصلح.

الْخُلَفَاءِ بَعْدَهُ، وَلِلْمُسْلِمِيْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ أُسْوَةٌ وَقُدْوَةٌ، فَالْخُلَفَاءُ يَلْبَسُوْنَهَا اِقْتِدَاءً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَشَبُّهًا بِهٖ وَهُمْ أَوْلَى النَّاسِ بِاتِّبَاعِهٖ وَاقْتِفَاءِ أَثَرِهٖ، وَالْعُلَمَاءُ يَلْبَسُوْنَهَا إِذَا انْتَهَوْا فِيْ عِلْمِهِمْ وَعِزِّهِمْ وَعَظُمَتْ مَنْزِلَتُهُمْ وَاقْتَدَى النَّاسُ بِهِمْ فَيَتَمَيَّزُوْنَ بِهَا لِلشَّرَفِ عَلٰى مَنْ دُوْنَهُمْ لِمَا رَفَعَهُمُ اللّٰهُ بِعِلْمِهِمْ عَلٰى جَهَلَةِ خَلْقِهٖ، وَالْقُضَاةُ تَلْبَسُهَا هَيْبَةً وَرِفْعَةً، وَالْخُطَبَاءُ تَلْبَسُهَا عَلَى الْمَنَابِرِ لِعُلُوِّ مَقَامِهِمْ؛ فَيُمْنَعُ أَهْلُ الذِّمَّةِ مِنْ لِبَاسِ الْقَلَنْسُوَةِ لِعَدَمِ وُجُوْدِ هٰذِهِ الْمَعَانِيْ فِيْهِمْ (احکام اهل الذمة لابن القيم الجوزي) [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذمیوں کے لئے (یعنی ان غیر مسلموں کے لئے کہ جو مسلمانوں کے ملک میں صلح کے تحت رہتے تھے) جو شرائط طے ہوئی تھیں، ان میں یہ شرط بھی تھی کہ ذمی مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی چیز میں مشابہت اختیار نہیں کریں گے، مسلمانوں کے ٹوپی کے لباس میں بھی۔

پس ذمیوں کو ٹوپی کے پہننے سے منع کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام ٹوپی کو پہنا کرتے تھے، اور اس کے پہننے کی ہمیشہ سے اکابر کی عادت رہی ہے، علماء کی بھی؛ فقہاء کی بھی؛ قاضیوں کی بھی؛ معزز لوگوں کی بھی؛ اور لوگوں پر مقرر خطباء (وائمہ) کی بھی، اور جب تک نیک صالح حکومت رہی اس وقت تک ٹوپی پہننے کی (عام لوگوں میں بھی) عادت برقرار رہی۔

پھر بعد میں (جب مسلمانوں کی نیک صالح حکومت کمزور پڑ گئی تو) لوگوں نے اس عادت سے کنارہ کشی کرنا شروع کردی۔

---

[1] ج۳ص۲۶۵ تا ۱۲۶۷، فصل قولهم وألا نمنع أحداً من أقربائنا أراد الدخول فى الإسلام، الناشر: رمادى للنشر - الدمام.

اور حضرت عوام بن حوشب نے ابراہیم تیمی سے اور انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ کی سر کے ساتھ چپکی ہوئی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی سفید ٹوپی تھی، جس کو آپ پہنا کرتے تھے۔

اور حضرت سفیان نے عبید اللہ سے اور انہوں نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نہ تو عمامہ پر مسح کیا کرتے تھے اور نہ ٹوپی پر۔

اور حضرت امِ نہار نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کے دن ہمارے قریب سے اپنے گھوڑے پر گزرتے تھے، اور آپ کے سر پر چُست ٹوپی ہوتی تھی۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کو جو ٹوپی کے پہننے سے منع فرمایا اس کی وجہ یہی تھی کہ ٹوپی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے صحابہٴ کرام اور ان کے علاوہ خلفائے کرام کی عادت رہی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہٴ کرام مسلمانوں کے مقتداء اور نمونہ ہیں، پس خلفائے کرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے ٹوپی پہنا کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ وخلفاء اس کے زیادہ لائق ہیں کہ (مسلمان) لوگ ان کی اتباع کریں، اور ان کے نقشِ قدم پر چلیں۔

نیز علماء بھی ٹوپی پہنتے ہیں جب وہ علم، شرافت وعظمت کے مخصوص مقام پر پہنچتے ہیں، اور ان کی قدر ومنزلت بڑھ جاتی ہے، اور لوگ ان کی اقتداء کرتے ہیں، تو وہ مخصوص ٹوپی کے ذریعہ سے دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

ان کو ان کے علم کی وجہ سے جاہلوں کے مقابلہ میں بلند مقام عطا فرمایا، اور قاضی لوگ بھی ہیبت اور جلال کے لئے (ٹوپی) پہنتے ہیں، اور خطباء وائمہ اپنے بلند مقام ہونے کی وجہ سے پہنتے ہیں (غرضیکہ ٹوپی مسلمانوں کی عظمت وشرافت کی نشانی ہے)

اس لئے ذمیوں کو ٹوپی کے پہننے سے منع کیا جائے گا، کیونکہ ان میں یہ عظمت وشرافت والی وجوہات نہیں پائی جاتیں (احکام اہل ذمہ)

فائدہ: علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگردِ خاص علامہ ابنِ قیم جوزی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ٹوپی؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ آپ کے صحابۂ کرام؛ خلفائے عظام؛ اور علماء؛ فقہاء؛ خطباء؛ اور قاضیوں کا لباس ہے، جو مسلمانوں کے رہبر ہیں، اور ان کی پیروی واتباع میں عام مسلمان بھی ٹوپی پہنتے ہیں۔

اس لئے ٹوپی مسلمانوں کا لباس اور غیر مسلموں سے ممتاز کرنے کا ایک ذریعہ ہے، گویا کہ یہ ایک درجہ میں مسلمانوں کی پہچان وعلامت ہے۔

اس باب کا خلاصہ

مذکورہ احادیث وروایات سے صاف طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور محدثین وتابعینِ عظام وتبعِ تابعین اور فقہائے کرام کے عمل سے معلوم ہوا کہ عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا بھی سنت ہے، اور عمامہ کے ساتھ بھی، اور دونوں طرح نماز پڑھنا سنت کے مطابق ہے، ان میں سے کوئی طریقہ بھی سنت کے خلاف نہیں۔

اور اگر کوئی شخص عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کا معمول بنائے، تو اس کو سنت کا تارک یا باعثِ ملامت قرار نہیں دیا جاسکتا، جس طرح سے کہ عمامہ پہننے کے معمول کو خلافِ سنت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

البتہ اگر کوئی عمامہ کی عادت رکھتا ہو، تو اس کو عمامہ پہننے سے منع بھی نہیں کیا جائے گا، بلکہ باعثِ فضیلت قرار دیا جائے گا۔ [1]

ہاں اگر کوئی عمامہ کو ضروری سمجھنے لگے، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، تو پھر اس کی نفی کی جائے گی۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹوپی کی اہمیت عمامہ کی اہمیت سے کم نہیں ہے؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننا تو کثرت کے ساتھ ثابت ہے۔

لیکن عام حالات میں ٹوپی کے بغیر ننگے سر رہنا یا بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ پہننا ثابت نہیں۔

اور جو بعض اہلِ علم حضرات یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ عمامہ پہننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کی دائمی سنت اور مواظبت والا عمل ہے، اور خیر القرون کے دور میں عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننا ثابت نہیں۔

یہ بات قابلِ استدلال احادیث وروایات میں دستیاب نہیں ہو سکی، بلکہ جو کچھ اس سلسلہ میں دستیاب ہوا، وہ اس کے برعکس ہے، جیسا کہ تفصیلاً عرض کیا جا چکا ہے۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

---

[1] احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

جن عبارات سے (عمامہ کے بغیر خالی ٹوپی پہننے کے متعلق، ناقل) کراہت معلوم ہوتی ہے، وہ اس شخص پر محمول ہیں جو ٹوپی سے مجلس میں نہ آتا جاتا ہو اور اسے ثیابِ بذلہ سمجھتا ہو۔ مختلف روایات سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسلافِ امت کا ٹوپی سے نماز پڑھنا ثابت ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

وضع ابو اسحاق قلنسوته فی الصلاة ورفعها (بخاری ج ۱ ص ۱۵۹) کان القوم یسجدون علی العمامة والقلنسوة (بخاری ج ۱ ص ۵۶)

(احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۰، باب صفۃ الصلاۃ وما یتعلق بہا)

(باب نمبر۲)

ٹوپی کے اوپر رومال اوڑھنے کی شرعی حیثیت

ہمارے زمانے میں بہت سے علماء وصلحاء اور نیک لوگ سر پر ٹوپی کے ساتھ اور ٹوپی کے اوپر جو مخصوص رومال اوڑھتے ہیں۔

اس کے متعلق عام طور پر یہ سوال کیا جاتا رہتا ہے کہ اس رومال کی سنت میں کوئی اصل پائی جاتی ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو جو چیز امت کے علمائے حق وصلحائے وقت اچھی سمجھ کر اختیار کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی شمار ہوتی ہے۔ اور یہ مضمون حدیث سے ثابت ہے۔ [۱]

لہٰذا علماء وصلحائے امت اور نیک لوگوں کے ٹوپی کے اوپر مخصوص رومال اوڑھنے کی اصل

---

[۱] حدثنا عمر بن حفص السدوسی، ثنا عاصم بن علی، ثنا المسعودی، عن عاصم، عن أبی وائل، عن عبد الله بن مسعود، قال :إن الله تعالى نظر فی قلوب العباد فاختار محمدا صلى الله عليه وسلم فبعثه برسالته، وانتخبه بعلمه، ثم نظر فی قلوب الناس فاختار أصحابه فجعلهم وزراء نبيه صلى الله عليه وسلم، وأنصار دينه، فما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن، وما رآه المؤمنون قبيحا فهو عند الله قبيح (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۸۵۸۳، واللفظ لهٗ؛ مسند احمد؛رقم الحديث ۳۶۰۰، ومسند طيالسی، رقم الحديث ۲۴۳؛ ومستدرک حاکم، رقم الحديث ۴۴۶۵)

قال الحاكم:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الإسناد ولم يخرجاه وله شاهد أصح منه إلا أن فيه إرسالا.

وقال الذهبی فی التلخيص :

صحيح.

وفی حاشية مسند احمد: اسنادهٗ حسن.

وقال القاری: قال ابن مسعود رضی الله عنه ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن والمراد بالمسلمين زبدتهم وعمدتهم وهم العلماء بالكتاب والسنة الأتقياء عن الحرام والشبهة جعلنا الله منهم فی الدنيا والآخرة (مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۰۳۳،كتاب الصلاة، باب التنظيف والتبكير)

مذکورہ اصول سے ثابت ہے۔ [1]

دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نیز سلف سے کثرت کے ساتھ سر پر کپڑا اوڑھنا کئی صحیح احادیث وروایات سے ثابت ہے۔

ذیل میں اس سلسلہ کی چند احادیث وروایات مع فوائد کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک لمبی حدیث میں فرماتی ہیں کہ ہم ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کہنے والے نے کہا کہ:

هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا (بخاری) [2]

ترجمہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جنہوں نے سر ڈھانک رکھا ہے (بخاری)

فائدہ: حدیث میں جو "مُتَقَنِّع" کا لفظ آیا ہے، اس کے معنیٰ کپڑے سے سر ڈھانکنے کے آتے ہیں، جو چادر سے سر ڈھانکنے اور رومال سے سر ڈھانکنے دونوں کو شامل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سر مبارک پر رومال وغیرہ اوڑھا ہوا تھا۔ [3]

---

[1] حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
یہاں سے بسہولت یہ ثابت ہوگیا کہ ہر زمانے کے لباس میں تشبہ بالصلحاء کا حقیقی معیار اس زمانے کے خاص علماء وزہاد ہی کا لباس ہوسکتا ہے، اور عموماً وہی اوضاع لباس، امت کے حق میں اسلامی اوضاع سمجھی جاسکتی ہیں جو ان کے صلحاء کے استعمالِ عامہ میں آرہی ہو، اور بطور قدرِ مشترک استعمال کی جارہی ہو (اسلامی تہذیب وتمدن ص ۱۸۶)

[2] رقم الحديث ۳۹۰۵، كتاب المناقب، باب هجرة النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۴۰۸۳، كتاب اللباس، باب فى التقنع.

[3] قوله هذا رسول الله متقنعا أى مغطيا رأسه (فتح البارى لابن حجر، ج۷ص۲۳۵، كتاب المناقب، باب هجرة النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة)
قوله متقنعا أى مغطيا رأسه وانتصابه على الحال كما فى قولك هذا زيد قائما أى أشير إليه وهو العامل فيه ومن له يد فى العربية لا يخفى عليه هذا وأمثاله (عمدة القارى، ج۱۷ ص۴۵، كتاب المناقب، باب هجرة النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة)
متقنعا والتقنع هو تغطية الرأس بالرداء ونحوه ومقنع بالحديد كذلك أى مغطى الرأس بدرعه أو مغفر أو بيضة (مشارق الأنوار على صحاح الآثار للقاضى أبو الفضل عياض بن موسى بن عياض اليحصبى السبتى المالكى، ج۲ ص۱۸۷، فصل الاختلاف والوهم، مادة ق ص م)

اس حدیث سے سر پر رومال اور چادر اوڑھنے کی اصل ثابت ہوئی۔ [۱]

(۲)......حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں کہ:

فَإِذَا هُوَ مُقَنِّعٌ رَأْسَهُ بِبُرْدٍ لَهُ مَعَافِرِيّ ، فَكَشَفَ الْقِنَاعَ عَنْ رَّأْسِهِ

(المعجم الکبیر للطبرانی) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنے سر پر یمنی چادر اوڑھی ہوئی تھی، پھر آپ نے اپنے سر مبارک سے کپڑا اٹھایا (طبرانی) [۳]

فائدہ: معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر کپڑا اپہنا ہے، اور سر سے کپڑا اتارنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے سر بالکل ننگا کر لیا تھا، بلکہ اس وقت بھی ٹوپی یا عمامہ سر پر موجود تھا۔

اس حدیث سے بھی سر پر مخصوص رومال اور چادر اوڑھنے کی اصل ثابت ہوئی۔ [۴]

---

[۱] (متقنعا) بكسر النون المشددة أى مغطيا رأسه بالقناع أى بطرف ردائه على ما هو عادة العرب لحر الظهيرة ويمكن أنه أراد به التستر لكيلا يعرفه كل أحد وهما حالان مترادفان أو متداخلان والعامل معنى اسم الإشارة. والحديث طويل فى شأن الهجرة أتى أبو داود بطرف منه وفيه دلالة على مشروعية التقنع(عون المعبود، ج ۱۱ ص ۹۲، كتاب اللباس، باب التقنع)

[۲] رقم الحديث ۳۹۳؛ معرفة الصحابة، رقم الحديث ۷۷۲، واللفظ لهما؛ مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۷۷۴.

قال الهيثمى: رواه أحمد والطبرانى فى الكبير ورجاله موثقون(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۲۰۵۷،باب فى الصلاة بين القبور واتخاذها مساجد والصلاة إليها)

وفى حاشية مسند احمد:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد.

[۳] برد معافرى بفتح الميم ضرب من الثياب منسوب إلى معافر قرية باليمن وأصله قبيل منهم نزلوها وقيل سموا بذلك باسم جبل ببلادهم يقال له معافر بفتح الميم (مشارق الانوار على صحاح الآثار، ج ۱ ص ۳۵۸، حرف الكاف، فصل الاختلاف والوهم ،مادة م ع ى)

[۴] قوله متقنعا أى متطيلسا رأسه وهو أصل فى لبس الطيلسان وفيه أيضا التقنع تغطية الرأس وأكثر الوجه برداء أو غيره أى مع التحنيك وقد صرحوا بأن القناع الذى يحصل به التقنع الحقيقى هو الرداء وهو يسمى طيلسانا كما أن الطيلسان قد يسمى رداء كما مر ومن قال ابن الأثير الرداء يسمى الآن الطيلسان فما على الرأس مع التحنيك الطيلسان الحقيقى ويسمى رداء مجازا وما على الأكتاف هو الرداء الحقيقى ويسمى طيلسانا مجازا ويندب جمعهما فى الصلاة وصح عن ابن مسعود وله حكم المرفوع التقنع من أخلاق الأنبياء (حاشية الجمل على المنهج، ج ۲ ص ۱۹، كتاب الصلاة، فصل فى اللباس، للعلامة الشيخ سليمان الجمل رحمه الله)

(۳)......اور ایک لمبی حدیث میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا بِثَوْبِهٖ (مسند احمد) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور آپ نے کپڑے سے سر ڈھانکا ہوا تھا (مسند احمد)

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات سر مبارک پر کپڑا رکھتے تھے۔

اور اس حدیث سے بھی سر پر رومال اور چادر اوڑھنے کی اصل ثابت ہوئی۔

ملحوظ رہے کہ چادر کے لئے عربی میں رداء، کساء، وغیرہ کے مستقل الفاظ موجود ہیں، ان کی بجائے لفظِ ''ثوب'' کا استعمال متعارف چادر کے علاوہ مراد ہونے کو راجح کرتا ہے، جس سے رومال کی قسم کا کپڑا مراد لینا زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

(۴)......اور بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَدْ عَصَّبَ بِعِصَابَةٍ دَسْمَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ (بخاری) [۲]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹیالا سیاہی مائل رومال (سر پر) باندھا ہوا تھا، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے (اور آپ نے وعظ فرمایا) (بخاری)

(۵)......اور بخاری شریف ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ (بخاری) [۳]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ایک مٹیالا سیاہی مائل رومال تھا، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے (بخاری)

---

[۱] رقم الحدیث ۲۶۲۹.
فی حاشیة مسند احمد: إسناده جید، رجاله رجال الصحیح.

[۲] رقم الحدیث ۳۶۲۸ کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام.

[۳] رقم الحدیث ۳۸۰۰، کتاب المناقب، قول النبی ﷺ اقبلوا من محسنهم وتجاوزوا.

(۲)......اور امام بخاری رحمہ اللہ تقنع کے نام سے باب قائم کرکے فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ وَقَالَ أَنَسٌ عَصَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِهٖ حَاشِيَةَ بُرْدٍ (بخاری، ج۷ص۱۴۵، کتاب اللباس، باب التقنع)

ترجمہ: اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور آپ کے سر مبارک پر مٹیالا سیاہی مائل رومال تھا، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر رومال باندھا ہوا تھا (بخاری)

فائدہ: اس سے پہلی مسند احمد کی روایت میں کپڑا اوڑھنے کے الفاظ تھے، اور بعد کی روایت میں کپڑا باندھنے کے الفاظ ہیں؛ دونوں میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں، سر پر جو رومال وغیرہ اوڑھا جاتا ہے، اسے رومال اوڑھنا بھی کہہ دیا جاتا ہے، اور رومال باندھنا بھی۔ [۱]

---

[۱] قوله :(وقد عصب) ، الواو فيه للحال، و :عصب، بتخفيف الصاد ومصدره عصب وهو متعد، وكذا عصب بالتشديد ومصدره تعصيب، يقال :عصب رأسه بالعصابة تعصيبا .قوله :(حاشية برد) بالنصب مفعول :عصب، وفي رواية المستملي :حاشة بردة، والبرد نوع من الثياب معروف، والجمع :أبراد وبرود، والبردة الشملة المخططة، وقيل :كساء أسود مربع تلبسه الأعراب وجمعها :برد(عمدة القارى ،ج١٦ ص٢٦٦، كتاب المناقب، باب قول النبى ﷺ أقبلوا من محسنهم الخ)

وقال أنس :عصب النبي صلى الله عليه وسلم على رأسه حاشية برد.

هذا أيضا طرف من حديث أخرجه في الباب المذكور في مناقب الأنصار من طريق هشام بن زيد بن أنس :سمعت أنس بن مالك يقول فذكر الحديث، وفيه :فخرج النبي صلى الله عليه وسلم وقد عصب على رأسه حاشية برد .قوله :(عصب) بتشديد الصاد، وقال الجوهري :حاشية البرد جانبه، وقال القزاز :حاشية الثوب ناحيتاه اللتان في طرفهما المهدب، واعترض الإسماعيلي بأن ما ذكره من العصابة لا يدخل في التقنع لأن التقنع تغطية الرأس والعصابة شد الخرقة على ما أحاط بالعمامة، وأجاب بعضهم بقوله :الجامع بينهما وضع شيء زائد على الرأس فوق العمامة، قلت :في كل من الاعتراض والجواب نظر، أما في الاعتراض فلأن قوله :والعصابة شد الخرقة على ما أحاط بالعمامة، ليس كذلك، بل العصابة شد الرأس بخرقة مطلقا، وأما في الجواب فلأن قوله :زائد، لا فائدة فيه، وكذلك قوله :فوق العمامة لأنه يلزم من أنه إذا كانت تحت العمامة لا تسمى عصابة (عمدة القارى ،ج ٢١ ص ٣٠٩، كتاب اللباس ،باب التقنع)

(۷)......اور امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ

(الشمائل المحمدية للترمذي) [۱]

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ فرمایا، اس حال میں کہ آپ کے سر پر مٹیالا سیاہی مائل کپڑا تھا (شمائل محمدیہ)

فائدہ: جو کپڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر تھا، اس کو رومال سے تعبیر کرنا مذکورہ تمام احادیث میں تطبیق کے زیادہ لائق ہے۔ [۲]

(۸)......اور امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ ، وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتّٰى كَأَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ (الشمائل المحمدية) [۳]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے، اور داڑھی میں کثرت سے کنگھا کیا کرتے تھے، اور سر پر کثرت سے قناع (یعنی کپڑا اوڑھے) رکھتے تھے، یہاں تک کہ آپ کا وہ کپڑا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا کہ تیلی کا کپڑا ہے (شمائل محمدیہ)

فائدہ: اس حدیث سے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے سر میں تیل لگانا اور

---

[۱] رقم الحديث ۱۱۱، باب ماجاء فی عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم.

[۲] قوله: (عصابة دسماء) العصابة بالكسر ما يعصب به الرأس من عمامة أو منديل أو خرقة، والدسماء السوداء، ومنه الحديث الآخر، خرج وقد عصب رأسه بعصابة دسمة، وقال الداودی: الدسماء الوسخة من العرق والغبار (عمدة القاری، ج۱۶ ص ۲۶۶، باب مناقب الانصار، باب قول النبی -صلى الله عليه وسلم- أقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسيئهم)

[۳] للترمذی، رقم الحديث ۱۱۹، باب ماجاء فی عمامة رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء فی ترجل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم.

داڑھی میں کنگھا کرنا معلوم ہوا، اسی طرح کثرت سے آپ کا قناع کرنا بھی ثابت ہوا،اورقناع کے معنیٰ اس طرح سرڈھانکنے کے ہیں کہ جس سے چہرے کا کچھ حصہ بھی ڈھک جائے،جیسا کہ رومال سے بھی دائیں بائیں چہرے کا کچھ حصہ ڈھک جاتا ہے(کما سیجیئ فی الحواشی)

(۹)......اورامام بیہقی رحمہ اللہ نے کچھ مختصر الفاظ کے ساتھ اس کواس طرح روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتّٰى كَأَنَّ رَأْسَهٗ رَأْسُ دِهَانٍ(شعب الایمان للبیھقی) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے سر پر کپڑا اوڑھتے تھے، یہاں تک کہ گویا کہ آپ کا سر تیلی کے سر کی طرح محسوس ہوتا تھا(بیہقی)

(۱۰)......اور ابنِ سعد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ التَّقَنُّعَ بِثَوْبِهٖ حَتّٰى كَأَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ أَوْ دِهَانٍ(الطبقات الکبریٰ لابن سعد) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے کے ساتھ سرکو کثرت سے ڈھانک کررکھتے تھے، یہاں تک کہ وہ کپڑا گویا کہ تیلی یا تیل والے کے کپڑے کی طرح ہوتا تھا(طبقات کبریٰ)

(۱۱)......اور حضرت یحییٰ بن معین نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ التَّقَنُّعَ حَتّٰى تُنْظَرَ إِلٰى حَاشِيَتَيْهِ

---

[۱] رقم الحدیث ۶۰۴۵، فصل فی اکرام الشعر وتدھینه واصلاحه.

[۲] ج ۱ ص ۳۵۶ ،السیرۃ النبویة،باب ذکر قناعته ﷺ بثوبه ولباسه القمیص، الناشر: دار الکتب العلمیة،بیروت.

إِزَارِهِ كَأَنَّهُ زَيَّاتٍ (تاريخ ابن معين الدوری رواية الدوری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ کپڑے سے سر مبارک ڈھانک کر رکھتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے اس کپڑے کے دونوں کنارے تیلی کے کپڑے کی طرح محسوس ہوتے تھے (تاریخ ابن معین)

فائدہ: مذکورہ روایات میں تقنّع کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان سے پہلی روایات میں قناع کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اور جس طرح قناع کے معنیٰ سر کے اس طرح ڈھانکنے کے آتے ہیں کہ جس میں چہرہ کا کچھ حصہ ڈھک جائے (جیسا کہ مذکورہ رومال میں ہوتا ہے) اسی طرح تقنّع کے معنیٰ بھی یہی آتے ہیں۔ [2]

ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ اکثر کپڑے سے سر ڈھانک کر رکھنے کی تھی۔

اور کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ سر میں کثرت سے تیل لگانے کی بھی تھی، اس لئے سر ڈھانکنے کے لئے استعمال ہونے والے کپڑے کے حصے میں تیل کے اثرات بھی محسوس ہوتے تھے۔

(۱۲)......اور خطیب بغدادی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَدْوَمُ قِنَاعاً مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَأَنَّ مِلْحَفَتَهُ مِلْحَفَةُ زَيَّاتٍ (تاريخ بغداد) [3]

---

[1] ج۳ص۳۴، رقم الحديث ۱۴۲، الناشر: مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي - مكة المكرمة.

[2] بقاف ونون ثقيلة وهو تغطية الرأس وأكثر الوجه برداء أو غيره (فتح الباري لابن حجر، ج۱۰، ص۲۷۴، كتاب اللباس، باب التقنع)

اس سلسلہ میں مزید عبارات آگے آرہی ہیں۔

[3] ج۷ص۹۷، تحت ترجمة: بكر بن السميدع أبو الحسن، رقم الترجمة ۳۵۳۱.

اس روایت کو اگرچہ بعض حضرات نے منکر قرار دیا ہے، مگر دیگر حضرات نے اس کو حسن فرمایا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کو زیادہ ہمیشگی کے ساتھ سرڈھانکے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ آپ کا رومال تیلی کے رومال کی طرح ہوتا تھا (تاریخ بغداد)

فائدہ: اس سے پہلی روایات میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت کے ساتھ کپڑے سے سر ڈھانکنا معلوم ہورہا تھا، اوراس روایت سے اس سے بھی بڑھ کر ہمیشہ کپڑے سے سرڈھانک کر رکھنے کا معمول ہونا معلوم ہوا۔

(۱۴)......اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ وَيُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهٖ وَيُسَرِّحُ لِحْيَتَهٗ بِالْمَاءِ (شعب الایمان للبیہقی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر کثرت سے رومال اوڑھ کر رکھتے تھے، اور سرمبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے، اور اپنی ڈاڑھی کو پانی سے صاف فرمایا کرتے تھے (بیہقی)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے سر پر رومال اوڑھنے اور تیل لگانے کے عادی تھے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور محدثین کے اصول کے لحاظ سے یہی راجح ہے۔

کیونکہ دیگر روایات کی تائید سے اس کی نکارت ختم ہوجاتی ہے۔

حتى كأن ملحفته ملحفة زيات هذا خبر منكر جداً وبكر لا يعرف(لسان الميزان، ج۳ص ۴۰، تحت ترجمة الحسن بن دينار أبو سعيد التميمي، رقم الترجمة ۲۲۶۹)

ولفظ الخطيب كأن ملحفته ملحفة زيات، وهذا الحديث باعتبار طرقه، وماله من الشواهد السابقة حسن، كما قاله الشيخ رحمه الله تعالى(سبل الهدى والرشاد فى سيرة خير العباد، ج۷ص ۲۹۰، الباب الرابع فى تقنعه ﷺ ،لمحمد بن يوسف الصالحى الشامى)

ولفظ الخطيب كأن ملحفته ملحفة زيات وهذا الحديث باعتبار طرقه وشواهده حسن(غذاء الألباب شرح منظومة الآداب،لمحمد بن أحمد بن سالم السفارينى الحنبلى ، ج۲ص۲۵۷، مطلب حكم لبس الطيلسان)

[۱] رقم الحديث ۶۰۴۶، فصل فى اكرام الشعر وتدهينه واصلاحه.

اور یہ روایت سند کے لحاظ سے معتبر ہے۔ [1]

---

[1] اس روایت کی سند مندرجہ ذیل ہے کہ:

أخبرنا علی بن أحمد بن عبدان أنا أحمد بن عبید ثنا أبو بکر محمد بن هارون بن عیسی الأزدی ثنا مسلم بن إبراهیم ثنا مبشر بن مکسر عن أبی حازم عن سهل بن سعد قال (شعب الإیمان، حواله بالا)

اس روایت میں پہلے راوی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان ہیں، جو کہ حافظ الحدیث ہیں:

أبو الحسن علی بن أحمد بن عبدان الحافظ قدم جرجان روی عن الطبرانی ومحمد بن عبید والجعابی (تاریخ جرجان، حرف المیم، تحت رقم الترجمة ۱۱۹۳، ص۵۴۸)

اور دوسرے راوی احمد بن عبید بن اسماعیل ہیں، یہ بھی حافظ الحدیث اور ثقہ ہیں:

احمد بن عبید بن اسماعیل الحافظ الثقة أبو الحسن البصری الصفار مصنف السنن الذی یکثر أبو بکر البیهقی من التخریج منه فی سننه (تذکرة الحفاظ المؤلف: الامام أبو عبد الله شمس الدین الذهبی، تحت رقم الترجمة ۸۴۵-۷۴/۱۱)

اور تیسرے راوی مبشر بن مکسر ہیں جن کے بارے میں بعض حضرات کو مجہول ہونے کی غلط فہمی ہوئی ہے، اور بعض حضرات نے ان کا کچھ اور نام سمجھا ہے۔

حالانکہ یہ مجہول نہیں ہیں، اور ان کا نام مبشر بن مکسر ہے، اور یہ اہلِ مدینہ کے شیخ ہیں، اور ان کو ابنِ معین نے صویلح اور ابنِ ابی حاتم نے ان کے بارے میں "لابأس بہ" فرمایا ہے۔

مبشر بن مکسر شیخ من أهل المدینة نزل البصرة، عن أبی حازم (المعجم الکبیر للطبرانی، ج۶ص ۱۸۴، حرف السین)

و مبشر بن مکسر، قال ابن معین: صویلح. و قال ابن أبی حاتم عن أبیه: لا بأس به (السلسلة الصحیحة للألبانی. تحت رقم الحدیث ۷۲۰)

اور چوتھے راوی محمد بن ہارون بن عیسیٰ ازدی ہیں، جن کے بارے میں اگرچہ دارقطنی نے "لیس بالقوی" فرمایا ہے، لیکن خطیب بغدادی نے ان کی حدیث کو مستقیم قرار دیا ہے، نیز ابوبکر شافعی رحمہ اللہ نے ان سے براہِ راست حدیث روایت کی ہے:

(ملاحظه هو: الفوائد الشهیر بالغیلانیات، تحت رقم الحدیث ۹۸۳)

اس لئے ان کی حدیث حسن درجے میں داخل ہے، اور مبحوث فیہ حدیث کا مضمون دیگر احادیث سے بھی مؤید ہے۔

(محمد بن هارون بن عیسی.) أبو بکر الأزدیّ البصریّ الرّزّاز. عن: مسلم بن إبراهیم، وأبی الولید، وجماعة. وعنه: أبو العبّاس بن عقدة، وأبو بکر الشّافعیّ.) قال الدّارقطنیّ: لیس بالقویّ. قلت: حدّث فی سنة ستّ وسبعین ومائتین (تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام. للذهبی. ج۶ص ۲۲۴، تحت ترجمة محمد بن هارون بن عیسیٰ، ابوبکر الازدی)

اتفق ابن عقدة وابن رمیس وحمزة بن القاسم والشافعی علی أن هذا الشیخ محمد بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس روایت میں سر ڈھانکے جانے والے کپڑے کے بارے میں تیل کے اثرات کا ذکر نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ هارون بن عيسى .وروى عنه أبو سعيد بن الأعرابى فقال :حدثنا محمد بن عيسى بن هارون وقد ذكرناه فيما تقدم وقال الدارقطنى :محمد بن هارون بن عيسى ليس بالقوى(تاريخ بغداد ج۴ص۱۲۳،تحت ترجمة محمد بن هارون بن عيسىٰ،ابوبكر الازدى، رقم الترجمة ۱۷۷۲)

محمد بن هارون بن عيسى أبو بكر الأزدى الرزاز :بصرى الأصل حدث عن مسلم بن إبراهيم وأبى الوليد الطيالسى ومحمد بن عبد الله الخزاعى وعبد الله بن سوار العنبرى وعلى بن عثمان اللاحقى وأحمد بن عبد الله بن يونس وجبارة بن مغلس وعيسى بن إبراهيم البركى ومحمد بن بكار العيشى والحكم بن موسى روى عنه أبو العباس بن عقدة وأبو عمر حمزة بن القاسم الهاشمى وأبو بكر الشافعى أحاديث مستقيمة(تاريخ بغداد ج۴ص۱۲۳،تحت ترجمة محمد بن هارون بن عيسىٰ،ابوبكر الازدى، رقم الترجمة ۱۷۷۲)

محمد بن هارون :عن مسلم بن إبراهيم .تكلم فيه، انتهى .وروى عن مسلم، وأبى الوليد، وعلى بن عثمان اللاحقى، وأ؛مد بن يونس، وغيرهم .وعنه ابن عقدة، وابن رميس، وحمزة بن القاسم، وأبو بكر الشافعى .قال الدارقطنى :ليس بالقوى .وقال الخطيب :أحاديثه مستقيمة .وقال أبو بكر الشافعى :حدثنا أبو بكر محمد بن هارون بن عيسى الأزدى سنة ست وسبعين ومائتين، فكأنه مات فى حدود الثمانين(لسان الميزان لابن حجر العسقلانى ،ج۷ص۵۵۷،رقم الترجمة ۷۵۱۵)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ابو حازم ہیں، ان کے ثقہ ہونے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔

ناصر الدین البانی صاحب نے محمد بن ہارون ازدی کی مندرجہ ذیل روایت کو شاہد بناتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے۔

"كان يكثر دهن رأسه ويسرح لحيته بالماء ." رواه ابن الأعرابى فى "المعجم ۱/۵۹ أنبأنا محمد (يعنى ابن هارون (أنبأنا مسلم بن إبراهيم أنبأنا مبشر بن مكسر عن أبى حازم عن سهل بن سعدمرفوعا .قلت :وهذا إسناد حسن، رجاله ثقات غير محمد بن هارون وهو ابن عيسى أبو بكر الأزدى الرزاز، ترجمه الخطيب 3/(354) وقال " :روى عنه أبو العباس بن عقدة، و ...و ...أحاديث مستقيمة وقال الدارقطنى :ليس بالقوى ." ومبشر بن مكسر، قال ابن معين :صويلح .وقال ابن أبى حاتم عن أبيه :لا بأس به. وبقية رجاله رجال الشيخين. والحديث عزاه فى "الجامع الصغير "للبيهقى فى " شعب الإيمان "عن سهل بن سعد .وقال المناوى " :وكذا الترمذى فى الشمائل ." قلت :وهو وهم، فليس هو فى "الشمائل "من حديث سهل، وإنما من حديث أنس بن مالك كما خرجته على "المشكاة 4445)") وبينت هناك أن إسناده ضعيف،فهو شاهد لا بأس به لهذا، والله أعلم(السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ۷۲۰)

جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑا سر پر رکھنے کے معمول میں کپڑے سے سر ڈھانکنے، تیل لگانے، اور کپڑے سے تیل کو جذب کرنے کے یہ تینوں مقاصد مستقلاً شامل تھے۔ [1]

ملحوظ رہے کہ بعض علماء نے ترمذی وغیرہ کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کپڑا رکھنے کی وجہ کو تیل جذب ہوجانے کی ضرورت کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ [2]

لیکن دیگر حضرات نے دوسری احادیث کے پیشِ نظر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل عادت کثرت سے سر پر رومال وغیرہ باندھنے اور اوڑھنے کی تھی، اور تیل لگانے کی عادت اس سے الگ مستقل تھی، اور سر پر رومال رکھنے کی بنیاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حیا کا غلبہ تھی۔ [3]

وہ الگ بات ہے کہ سر کے کپڑے سے تیل جذب ہوجانے کا فائدہ بھی ضمناً حاصل

---

[1] حدیث شریف میں لفظِ ''کان'' کے ساتھ پہلے ''یکثر القناع'' اور اس کے بعد حرفِ عطف کے ساتھ ''ویکثر دھن رأسہ'' فرمایا گیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ ''کان'' کا تعلق جس طرح ''کثرتِ قناع'' کے ساتھ ہے، اسی طرح ''کثرتِ دھن'' کے ساتھ بھی ہے۔

[2] وكأنه عدل عن المضمر إلى المظهر، ولم يقل :وكأنه ثوب زيات حتى يرجع إلى القناع لئلا يتوهم عود الضمير إليه -صلى الله عليه وسلم -أو إشارة إلى أن المراد بثوبه ثوبه الخاص المستعمل للدهن لا مطلق ثوبه، فتأمل ليرتفع الخلل، لكن بقى شىء وهو أن سوق الكلام وهو المبالغة فى إكثار الدهن مع التشبيه المستفاد من (كأن) يفيد أن يكون ثوبه اللابس، فإن من المعلوم أن القناع الذى يغطى به المدهون يشبه ثوب الزيات، فالأولى أن يحمل ثوبه على ثوب خاص أيضا، وهو الذى لابسه حين استعمال الدهن(مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل)

[3] قال الحافظ فى كتاب البيان معنى قوله :كأن ثوبه ثوب زيات :معناه أنه كان يدهن شعر رأسه، ويتقنع، وكأن الموضع الذى يصيب رأسه من ثوبه ثوب دهان . نحو الظهيرة(سبل الهدى والرشاد، فى سيرة خير العباد، للإمام محمد بن يوسف الصالحي الشامي، ج٧ص٢٩٣، الباب الرابع فى تقنعه صلى الله عليه وسلم)

علامہ ابنِ حجر، امام مناوی اور علامہ سیوطی رحمہم اللہ کے حوالے سے اس معنیٰ کے راجح ہونے کی عبارات آگے حواشی میں آرہی ہیں۔ بلکہ کثرتِ قناع کی مذکورہ حدیث کو متعدد محدثین نے علامہ ابنِ قیم کے کپڑے سے تقنع کے انکار اور اس تقنع کے کسی حاجت (مثلاً گرمی سے حفاظت وغیرہ) کے رد میں پیش فرمایا ہے:

وأما ما جاء فى حديث الهجرة أن النبى صلى الله عليه وسلم جاء إلى أبى بكر متقنعا بالهاجرة ، فإنما فعله النبى صلى الله عليه وسلم تلك الساعة ليختفى بذلك، ففعله للحاجة، ولم تكن عادته التقنع،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہوجاتا تھا۔ [1]

اور اگر کوئی اس مطلب سے اتفاق نہ کرے؛ تب بھی چادر؛ رومال سے سر ڈھانکنے کے دیگر دلائل موجود ہوتے ہوئے اس مسئلہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا (کمامر)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رومال وغیرہ سے جو سر مبارک کو ڈھانپتے تھے (اور وہ رومال وغیرہ دونوں طرف سے اور کبھی آگے سے بھی چہرے کے کچھ حصہ پر آجاتا تھا) اس کی وجہ محدثین کے بقول دراصل اللہ تعالیٰ سے حیاء اور غیرت کا غلبہ تھی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقد ذكر أنس عنه صلى الله عليه وسلم أنه كان يكثر القناع، وهذا إنما كان يفعله -والله أعلم -للحاجة من الحر ونحوه (زادالمعاد، ج ۱ ص ۱۳۷،فصل فی ذکر سراویله ونعله وخاتمه وغير ذلک)

ويرد عليه حديث أنس كان صلى الله عليه و سلم يكثر القناع (فتح البارى لابنِ حجر، ج ۱۰ ص ۲۷۴، كتاب اللباس، باب التقنع)

قوله لم يكن يفعل التقنع عادة بل للحاجة تعقبه الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى بأن فى حديث أنس رضى الله تعالى عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يكثر التقنع، أخرجه الترمذى فى الشمائل وتقدم وذلک(سبل الهدى والرشاد، ج۷ص ۲۹۲، فى سيرة خير العباد،الباب الرابع فى تقنعه صلى الله عليه وسلم)

وعورض بأنه قد روى الترمذى فى الشمائل وابن سعد والبيهقى عن يزيد بن أبان والخطيب عن الحسن بن دينار عن قتادة كلاهما عن أنس والبيهقى عن سهل بن سعد الساعدى -رضى الله عنهما -أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كان يكثر التقنع ولفظ الترمذى وسهل "القناع "وفى لفظ ما رأيت أدوم قناعا من رسول الله -صلى الله عليه وسلم - زاد أنس حتى كأن ثوبه ثوب زيات أو دهان ولفظ الخطيب كأن ملحفته ملحفة زيات وهذا الحديث باعتبار طرقه وشواهده حسن (غذاء الألباب شرح منظومة الآداب،للسفارينى الحنبلى ، ج ۲ ص۲۵۷، مطلب حكم لبس الطيلسان)

[1] قلت والاصل فيه ماقاله فقهائنا قديفتقر ضمنا مالا يفتقر قصداً (الاشباه ص ۹۶) (امدادالاحکام ج ۴ص ۴۲۹)

[2] (كان يكثر القناع) ت فى الشمائل هب عن أنس ح. كان يكثر القناع أى اتخاذ القناع وهو بكسر القاف أوسع من المقنعة والمراد هنا تغطية الرأس وأكثر الوجه برداء أو بغيره لنحو برد أو حر وسبب إكثاره له أنه كان قد علاه من الحياء من ربه ما لم يحصل لبشر قبله ولا بعده وما زاد عبد بالله علما إلا ازداد حياء من الله فحياء كل عبد على قدر علمه بربه فألجأه ذلک إلى ستر منبع الحياء ومحله وهو العين والوجه وهما من الرأس والحياء من عمل الروح وسلطان الروح فى الرأس ثم هو ينشر فى جميع البدن ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بسا اوقات سر پر رومال یا چادر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فأهل اليقين قد أبصروا بقلوبهم أن الله يراهم فصارت جميع الأمور لهم معاينة فهم يعبدون ربهم كأنهم يرونه وكلما شاهدوا عظمته ومنته ازدادوا حياء فأطرقوا رؤوسهم وجلا وقنعوها خجلا وأنت بعد إذ سمعت هذا التقرير انكشف لك أن من زعم أن المراد هنا بالقناع خرقة تلقى على الرأس لتقى العمامة من نحو دهن لم يدر حول الحمى بل فى البحر فوه وهو فى غاية الظمأ ت فى كتاب الشمائل النبوية هب كلاهما عن أنس ابن مالك(الشمائل الشريفة، للسيوطي، تحت رقم الحديث ٦٢،ص٣٥٤)

(كان يكثر القناع) أى اتخاذ القناع وهو بكسر القاف أوسع من المقنعة والمراد هنا تغطية الرأس وأكثر الوجه برداء أو بغيره لنحو برد أو حر وسبب إكثاره له أنه كان قد علاه من الحياء من ربه ما لم يحصل لبشر قبله ولا بعده وما ازداد عبد بالله علما إلا ازداد حياء من الله فحياء كل عبد على قدر علمه بربه فألجأه ذلك إلى ستر منبع الحياء ومحله وهو العين والوجه وهما من الرأس والحياء من عمل الروح وسلطان الروح فى الرأس ثم هو ينشر فى جميع البدن فأهل اليقين قد أبصروا بقلوبهم أن الله يراهم فصارت جميع الأمور لهم معاينة فهم يعبدون ربهم كأنهم يرونه وكلما شاهدوا عظمته ومنته ازدادوا حياء فأطرقوا رؤوسهم وجلا وقنعوها خجلا وأنت بعد إذ سمعت هذا التقرير انكشف لك أن من زعم أن المراد هنا بالقناع خرقة تلقى على الرأس لتقى العمامة من نحو دهن لم يدر حول الحمى بل فى البحر فوه وهو فى غاية الظمأ .(ت فى) كتاب (الشمائل) النبوية (هب) كلاهما (عن أنس) بن مالك.(فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ٧١٤٠)

(كان يكثر القناع) قال المؤلف :يعنى يتطيلس (ويكثر دهن رأسه ويسرح لحيته) ظاهر صنيع المصنف أن ذا هو الحديث بتمامه والأمر بخلافه بل بقيته عند مخرجه البيهقى فى الشعب بالماء هذا لفظه وكأنه سقط فى قلم المصنف وفى رواية بدل قوله ويسرح لحيته وتسريح لحيته وهو عطف على دهن ولا ينافيه ما فى أبى داود من النهى عن التسريح كل يوم لأنه لا يلزم من الإكثار التسريح كل يوم بل الإكثار قد يصدق على الشيء الذى يفعل بحسب الحاجة ذكره الولى العراقى ولم يرد أنه كان يقول عند تسريحها شيئا ذكره المؤلف قال ابن القيم :الدهن يسد مسام البدن ويمنع ما تخلل منه والدهن فى البلاد الحارة كالحجاز من آكد أسباب حفظ الصحة وإصلاح البدن وهو كالضرورى لهم -.(هب) وكذا الترمذى فى الشمائل كلاهما (عن سهل بن سعد) قال الحافظ العراقى :وسنده ضعيف.(فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ٧١٤١)

ولا يلزم منه أن يستمر فيه -صلى الله عليه وسلم -ليخل بالنظافة، بل كان يقلعه ويلبس غيره كما هو المعتاد، وإنما أخبر عنه خادمه المخصوص به المطلع على سره وهذا التجويل أتم، والله أعلم.

(رواه) : أى البغوى (فى شرح السنة) : أى مع إيراده فى المصابيح من غير تعرض لضعفه، وقد أخرجه الترمذى فى جامعه وشمائله، وكذا فى جامع الأصول، وكذا رواه ابن سعد، فلا يضر ما قاله الجزرى فى الربيع بن صبيح أحد رواة الترمذى فى الشمائل، أنه كان عابدا، ولكنه ضعيف فى الحديث، وعدوا من مناكيره قوله :كان ثوبه ثوب زيات، بناء على أنه خلاف عادته من النظافة، وقد عرفت تأويله، فارتفع وجه الإنكار، وإنما الإنكار على من قرره على المعنى الفاسد، والله أعلم(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٢٨٢٥،كتاب اللباس، باب الترجل)

اوڑھنا ثابت ہے۔

جس سے ظاہر ہوا کہ علمائے امت وصلحائے وقت کا ٹوپی کے اوپر رومال اوڑھنا یا باندھنا سنت کے خلاف نہیں، بلکہ سنت سے ثابت ہے، اور متعدد صحابۂ کرام وتابعین سے بھی کپڑے (چادر، رومال) سے سر ڈھانکنے کا ثبوت ملتا ہے۔ [1]

نیز صحابۂ کرام کا کثرت سے برانس کا استعمال ثابت ہے، اور اس رومال کی حالت برنس سے جُدا نہیں ہوتی، جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

بلکہ اگر گہرائی کے ساتھ غور کیا جائے تو ٹوپی کے اوپر علماء کا مروَّجہ رومال پہننے سے تقنع کا مقصد عمامہ سے بھی زیادہ اعلیٰ طریقہ پر حاصل ہوتا ہے۔

جبکہ بعض فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رومال عمامہ کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔

کیونکہ مروَّجہ رومال سے سر کے دائیں بائیں اور پیچھے والا حصہ اور کان وغیرہ سب چھپ جاتے ہیں، اور ساتھ ہی چہرے کے دائیں بائیں والا حصہ بھی چھپ جاتا ہے۔

اور سر ڈھانکنے میں جو اللہ تعالیٰ سے حیاء غیرت کا ذکر گزرا، اس پر بھی بہت عمدہ طریقہ پر عمل ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] المحنک فانه ثبت لبسه عن رسول الله ﷺ وغير واحد من الصحابة كابى بكر وعثمان ورآهما المصطفى واقرهما على ذلک وعمر والحسن بن على وغيرهم ، وكذا من التابعين كطاؤس وعمر بن عبدالعزيز والحسن البصرى ومسروق وابراهيم النخعى وسعيد بن المسيب ومحمد بن واسع وميمون بن مهران (الدعامة ص۱۰۷ وص۱۰۸ ،للعلامة ابوعبداللہمحمد بن جعفر بن إدريس الكتانى الحسنى الفاسى "المتوفى ۱۳۴۵ھ"مطبوعة:مطبعة الفجاء ،شارع مدحت باشا،شام، سنِ طباعت: ۱۳۴۲ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ واسلاف کے تقنع کے ثبوت کی مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو:

سبل الهدى والرشاد، فى سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله فى المبدأ والمعاد، للإمام محمد بن يوسف الصالحى الشامى، المتوفى سنة ۹۴۲ هـ، الباب الرابع فى تقنعه صلى الله عليه وسلم.

[2] اور اس طرح بعض حضرات نے جو تقنع کے معنیٰ "تغطیۃ الرأس واکثر الوجہ" بیان فرمائے ہیں، اس پر بھی عمل ہوجاتا ہے۔

اور اسی وجہ سے متعدد محدثین نے کپڑے سے سر ڈھانکنے کو ایمان والوں کا لباس قرار دیا اور نبیوں کے اخلاق میں سے فرمایا ہے۔ [1]

نیز رومال سے مذکورہ طریقہ پر سر کو اور چہرے کے بعض حصہ کو ڈھانکنے میں علماء وصوفیاء نے کئی فوائد بتلائے ہیں، اور بعض صوفیاء نے اس طریقہ کو خلوتِ صغریٰ سے تعبیر فرمایا ہے، خصوصاً جبکہ رومال کے کنارے کو چہرے کی طرف کچھ آگے کو نکال کر غیر متعلقہ چیزوں سے نظر کی حفاظت بھی ہوجائے۔ [2]

اور بعض فقہاء نے اس کے مستحب ہونے کی بھی تصریح فرمائی ہے۔

---

[1] عن ابن عمر رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال الالتفاع لبسة أهل الإيمان والتردى لبسة العرب،الإلتفاع الالتحاف بالثوب متقنعا وهو أستر وكان صلى الله عليه وسلم يكثر التقنع وذلك للحياء من الله تعالى لأن الحياء فى العين والفم وهو من عمل الروح وسلطانه فى الرأس ثم هو متفش فى جميع الجسد،وروى أن من أخلاق النبيين التقنع وهذا من آداب الأنبياء والأولياء عليهم السلام لأنهم أبصروا بقلوبهم أن الله تعالى يراهم فصارت الأمور كلها لهم معاينة يعبدونه كأن هم يرونه ففى الأعمال التى فيها حشمة يعلوهم الحياء والحياء من الإيمان فلذلك قال لبسة أهل الإيمان،قال أبو بكر رضى الله عنه إنى لأدخل الخلاء فأقنع رأسى حياء من الله تعالى والتردى لبسة العرب توارثوه فى الجاهلية من آبائها كانوا فى إزار ورداء والالتفاع ورثه بنو إسرائيل على أنبيائهم عليهم السلام لأنهم قطعوا أعمارهم بالعبادة وكانوا أصحاب لفاع(نوادر الاصول فى احاديث الرسول، للحكيم الترمذی، ج۲ ص ۳۵۱، ۳۵۲،الأصل الخامس والمائتان فى أن الالتفاع لبسة أهل الإيمان)

[2] وقد ذكر العلماء ان له فوائد كثيرة جليلة فيها صلاح الظاهر والباطن لاستحياء من الله والخوف منه اذ تغطية الرأس شأن الخائف والابق الذى لاناصره له ولامعين وكجمعه للفكر لانه يغطى كثيرا من الوجه او اكثره فيندفع عن صاحبه مفاسد كثيرة كنظر معصية وما يلجأالى نحو غيبة ويجتمع همه فيحضر قلبه مع ربه يمتلأ بشهوده وذكره وتصان جوارحه عن المخالفة ونفسه عن الشهوات ولذلك ثابر عليه العلماء العاملون والصوفية المخلصون فظهر عليهم من انواع الجلالة وانوار المهابة والاستغراق والشهود مابهر وقهر فاتضح حينئذ قول بعض الصوفية انه الخلوة الصغرى...... وقد قال فى العهود المحمدية فى عهد غض البصر مانصه وقد كان السلف الصالح رضى الله عنهم مع كمالهم وتمكنهم يجعلون على رؤوسهم الطليسان ويرخون حاشية الرداء على اعينهم حتى يكون بصرهم مكفوفا فلايرون الا مواقع الاقدام (الدعامة ص ۱۰۹،للعلامة ابوعبدالله محمد بن جعفر بن إدريس الكتانى الحسنى الفاسى "المتوفى ۱۳۴۵ھ"مطبوعة:مطبعة الفجاء ،شارع مدحت باشا،شام، سنِ طباعت: ۱۳۴۲ھ)

چنانچہ علامہ محمد بن جعفر کتانی حسنی فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَلرِّدَاءُ مُرَبَّعٌ يُجْعَلُ عَلَى الرَّأْسِ فَوْقَ نَحْوِ عَمَامَةٍ اَیْ كَالْقَلَنْسُوَةِ ، وَيُغَطّٰى بِهٖ اَكْثَرُ الْوَجْهِ ثُمَّ يُدَارُ طَرَفُهٗ وَالْاَوْلٰى الْيُمِيْنُ كَمَا هُوَ الْمَعْهُوْدُ فِيْهِ مِنْ تَحْتَ الْحِنَكِ، اِلٰى اَنْ يُّحِيطَ بِالرَّقَبَةِ جَمِيْعَهَا، ثُمَّ يُلْقٰى طَرَفَاهُ عَلَى الْكَتِفَيْنِ، يَعْنِىْ وَيُرْخِيَانِ اِلٰى جَانِبِ الصَّدْرِ وَهُوَ مَنْدُوْبٌ بِاِتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ كَمَا قَالَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ وَغَيْرِهِمَا بَلْ يَتَاَكَّدُ لِلصَّلَاةِ وَحُضُوْرِ الْجُمُعَةِ وَالْمَسْجِدِ وَمَجَامِعِ النَّاسِ وَقَدْ وَرَدَتْ اَحَادِيْثُ صِحَاحٌ وَغَيْرُهَا وَآثَارٌ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالسَّلْفِ الصَّالِحِ ، فَمَنْ بَعْدَهُمْ بِفِعْلِهٖ وَطَلَبِهٖ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ وَالْاِشَارَةِ اِلٰى بَعْضِ فَوَائِدِهٖ (الدعامة) [1]

ترجمہ: ایک چادر/ رومال وہ ہے جو چورس ہوتا ہے، اور اسے سر کے اوپر عمامہ کی طرح جس طرح کہ ٹوپی؛ اوڑھ لیا جاتا ہے، جس سے چہرے کا بیشتر حصہ (دائیں بائیں جہت سے) ڈھک جاتا ہے۔

پھر اس کی ایک طرف کو ''جس میں بہتر دائیں طرف ہے، جیسا کہ رائج ہے'' ٹھوڑی کے نیچے سے لایا جاتا ہے، جس سے پوری گردن کا احاطہ ہوجاتا ہے، پھر اس کی دونوں طرف کو مونڈھوں پر سینے کی طرف ڈال دیا جاتا ہے، اور اس کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

جیسا کہ شوافع، حنابلہ اور ان کے علاوہ کئی ائمہ نے فرمایا، بلکہ نماز کے لئے اور جمعہ و مسجد اور لوگوں کے مجمع میں حاضری کے وقت اس کی زیادہ تاکید ہے، اور اس کے عمل اور طلب اور اس کی ترغیب اور اس کے بعض فوائد کی طرف اشارے پر صحیح

---

[1] ص۱۰۷، مطبوعۃ: مطبعۃ الفجاء، شارع مدحت باشا، شام، سنِ طباعت: ۱۳۴۲ھ۔

احادیث اور صحابہ اور سلفِ صالحین اور ان کے بعد کے آثار موجود ہیں (دعامہ)

فائدہ: مذکورہ عبارت سے صاف طور پر علماء وصلحاء کے مروجہ رومال کے اوڑھنے کا مستحب ہونا معلوم ہوا۔ [1]

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ ٹوپی کے اوپر علماء وصلحاء اور نیک لوگوں کا مروَّجہ رومال اوڑھنا سنت کی اصل سے ثابت بلکہ سنت کے مطابق ہے، اور اس کو خلافِ سنت کہنا درست نہیں، بلکہ اس کو کم از کم مستحسن ومستحب درجہ حاصل ہے۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم، وعلمہٗ اتم واحکم

---

[1] اور مذکورہ طریقہ پر رومال اوڑھنے میں تحنیک کی سنت پر بھی عمل ہو جاتا ہے، اور اسی وجہ سے ٹوپی کے اوپر اس طرح کپڑے سے سر کا تقنع اختیار کرنے کو بعض حضرات نے تقنع کا اکمل طریقہ قرار دیا، اور اس کو عمامہ کے قائم مقام فرمایا ہے۔

وهو ثوب طويل عريض قريب من طول وعرض الرداء مربع يجعل على الرأس فوق نحو العمامة، ويغطى به أكثر الوجه كما قاله جمع محققون، وهو لبيان الأكمل فيه ثم يدار طرفه الأيمن من تحت الحنك إلى أن يحيط بالرقبة جميعها ثم يلقى طرفه على المنكبين، وتمامه فى حاشية الخير الرملى عن شرح المنهاج لابن حجر (رد المحتار، ج۳ص ۷۹۹، كتاب الايمان، باب اليمين فى الأكل والشرب واللبس والكلام)

فقلت هو قسمان محنك وهو ثوب طويل عريض قريب من طول وعرض الرداء على ما مر مربع يجعل على الرأس فوق نحو عمامة ويغطى به أكثر الوجه كما قاله جمع محققون وظاهر أنه لبيان الأكمل فيه ويحذر من تغطيته الفم فى الصلاة، فإنه مكروه ثم يدار طرفه والأولى اليمين كما هو المعهود فيه من تحت الحنك إلى أن يحيط بالرقبة جميعها ثم يلقى طرفاه على الكتفين وهذا أحسن ما يقال فى تعريفه لا ما قيل فيه مما بعضه غير جامع وبعضه غير مانع، وبينت فى الأصل كيفيتين أخريين يقاربان هذه وقد يلحقان بها فى تحصيل أصل السنة ويطلق مجازا على الرداء الذى هو حقيقة مختص بما يجعل على الكتفين(تحفة المحتاج فى شرح المنهاجِ، ج۳ص۳۷، كتاب الصلاة، فصل فى اللباس فى الصلاة)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(باب نمبر۳)

کیا عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا خلافِ سنت اور مکروہ ہے؟

گزشتہ بحث سے اس بات کا جواب بھی ہوگیا کہ صرف ٹوپی پہننا اور ٹوپی کے اوپر رومال یا چادر اوڑھنا، اور عمامہ پہننا، یہ سب چیزیں سنت اور سلف سے ماخوذ ہیں، اور ان میں سے کوئی طریقہ بھی بدعت وناجائز یا خلافِ سنت کہلائے جانے کا مستحق نہیں، وہ الگ بات ہے کہ ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھنا یا رومال اوڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

اگرچہ اصل مسئلہ تو گزشتہ احادیث وروایات سے ہی صاف ہوگیا، لیکن بعض حضرات عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کو خلافِ سنت اور یہاں تک کہ مشرکوں کا عمل قرار دیتے ہیں، اور وہ ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عماموں کو ٹوپیوں کے اوپر پہننے کو مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان فرق بتلایا ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

إِنَّ فَرْقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ.

هَـٰذَا حَـدِيـثٌ غَـرِيـبٌ وَإِسْـنَـادُهُ لَيْسَ بِالْقَائِمِ وَلَا نَعْرِفُ أَبَا الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيَّ وَلَا ابْنَ رُكَانَةَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: بلاشبہ ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق عماموں کا ٹوپیوں پر پہننا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، اور اس کی سند قائم (ومضبوط) نہیں ہے، اور ہم ابوحسن عسقلانی اور ابنِ رکانہ دونوں راویوں سے

---

[1] رقم الحدیث ۱۷۸۴، ابواب اللباس، باب العمائم علی القلانس، کذا فی ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۰۷۸، کتاب اللباس، باب فی العمائم.

واقف نہیں ہیں (ترمذی)

حالانکہ اولاً تو مذکورہ حدیث کی سند کا حال خود امام ترمذی رحمہ اللہ کی زبانی معلوم ہو چکا ہے، کہ ان کے بقول اس حدیث کی سند قائم ومضبوط نہیں ہے۔ [۱]

اور اگر اس حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا مطلب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فرق ٹوپی اور عمامہ پہننے کا اور مسلمانوں کو عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کی ممانعت بتلانا نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ مشرکین ٹوپیوں کے بغیر عمامہ پہنتے ہیں، پس

---

[۱] وذكر من طريق أبي داود ، عن ركانة بن عبد يزيد ، قال :سمعت النبي -صلى الله عليه وسلم -يقول " :فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس . "
ثم قال :إسناده مجهول ، لا يعرف لبعضهم سماع من بعض .انتهى ما ذكر .
هـذا الـكلام الـذى ذكـر ، هو كلام البخارى ، إلا أنه من البخارى على أصله ، وليس من أبى محمد على أصله فيما لا يحصى من الأحاديث .
وذلك أن البـخـارى وعـلـى بـن الـمـديـنـى ، يـريـان رأيـا قد تولى رده عليهما مسلم ، وهو " :أن الـمتعاصرين لا يحمل معنعن أحدهما عن الآخر على الاتصال ، ما لم يثبت أنهما التقيا "وخالفهما الجمهور فى ذلك .
وعندى أن الصواب ما قالاه وليس هذا موضع بيانه ، ولنوم إليه ، وذلك أن الأصل فى أخبار الآحاد الـرد لـمـا هي عليه من احتمال الخطأ والكذب ، وغير ذلك من أحوالها لولا ما قام من الحجة على إلزام العمل بها ، التى هى الإجماع ، أو / التواتر عن الشرع بإلزام ذلك .
ولا يتـحـقـق الإجـمـاع إلا فـيـمـا إذا كـانـا قـد التقيا ولو مرة من دهرهما ، ولم يكن المعنعن معروفا بـالتـدليس ، وكان ثقة ، ومتى اختل من هذه واحد ، فالخلاف قائم ، فلا يكن حجة ، وكذلك حجة التواتر إنما تتحقق فيما لا يشك فى الالتقاء .
وليس بسط هذا من غرضنا ، فلنرجع إلى رأى الجمهور ملتزم أبى محمد :فنقول له :
البـخـارى إذا قـال ذلك فـى هـؤلاء فـعلى أصله ، وأما أنت إذا قلته فقد تركت أصلك ، إذ الزمان محتمل للقاء .
وإنما علة هذا الخبر أنه من رواية أبى الحسن العسقلانى ، عن أبى جعفر (بن) محمد بن ركانة ، عن أبيه ، أن ركانة ، فذكره .
وما من هؤلاء من تعرف له حال .
ولـمـا ذكـر الترمذى هذا الخبر قال فيه " :غـريـب ، إسـنـاده لـيـس بالقائم ، ولا نعرف أبا الحسن العسقلانى ، ولا ابن ركانة . "
والأمـر فـى هـذا كـمـا قـال التـرمـذى ، فاعلمه(بيان الوهم والايهام فى كتاب الاحكام لابن القطان الفاسى تحت حديث رقم ۱۰۳۵ ، ج۳ص ۲۸۶تا۲۸۸)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسلمانوں کو ٹوپیوں کے اوپر عمامہ پہننے کی تعلیم دے کر ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا۔ [۱]

چنانچہ بذل المجہود شرح ابی داؤد میں ہے کہ:

وَمُرَادُ الْحَدِيْثِ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا يُعَمِّمُوْنَ عَلٰى رُؤُوْسِهِمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنَ تَحْتَ الْعَمَامَةِ قَلَنْسُوَةٌ وَنَحْنُ نُعَمِّمُ عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ

(بذل المجهود) [۲]

---

[۱] علمی اعتبار سے بھی غور کیا جائے تو مذکورہ حدیث کے یہی معنیٰ ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ مذکورہ حدیث میں ''علی القلانس'' ظرف مستقر ہو کر ''العمائم'' کے لئے حال ہے، اور حال؛ ذوالحال کے لئے قید ہوا کرتا ہے، اور کلام میں حکم کا مدار قید پر ہوا کرتا ہے، اس لئے اس حدیث میں مقصود ''عمائم'' کے نیچے ''قلانس'' کے وجود کو ثابت کرنا ہے۔

حاصل یہ کہ مبتدا یعنی ''العمائم'' کے متعلق حکم لگایا جا رہا ہے، کہ وہ ٹوپی پر باندھنا چاہئے، اس سے بحث ہی نہیں کہ جب ٹوپی پہنی ہو تو آیا اس پر عمامہ ہو یا نہ ہو اور اگر مقصود عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کو بیان کرنا ہوتا، تو عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی ''القلانس تحت العمائم'' (کہ قلانس عمائم کے نیچے پہننے چاہئیں، ویسے نہیں) اور تاریخی حوالوں سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مشرکین اس زمانے میں ٹوپیاں نہیں پہنتے تھے، البتہ عمامہ بغیر ٹوپیوں کے پہنا کرتے تھے۔

والعمامة من لباس الرأس عند الجاهليين (المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام، ج ۱۴ ص ۳۰۴، الفصل الرابع عشر بعد المئة :الحرف، للدكتور جواد علي)

وجعلوا العمامة شعاراً للعرب ورمزاً لهم، إذا زال زالت عروبتهم (ايضاً ج ۹ ص ۵۲، الفصل الخمسون :البيوت)

رہا بعض اہلِ علم حضرات کا اس حدیث سے صرف ٹوپی پہننے کو مشرکوں کا طریقہ قرار دینا تو گزشتہ احادیث و روایات کے پیشِ نظر اس ایک ضعیف حدیث سے ایسے معنیٰ نکالنا جو خود اس حدیث کے متبادر معنیٰ کے بھی خلاف ہیں، مرجوح استدلال معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عمامہ و ٹوپی کے استعمال کے لحاظ سے تین صورتیں بنتی ہیں:

(۱) صرف عمامہ و پگڑی باندھی جائے (۲) نیچے ٹوپی اس پر عمامہ و پگڑی باندھی جائے (۳) صرف ٹوپی سر پر رکھی جائے بغیر عمامہ و پگڑی کے۔

پہلی صورت اس حدیث کی رُو سے مکروہ، دوسری صورت مطلوب، اور تیسری صورت مسکوت عنہ ہے (جبکہ دوسرے دلائل سے یہ تیسری صورت بھی ثابت ہے، کما مر مفصلاً)

وإن صح الحديث فإنه يفيد أن المشركين يلبسون العمائم دون أن تكون تحتها قلانس، وأن المسلمين مأمورون بمخالفتهم فيكون لبس العمامة على القلنسوة من السنة، والله أعلم (حاشية اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم لابن تيمية، ج ۱ ص ۲۸۰، فصل فی ذکر الأدلة علی الأمر بمخالفة الكفار عموما وفی أعيادهم خصوصا، التشبه مفهومه ومقتضاه)

[۲] فی حل ابی داوٗد، جلد۶ صفحہ ۵۲، کتاب اللباس، فی العمائم.

ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین اپنے سروں پر اس طرح عمامہ باندھتے ہیں کہ وہ عمامہ کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے، اور ہم عمامہ ٹوپی کے اوپر پہنتے ہیں (بذل المجہود)

اور علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَیِ الْفَارِقُ بَیْنَنَا اَنْ نَعْتَمَّ عَلَی الْقَلَانِسِ وَھُمْ یَکْتَفُوْنَ بِالْعَمَائِمِ (شرح الطیبی ج۸ص ۲۱۲)

ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں، اور وہ صرف عماموں پر اکتفاء کرتے ہیں (شرح طیبی)

پس بعض حضرات نے جو اس حدیث کا مطلب عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا مشرکوں کا اور ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا مسلمانوں کا طریقہ بتلایا ہے۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وسلف کے طرزِ عمل سے اس مطلب کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور فقہاء ومحدثین بغیر عمامہ کے ٹوپیاں پہننے پر اکتفاء نہ کرتے، واذ لا فلا (وقدبیناہ سابقاً مفصلاً)

اور یہ سب بحث اس حدیث کو تسلیم کر لینے کے بعد ہے، ورنہ اس حدیث کی سند پر ہی کلام ہے، اور اس کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا بھی بکثرت ثابت ہے، جیسا کہ پہلے مفصلاً گزر چکا۔

اور بعض اوقات بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی پہننے کو بہت سے اہلِ علم حضرات نے تسلیم کیا ہے۔

(۱)...... چنانچہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَیَلْبَسُ تَحْتَھَا الْقَلَنْسُوَۃَ، وَکَانَ یَلْبَسُ الْقَلَنْسُوَۃَ بِغَیْرِ عِمَامَۃٍ وَیَلْبَسُ الْعِمَامَۃَ بِغَیْرِ قَلَنْسُوَۃٍ (زاد المعاد) [1]

---

[1] ج ۱ ص ۱۳۰، فصل فی ملابسہ صلی اللہ علیہ وسلم، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے، اور ٹوپی بغیر عمامہ کے بھی پہنتے تھے، اور عمامہ بغیر ٹوپی کے بھی پہن لیا کرتے تھے (زادالمعاد)

(۲)......اور امام ابنِ ابی شیبہ، حضرت وکیع سے اور وہ سلمہ بن وردان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رَأَیْتُ عَلٰی أَنَسٍ عِمَامَةً سَوْدَاءَ عَلٰی غَیْرِ قَلَنْسُوَةٍ، وَقَدْ أَرْخَاهَا مِنْ خَلْفِهٖ نَحْوًا مِنْ ذِرَاعٍ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت انس کو کالا عمامہ بغیر ٹوپی کے پہنے ہوئے دیکھا، اور اس کا شملہ انہوں نے پیچھے سے تقریباً ایک ہاتھ کے برابر لٹکایا ہوا تھا (ابن ابی شیبہ)

جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے خادم رہ چکے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب سے اور لمبی صحبت اُٹھانے والوں میں سے ہیں، ور آپ کا بغیر عمامہ کے ٹوپی کثرت سے پہننا اور ٹوپی میں ہی جمعہ وغیرہ کی نماز پڑھنا بھی پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس لیے اس حدیث کی صحت مختلف جہات سے مشکوک محسوس ہوتی ہے، اور بر سبیلِ تسلیم بھی مذکورہ مطلب کے مطابق اس ممانعت کو مکروہِ تنزیہی پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ اعلم بحقیقة الحال .

(۳)......اور علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْقَلَنْسُوَةِ اللَّاطِئَةِ بِالرَّأْسِ وَالْمُرْتَفِعَةِ الْمُضْرِبَةِ وَغَیْرِهَا تَحْتَ الْعِمَامَةِ وَبِلَا عِمَامَةٍ ؛ لِأَنَّ کُلَّ ذٰلِکَ جَاءَ عَنْهُ صَلَّى

---

[1] رقم الحديث ۲۵۴۵۵، كتاب اللباس والزينة، في العمائم السود.
"رأيت على أنس عمامة سوداء على غير قلنسوة ، وقد أرخاها خلفه نحواً من ذراع . "وهذا أقرب وأشبه ، وسنده حسن(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء في الأمة ، تحت رقم الحديث ۴۲۶۷)

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَبِقَوْلِ الرَّاوِيْ وَبِلَا عِمَامَةٍ قَدْ يَتَأَيَّدُ بَعْضُ مَا اعْتَادَهُ بَعْضُ أَهْلِ النَّوَاحِي مِنْ تَرْكِ الْعِمَامَةِ مِنْ أَصْلِهَا وَتَمَيُّزِ عُلَمَائِهِمْ بِطَيْلَسَانٍ عَلَى قَلَنْسُوَةٍ بَيْضَاءَ لَاصِقَةٍ بِالرَّأْسِ ، لٰكِنْ بِتَسْلِيمِ ذٰلِكَ الْأَفْضَلُ مَا عَلَيْهِ مَا عَدَا هَؤُلَاءِ مِنَ النَّاسِ مِنْ لُبْسِ الْعِمَامَةِ بِعَذَبَتِهَا وَرِعَايَةِ قَدْرِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا السَّابِقَيْنِ (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج) [1]

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی حرج سر کے ساتھ چپکی ہوئی ٹوپی پہننے میں اور سر سے اٹھی ہوئی ٹوپی پہننے میں، اور یہ ٹوپی عمامہ کے نیچے اور عمامہ کے بغیر دونوں طرح پہننے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، اور راوی کے اس قول سے کہ بغیر عمامہ کے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی بھی پہنا کرتے تھے) بعض علاقہ کے ان حضرات کی تائید ہوتی ہے جن کی عادت سر سے عمامہ ترک کرنے کی، اور ان کے علماء کی سر کے ساتھ سفید چپکی ہوئی ٹوپی پر چادر (رومال) کے ساتھ امتیاز حاصل کرنے کی ہے، لیکن اس کے باوجود افضل وہی طریقہ ہے جو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا ہے، کہ وہ شملہ کے ساتھ عمامہ پہنتے ہیں، اور عمامہ کی گزشتہ مقدار اور کیفیت کی بھی رعایت کرتے ہیں (تحفۃ المحتاج)

فائدہ: امام مالک رحمہ اللہ کا ٹوپی کو نمازیوں کا لباس فرمانے اور ٹوپی کو مستحسن و پسندیدہ فرمانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، معلوم ہوا کہ عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے میں بھی حرج نہیں، اور اگر چہ ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا افضل ہے، لیکن اگر رومال پہنا جائے تو کیونکہ وہ بھی متعدد احادیث کے مطابق ہے، اور صرف راوی کی تائید پر موقوف نہیں (جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقنع اور قناع کی احادیث مع فوائد کے پہلے ذکر کی جا چکی ہیں)

---

[1] ج۳ص ۳۶، کتاب الصلاۃ، فصل فی اللباس فی الصلاۃ ، حواشی الشروانی علی تحفۃ المحتاج بشرح المنهاج، لعبد الحمید الشروانی، ج۳ص ۳۶، فصل فی اللباس.

لہٰذا اس کے افضل ہونے میں بھی شبہ نہیں۔

اور بڑے بڑے اکابر علماء وصلحاء اور صوفیائے کرام واولیائے عظام کا اس طریقہ کو اختیار و پسند کرنا اور قرناً بعد قرنٍ اس پر متواتر عمل کا چلتے آنا اس بات کا مقتضی ہے، کہ اس کی اصل سنت سے ہی ماخوذ ہے۔

(۴)......علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَایُکْرَہُ الْاِکْتِفَاءُ بِالْقَلَنْسُوَۃِ ،وَلَاعِبْرَۃَ لِمَا اشْتَھَرَ بَیْنَ الْعَوَامِ مِنْ کَرَاھَۃِ ذٰلِکَ ، وَکَذَا مَااشْتَھَرَ اَنَّ الْمُؤْتَمَّ لَوْکَانَ مُتَعَمِّمًا بِعَمَامَۃٍ وَالْاِمَامُ مُکْتَفِیًا عَلٰی قَلَنْسُوَۃٍ یُکْرَہُ (عمدة الرعاية على شرح الوقاية) [1]

ترجمہ: اور ٹوپی پر اکتفاء کرنا مکروہ نہیں ہے، اور عوام میں جو عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے مکروہ ہونے کی بات مشہور ہے، وہ نا قابلِ اعتبار ہے، اور اسی طرح جو عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ مقتدی اگر عمامہ باندھے ہوئے ہو اور امام ٹوپی پر اکتفاء کئے ہوئے ہو، تو مکروہ ہے، یہ بھی نا قابلِ اعتبار بات ہے (عمدۃ الرعایہ)

(۵)......اور ایک مقام پر علامہ لکھنوی فرماتے ہیں کہ:

وَقَدْ اِشْتَھَرَ بَیْنَ الْعَوَامِ اَنَّ الْاِمَامَ اِنْ کَانَ غَیْرَ مُتَعَمِّمٍ وَالْمُقْتَدُّوْنَ مُتَعَمِّمِیْنَ فَصَلَاتُھُمْ مَکْرُوْھَۃٌ وَھٰذَا اَیْضًا زُخْرُفٌ مِنَ الْقَوْلِ لَادَلِیْلَ عَلَیْہِ (نفع المفتي والسائل مع معين المفتي والسائل ص ۲۵۴)

ترجمہ: یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ اگر امام بلا عمامہ کے ہو اور مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، تو ان کی نماز مکروہ ہوگی، یہ بات بھی من گھڑت باتوں میں سے ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں (نفع المفتی)

فائدہ: علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ عمامہ کے بغیر تنہا ٹوپی پہننا

---

[1] ج ا ص ۱۹۸، الناشر: مكتبه حقانية، ملتان، باكستان)

مکروہ نہیں، خواہ نماز کی حالت میں ہو، یا غیر نماز کی حالت میں، اور خواہ امام ہو یا مقتدی۔
اور عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہو، اور امام عمامہ باندھے ہوئے نہ ہو، تو نماز مکروہ ہوتی ہے، تو یہ شرعی اعتبار سے بے اصل اور خودساختہ بات ہے۔

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننا اور ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننا اور ٹوپی کے اوپر رومال اوڑھنا سب سنت کے مطابق ہے، اور کوئی طریقہ بھی سنت کے خلاف نہیں، اور ان سب سے اسلامی طریقہ پر اور سنت کے مطابق سر ڈھانکنے کا مقصود حاصل ہوجاتا ہے، کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔

لہٰذا بغیر عمامہ کے ٹوپی پہننے یا اس حالت میں نماز پڑھنے کو مکروہ ومعیوب خیال کرنا درست نہیں، اور اس سلسلہ میں جو عوام یا بعض اہلِ علم حضرات میں افراط وتفریط اور مختلف قسم کی بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں، وہ قابلِ اصلاح ہیں۔

اللہ تعالیٰ فہمِ صحیح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(باب نمبر۴)

ننگے سَر رہنا انسانی حیاء وشرافت کے خلاف ومکروہ

گزشتہ تفصیل سے اس بات کا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ ٹوپی پہننا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور صحابۂ کرام واولیائے عظام کا طریقہ ہے، اورانہوں نے ہمیشہ سرڈھانکنے اورٹوپی پہننے کا اہتمام کیا ہے، اور بلاعذر ننگے سر رہنے کی عادت نہیں اپنائی، تو اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ننگے سر پھرنے اور رہنے سہنے کی عادت اسلامی بلکہ انسانی حیاء وشرافت کے بھی خلاف ہے، اورانسانی حیاء کا منبع سر ہے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے سرڈھانک کر رکھتے تھے، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اور ننگے سر رہنے کی عادت کے حیاء وغیرت اورانسانی شرافت اور وقار کے خلاف ہونے ہی کی وجہ سے متعدد فقہائے کرام نے ایسے شخص کی گواہی کو مخدوش قرار دیا ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ حیاء کا انسانیت سے تو اپنی جگہ تعلق قائم ہے ہی، لیکن اسلام نے خصوصیت کے ساتھ حیا کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، اوراس کا ایمان کے ساتھ مضبوط رشتہ قائم کیا ہے۔

(۱)...... چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ (بخاری) [1]

ترجمہ: حیاء (وغیرت) ایمان سے ہے (بخاری)

(۲)......اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] رقم الحديث ۲۴، كتاب الايمان، باب الحياء من الايمان، مسلم، رقم الحديث ۳۶" ۵۹"، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها وفضيلة الحياء و كونه من الإيمان.

کہ:

وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ (بخاری) [1]

ترجمہ: اور حیاء (وغیرت) ایمان کا اہم شعبہ ہے (بخاری)

(۳)......اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ (ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء (وغیرت) ایمان سے ہے، اور ایمان جنت میں لے جانے والا ہے (ترمذی)

(۴)......حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ (بخاری) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء صرف خیر (اور بھلائی) ہی کو لاتی ہے (شر کو نہیں لاتی) (بخاری)

(۵)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ قَالَ أَوْ قَالَ اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ (مسلم) [4]

---

[1] رقم الحديث ۹، كتاب الايمان، باب امور الايمان، مسلم، رقم الحديث ۳۵ "۵۷".

[2] رقم الحديث ۲۰۰۹، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فى الحياء، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۶۰۹، مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۵۱۲

قال الترمذى: وفى الباب عن ابن عمر، وأبى بكرة، وأبى أمامة، وعمران بن حصين هذا حديث حسن صحيح.

و فى حاشية ابن حبان: "إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله رجال الشيخين غير سليمان بن داود، فمن رجال مسلم

و فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن.

[3] رقم الحديث ۶۱۱۷، كتاب الادب، باب الحياء.

[4] رقم الحديث ۳۷ "۶۰" كتاب الايمان، باب شعب الايمان، مسند أحمد، رقم الحديث ۱۹۹۱۴.

ترجمہ: حیاء (وغیرت) خیر ہے پوری کی پوری یا یہ فرمایا کہ حیاء (وغیرت) پوری کی پوری خیر ہے (مسلم)

(۶)......اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا، وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ (ابن ماجه، رقم الحديث ۴۱۸۱، كتاب الزهد، باب الحياء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دین کی ایک مخصوص خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی (خصوصی) خصلت حیاء ہے (ابن ماجہ)

(۷)......اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَلَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اور حیاء (وغیرت) جس چیز میں بھی آتی ہے، اسے مزین (وخوبصورت) بنادیتی ہے (مسند احمد)

ٹوپی اور عمامہ پہننا بھی حیاء کے ساتھ زینت کی چیز ہے۔

(۸)......حضرت ابو مسعود عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک لوگوں نے نبوت کے کلام میں سے جو چیزیں حاصل کیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کو حیاء (وغیرت)

---

[1] رقم الحديث ۱۲۶۹۸۹، ابن ماجه، رقم الحديث ۴۱۸۵، ترمذی، رقم احديث ۱۹۷۴.
قال الترمذی بعد نقل هذا الحديث: وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ (حواله بالا)
وفی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

[2] رقم الحديث ۳۴۸۴، كتاب احاديث الانبياء، باب حديث الغار.

نہ رہے تو جو چاہیں کریں (بخاری)

(۹)......اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ آخِرَ مَا تَعَلَّقَ بِهٖ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۱۰۷)[1]

ترجمہ: بے شک جاہلیت کے لوگوں نے نبوت کے کلام میں سے جس چیز سے آخر تک تعلق رکھا، وہ یہ ہے کہ جب آپ کو حیاء (وغیرت) نہ رہے تو جو چاہیں کریں (مسند احمد)

یعنی جاہلیت کے زمانہ میں بھی لوگ نبوت کے اس کلام سے واقف تھے۔

(۱۰)...... اور ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ سے حیاء کا حق بتلاتے ہوئے سر کی حفاظت کا خصوصیت کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّأْسَ وَمَا حَوٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا وَعٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اِسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ (مسند احمد)[2]

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ سے اتنی حیاء کرنا چاہتا ہے، جتنا کہ حیاء کا حق ہے، تو وہ اپنے سر اور اس کے متعلقہ اعضاء کی اور پیٹ اور اس کے متعلقہ اعضاء کی حفاظت کرے، اور موت اور فناء ہونے کو یاد کرے، اور جو شخص آخرت کو چاہتا ہے تو دنیا

---

[1] فی حاشیۃ مسند احمد: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین.

[2] رقم الحدیث ۳۶۷۱، واللفظ لہٗ، ترمذی، رقم الحدیث ۲۴۵۸، مسند ابویعلیٰ الموصلی رقم الحدیث ۵۰۴۷، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۷۹۱۵.

کی زینت کو چھوڑ دے، پس جس نے یہ کام کرلیا تو اس نے اللہ عزوجل سے حیاء کرنے کا حق ادا کردیا (مسند احمد)

یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے، جن میں مرفوع، متصل اور مرسل سندیں شامل ہیں۔ [1]

[1] چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی مرفوع حدیث کو امام احمد، ترمذی اور امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، اور امام طبرانی نے معجم کبیر اور معجم صغیر میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے، جس کے راوی مختلف ہیں، اور اس میں صباح بن محمد راوی نہیں ہیں، جن پر امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے کلام کیا ہے۔

نیز امام خرائطی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے اور امام طبرانی اور ابونعیم اصبہانی نے حضرت حکم بن عمیر کی سند سے اور ابونعیم اور ابنِ مبارک نے بھی مرسلاً روایت کیا ہے، اور حضرت ذوالنون سے بھی یہ مضمون مروی ہے۔

حدثنا السری بن سهل الجنديسابوری، ثنا عبد الله بن رشيد، ثنا مجاعة بن الزبير، عن قتادة، عن عقبة بن عبد الغافر، عن أبی عبيدة، عن ابن مسعود قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : استحوا من الله حق الحياء ، قالوا :يا رسول الله، إنا لنستحيي والحمد لله، قال :ليس ذلک، ولكن من استحيي من الله حق الحياء فليحفظ الرأس وما حوى، والبطن وما وعى، وليذكر الموت والبلى، ومن أراد الآخرة ترک زينة الدنيا، فمن فعل ذلک فقد استحيي من الله حق الحياء (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۰۲۹۰، المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث ۴۹۴، حلية الاولياء، ج۴، ص۲۰۹)

عن عائشة، قالت :بينما النبی صلى الله عليه وسلم على المنبر والناس حوله، وأنا فی حجرتی سمعته يقول " :أيها الناس، استحوا من الله حق الحياء حتى ردد ذلک مرارا، فقال رجل :إنا لنستحيی من الله يا رسول الله فقال :من كان يستحيی منكم من الله فليحفظ الرأس وما حوى، والبطن وما وعى، وليذكر القبور والبلى فما زال يردد ذلک عليهم حتى سمعتهم يبكون حول المنبر (مكارم الاخلاق للخرائطی، رقم الحديث ۳۱۳)

عن الحكم بن عمير، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :استحيوا من الله حق الحياء ، احفظوا الرأس وما حوى، والبطن وما وعى، واذكروا الموت والبلى، فمن فعل ذلک كان ثوابه جنة المأوى (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۳۱۹۲، حلية الاولياء، ج۱، ص۳۵۸)

حدثنا عبد الرحمن بن العباس ,ثنا إبراهيم الحربی ,ثنا محمد بن مقاتل، ثنا ابن المبارک، أخبرنا مالک بن مغول ,قال :سمعت أبا ربيعة ,يحدث عن الحسن ,قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :كلكم يحب أن يدخل الجنة قالوا :نعم جعلنا الله فداک قال :فاقصروا من الأمل وتبينوا حالكم من أنصاركم واستحيوا من الله حق الحياء قلنا :كلنا نستحی من الله ,قال :الحياء من الله أن لا تنسوا المقابر والبلى ,ولا تنسوا الجوف وما وعى ولا الرأس وما حوى ,ومن يشتهی كرامة الآخرة يدع زينة الدنيا، وهنالک يكون قد استحيا من الله وأصاب ولاية الله غريب بهذا اللفظ لا أعلمه روى عن مالک بن مغول ,عن أبی ربيعة غير عبد الله بن المبارک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض سندوں سے تو یہ مضمون کمزور ہوسکتا ہے، لیکن تمام سندوں کو ملا کر حسن درجے سے کم نہیں ہے۔ [1]

اس حدیث سے سر کے ساتھ حیاء کا خصوصی تعلق معلوم ہوا، جس کی حفاظت کا ایک طریقہ اسلام نے اس کو (عمامہ، ٹوپی وغیرہ کے کپڑے سے) ڈھانکنے کی صورت میں تجویز کیا ہے۔

(۱۱)...... تلبیس ابلیس کتاب میں ہے کہ:

وَلَا يَخْفٰى عَلٰى عَاقِلٍ أَنَّ كَشْفَ الرَّأْسِ مُسْتَقْبَحٌ وَفِيْهِ إِسْقَاطُ مُرُوْءَةٍ وَتَرْكُ أَدَبٍ وَإِنَّمَا يَقَعُ فِي الْمَنَاسِكِ تَعَبُّدًا لِلّٰهِ وَذُلًّا لَهُ (تلبیس ابلیس) [2]

ترجمہ: اور عقل مند آدمی پر یہ بات مخفی نہیں کہ سر ننگا رکھنا بُری عادت ہے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وروى بعض هذا اللفظ مسندا متصلا من حديث عبد الله بن مسعود (حلية الاولياء، ج۸، ص۱۸۵، الزهد والرقائق لابن المبارك، رقم الحديث ۳۱۷)

سمعت أبا عثمان، يقول :سمعت ذا النون يقول :ثلاثة من أعلام الحياء :وزن الكلام قبل التفوه به، ومجانبة ما يحتاج إلى الاعتذار منه، وترك إجابة السفيه حلما عنه، قال ذو النون :فأما الحياء من الله عز وجل فهو ما قال الرسول صلى الله عليه وسلم " :أن لا تنسى المقابر والبلى، وأن تحفظ الرأس وما حوى، والبطن وما وعى، وأن تترك زينة الحياة الدنيا (شعب الايمان، رقم الحديث ۷۳۳۵)

[1] چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے، اور امام حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے، اور ناصر الدین البانی نے حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

قال الترمذي:هذا حديث غريب إنما نعرفه من هذا الوجه من حديث أبان بن إسحاق عن الصباح بن محمد.

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه(حواله بالا)

وقال الذهبي: في التلخيص :صحيح(حواله بالا)

وقال الالباني: حسن لغيره(صحيح الترغيب والترهيب، وسنن الترمذي)

والحاصل أن سنده ضعيف، ويؤيده ما روى عن عائشة مرفوعا بنحوه عند الطبراني في الأوسط (مرعاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب تمني الموت وذكره، الفصل الثاني)

[2] ص ۲۳۲،الباب العاشر :في ذكر تلبيسه على الصوفية من جملة الزهاد، ذكر تلبيس ابليس على الصوفية في الوجد،الناشر:دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت، لبنان.

شرافت اور مروت وادب کے خلاف ہے، اور یہ تو صرف احرام کی حالت میں اللہ کی عبادت اور اپنا تذلل ظاہر کرنے کے ساتھ خاص ہے (تلبیس ابلیس)

فائدہ: معلوم ہوا کہ ننگے سر رہنا عقل مندی کا تقاضا نہیں ہے، اور بُری عادت ہے۔

(۱۲)......اور شرعی آداب سے متعلق ایک عظیم کتاب میں ہے کہ:

وَيُكْرَهُ لَهُ كَشْفُ رَأْسِهِ بَيْنَ النَّاسِ (الآداب الشرعية) [1]

ترجمہ: لوگوں کے سامنے ننگے سر رہنا مکروہ عمل ہے (آداب شرعیہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ننگے سر رہنا سہنا اور ننگے سَر پھرنا بُری اور ناپسندیدہ عادت ہے۔

(۱۳)......اور قانون وقضاء سے متعلق ایک عظیم دستاویز کی حامل کتاب میں ہے کہ:

لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مُرْتَكِبِ الْأَفْعَالِ الْمُخِلَّةِ بِالْمُرُوْءَةِ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ وَلَوْ كَانَتْ تِلْكَ الْأَفْعَالُ غَيْرَ مُحَرَّمَةٍ كَالسَّيْرِ فِي الطُّرُقِ وَمَجَامِعِ النَّاسِ بِالْقَمِيْصِ فَقَطْ وَمَدِّ الرِّجْلَيْنِ عِنْدَ النَّاسِ وَكَشْفِ الرَّأْسِ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِيْ يُعَدُّ كَشْفُ الرَّأْسِ فِيْهَا مُخَالِفًا لِلْعَادَةِ وَإِسَاءَةِ الْأَدَبِ (درر الحكام شرح مجلة الاحكام) [2]

ترجمہ: ایسے کاموں کا ارتکاب کرنے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، جو حیاء اور غیرت کے خلاف ہوں، اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، اگرچہ وہ کام حرام نہ ہوں، جیسا کہ راستہ میں اور لوگوں کے مجمع میں صرف قمیص پہن کر پھرنا، اور لوگوں کے سامنے پیر پھیلانا اور ایسے مواضع میں ننگے سر رہنا کہ عادت کے خلاف اور بُرے آداب میں شمار کیا جاتا ہو (درر الحکام)

---

[1] ج۳ص۳۷۵، فصل فی مکروھات مختلفۃ.

[2] ج۴ص۳۶۰، الکتاب الخامس عشر البینات والتحلیف، الباب الاول فی حق الشھادۃ، المادۃ ۱٦٨٦.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے سامنے ننگے سر رہنا، اگرچہ فی نفسہٖ حرام کام نہیں ہے، لیکن انسانی شرافت وتہذیب اور حیاء وغیرت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

اور عام حالات میں ایسے شخص کی گواہی کو بھی فقہائے کرام نے قبول نہیں کیا، کیونکہ اس عادت کے مرتکب انسان کے سچ بولنے پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۴)......اور صحیح مسلم کے مشہور شارح اور عظیم محدث امام نووی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر مزید مدلل کلام فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ لَا مُرُوْءَ ةَ لَهٗ كَالْقَوَّالِ وَالرَّقَّاصِ وَمَنْ يَأْكُلُ فِي الْاَسْوَاقِ وَيَمْشِيْ مَكْشُوْفَ الرَّأْسِ فِيْ مَوْضِعٍ لَا عَادَةَ لَهٗ فِيْ كَشْفِ الرَّأْسِ فِيْهِ لِاَنَّ الْمُرُوْءَ ةَ هِيَ الْاِنْسَانِيَّةُ، وَهِيَ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الْمَرْءِ، وَمَنْ تَرَكَ الْاِنْسَانِيَّةَ لَمْ يُؤْمَنْ أَنْ يَّشْهَدَ بِالزُّوْرِ، وَلِاَنَّ مَنْ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ النَّاسِ فِيْ تَرْكِ الْمُرُوْءَ ةِ لَمْ يُبَالِ بِمَا يَصْنَعُ، وَالدَّلِيْلُ عَلَيْهِ مَا رَوٰى أَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (اِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ) (المجموع شرح المهذب)[1]

ترجمہ: جس کو انسانی غیرت وحیاء نہ ہو، اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، جیسا کہ قوال، اور ناچنے والا، اور جو بازاروں میں کھاتا پھرتا ہو، اور جو ایسے موقع میں ننگے سر پھرتا ہو، جہاں عادتاً ننگے سر نہ رہا جاتا ہو۔

اس لیے کہ حیاء اور غیرت ہی اصل انسانیت ہے، اور انسانیت ''مرء'' سے نکلی ہے (یعنی عربی میں انسان کو ''مرء'' کہتے ہیں، اور مرء کے معنیٰ حیاء اور غیرت کے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ انسان کو حیاء وغیرت کی وجہ سے ہی انسان کہا جاتا ہے) اور جس نے انسانیت کو چھوڑ دیا، اس پر جھوٹی گواہی سے اطمینان

---

[1] لمحی الدین النووی، کتاب الشهادات، فصل ولاتقبل شهادة العبد ج۲۰ ص۲۲۷.

نہیں کیا جاسکتا، اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جو لوگوں سے حیاء نہیں کرتا انسانیت کے چھوڑنے میں؛ تو وہ اپنی حرکات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، اور اس کی دلیل وہ ہے جو ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام میں سے جو چیز حاصل کی وہ یہ ہے کہ جب آپ کو حیاء نہ رہے تو جو چاہیں کریں (مجموع)

(۱۵)......اور امام شاطبی رحمہ اللہ نے ننگے سر رہنے والے کی گواہی کے قبول ہونے نہ ہونے کے بارے میں ایک عمدہ اصولی بات بھی فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

كَشْفُ الرَّأْسِ فَإِنَّهُ يَخْتَلِفُ بِحَسْبِ الْبُقَاعِ فِي الْوَاقِعِ فَهُوَ لِذَوِي الْمُرُوْءَاتِ قَبِيْحٌ فِي الْبِلَادِ الْمَشْرِقِيَّةِ وَغَيْرُ قَبِيْحٍ فِي الْبِلَادِ الْمَغْرِبِيَّةِ فَالْحُكْمُ الشَّرْعِيُّ يَخْتَلِفُ لِاخْتِلَافِ ذٰلِكَ فَيَكُوْنُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَشْرِقِ قَادِحًا فِي الْعَدَالَةِ وَعِنْدَ أَهْلِ الْمَغْرِبِ غَيْرُ قَادِحٍ

(الموافقات) [1]

ترجمہ: اصل واقعہ یہ ہے کہ سر کھولنے کی حالت علاقوں کے اعتبار سے (گواہی قبول ہونے نہ ہونے کے معاملہ میں) مختلف حیثیت رکھتی ہے، پس یہ حالت مشرقی ممالک میں حیاء دار لوگوں کے لئے قبیح اور بری شمار ہوتی ہے، لیکن مغربی ممالک میں قبیح اور بری شمار نہیں ہوتی، تو (گواہی قبول ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے ننگے سر رہنے کا) شرعی حکم بھی مختلف ہوگا، کہ مشرق والے لوگوں کے نزدیک قبول ہونے میں رکاوٹ ہوگا، اور مغرب والوں کے نزدیک رکاوٹ نہ ہوگا (موافقات)

فائدہ: معلوم ہوا کہ عرف ورواج کے مختلف ہونے سے ننگے سر رہنے والے کی گواہی قبول

---

[1] ج۲ص ۴۸۹، کتاب المقاصد، النوع الرابع: فی بیان قصد الشارع فی دخول المکلف تحت أحکام الشریعة، المسألة الرابعة عشرة.

ہونے نہ ہونے کا حکم تو مختلف ہوسکتا ہے،لیکن اس میں شک نہیں کہ ننگے سر رہنے سہنے کی عادت اسلامی طریقہ نہیں،اور یہ اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ عادت ہے۔

(۱۶)......فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

وقتِ ضرورت ننگے سر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں،لیکن جو طریقہ آج کل رائج ہورہا ہے، کہ ہروقت ننگے سر بالوں میں تیل ڈالے ہوئے پھرتے رہتے ہیں، یہ طریقہ اصالتاً (یعنی بنیادی طور پر)صلحاء، اور اہلِ مروت کا نہیں ، بلکہ خدا کے دشمنوں کا طریقہ ہے،جس سے اجتناب لازم ہے(فتاویٰ محمودیہ مبوب ج۱۹ص۳۰۶)

(۱۷)......اور فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

بلاعذرِ شرعی اور بلاوجہِ شرعی کھلے سر پھرنے کی عادت؛ ظاہر ہے کہ ناپسندیدہ ہے، خلافِ ادب ہے،اور فساق کا شعار ہے،شرعاً مکروہ ہے،اس سے احتراز ضروری ہے(فتاویٰ رحیمیہ ج۱۰ص۱۵۵،۱۵۶)

(۱۸)......اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

آج کل جو مَردوں کے ننگے سر بازاروں اور دفتروں میں جانے کا رواج چل نکلا ہے، یہ فرنگی کی تقلید ہے، اچھے اچھے دین دار لوگ بھی ننگے سر رہنے کے عادی ہوگئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ہفتم صفحہ۱۴۹)

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ مرد حضرات کے ٹوپی وعمامہ کے بغیر ننگے سر رہنے کی عادت انسانی شرافت کے خلاف اور مکروہ عمل ہے، اور بطور خاص فیشن اور تکبر کے طور پر اور کافروں کی نقالی میں اور زیادہ برا ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور سر پر ٹوپی رکھنے اور پہننے کی عادت اختیار کرنی چاہئے۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم، وعلمہٗ اتم واحکم

(باب نمبر۵)

ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ وتابعین اور اولیائے کرام سب کے سب نماز اور غیر نماز میں ٹوپی کے ساتھ عمامہ یا ٹوپی سر پر پہننے کا اہتمام کیا کرتے تھے، اور آج کل کی طرح ننگے سر نہیں رہتے تھے۔

پھر ننگے سر پھرنے کی عادت ویسے بھی پسندیدہ نہیں، اور حیاء وغیرت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے واضح ہو چکا، اور نماز میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم واحترام اور اچھے لباس کا حکم دوسرے حالات کے مقابلہ میں زیادہ ہے، کیونکہ نماز کی حالت اور زیادہ حیاء وغیرت کے اصولوں پر عمل کرنے کا تقاضا کرتی ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کے اشارہ سے ثبوت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا بَنِيٓ آدَمَ خُذُوْا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (سورۃ الاعراف رقم الآیۃ ۳۱)

ترجمہ: اے بنی آدم، تم ہر مسجد (یعنی نماز) کے وقت اپنی زینت لے لیا کرو (سورہ اعراف)

فائدہ: اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے، اور مطلب یہ ہے کہ نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو، اور مشرکین کی طرح ننگے ہو کر عبادت نہ کیا کرو، جیسا کہ وہ بیت اللہ شریف کا ننگا طواف کیا کرتے تھے۔

لباس کا ایک مقصد تو ستر چھپانا ہے، اور ایک مقصد بدن کی زینت وآرائش ہے۔ اس آیت

میں لباس کو زینت کے الفاظ سے تعبیر کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا گیا ہے کہ ستر کا چھپانا تو نماز کے علاوہ بھی ضروری ہے، اور نماز میں اور زیادہ ضروری ہے، اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

لیکن نماز میں صرف ستر پوشی پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ نماز میں اچھا اور زینت والا لباس پہنا جائے، اور زینت والا لباس وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے، اور اس میں سر ڈھانپنا اور ٹوپی پہننا بھی داخل ہے۔

اسی لیے ٹوپی کے بغیر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگرچہ نماز اس کے بغیر بھی ہو جاتی ہے

(ملاحظہ ہو: تفسیر معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۴۴) [۱]

حافظ زین الدین ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ:

وَكَذٰلِكَ يُشْرَعُ أَخْذُ الزِّيْنَةِ بِالثِّيَابِ فِيْ سَائِرِ الصَّلَوَاتِ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى(خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ)وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اَللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُّتَزَيَّنَ لَهٗ (لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف) [۲]

ترجمہ: اور اسی طریقے سے شریعت کی یہ بھی تعلیم ہے کہ تمام نمازوں میں کپڑوں کی زینت اختیار کی جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے (لطائف المعارف)

---

[۱] وقال ابن مسعود :هی الثیاب بدلیل قوله تعالی " :خذوا زینتکم عند کل مسجد "وأراد بها الثیاب (تفسیر البغوی، سورة النور، آیت ۳۱)

والذی یظهر أنّ الزّینة هو ما یتجمل به ویتزین عند الصلاة ولا یدخل فیه ما یستر العورة لأنّ ذلک مأمور به مطلقاً ولا یختصّ بأن یکون ذلک عند کلّ مسجد (تفسیر البحر المحیط، سورة الاعراف، آیت نمبر ۲۹)

[۲] ج ۱ ص ۱۸۹ ،وظائف شهر رمضان العظیم، المجلس الرابع فی ذکر العشر الأواخر من رمضان.

اورمحدث محمد زاہد الکوثری فرماتے ہیں کہ:

وَلَاشَکَّ اَنَّ لَفُظَ الزِّیْنَةِ یَتَنَاوَلُ غِطَاءَ الرُّؤُوسِ تَنَاوُلًا اَوَّلِیًّا، فَیَکُوْنَ مَامُوْرًا بِهٖ فِی الْآیَةِ وَتَوَهُّمُ اِقْتِصَارِ الْآیَةِ عَلٰی سَبَبِ نُزُوْلِهَا مِنْ زَجْرِ اَهْلِ الْجَاهِلِیَّةِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَطُوْفُوْنَ بِالْکَعْبَةِ وَ هُمْ عُرَاةٌ مِنْ جَمِیْعِ مَلَابِسِهِمْ اِبْتِعَادٌ عَنْ مَنْهَجِ اَهْلِ الْاِسْتِنْبَاطِ مِنْ اَنَّ الْعِبْرَةَ بِشُمُوْلِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ، وَلِذَا تَرٰی اَهْلَ الْمَذَاهِبِ مُجْمِعِیْنَ عَلٰی اِسْتِحْبَابِ لُبْسِ الْقَلَنْسُوَةِ وَالرِّدَاءِ وَالْاِزَارِ فِی الصَّلَاةِ کَمَا فِیْ شَرْحِ الْمُنِیَّةِ، ۳۴۹، وَمَجْمُوْعِ النَّوَوِیِّ، ۳- ۱۷۳، وَغَیْرِهِمَا (مقالات الکوثری) [1]

ترجمہ: اوراس بات میں کوئی شک نہیں کہ زینت کا لفظ سر ڈھانکنے کو ابتداءً شامل ہے، اس لیے (سورہ اعراف کی) آیت میں اس کا حکم موجود ہوگا۔

اور یہ وہم کرنا کہ یہ آیت تو جاہلیت کے لوگوں کو کعبے کا تمام کپڑے اُتار کر ننگا طواف کرنے پر تنبیہ کرنے کے لیے نازل ہوئی تھی؛ لہٰذا اس کا حکم ننگے طواف کرنے کے ساتھ خاص رہے گا، یہ استنباط کے بنیادی اُصول سے بہت دُور کی بات ہے، کیونکہ اعتبار لفظ کے شامل ہونے کا ہوتا ہے، نہ کہ سبب کے خاص ہونے کا؛ اوراسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ تمام مذاہب (ومسالک) کے حضرات ٹوپی، قمیص اور پائجامہ میں نماز پڑھنے کے مستحب ہونے پر متفق ہیں، جیسے کہ منیۃ کی شرح صفحہ ۳۴۹ اور مجموع النووی جلد ۳، صفحہ ۱۷۳ وغیرہ میں مذکور ہے (مقالاتِ کوثری)

اور عرب کے مشہور عالم شیخ محمد بن صالح بن محمد عثیمین فرماتے ہیں کہ:

---

[1] صفحہ ۱۷۱، کشف الرؤوس ولبس النعال فی الصلاة، مطبوعة: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی.

وَالَّذِیْ جَاءَ فِی الْقُرْآنِ (یَابَنِیْ آدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ) فَأَمَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِأَخْذِ الزِّیْنَۃِ عِنْدَ الصَّلَاۃِ، وَأَقَلُّ مَا یُمْکِنُ لِبَاسٌ یُوَارِیْ السَّوْأَۃَ، وَمَا زَادَ عَلٰی ذٰلِکَ فَھُوَ فَضْلٌ، وَالسُّنَّۃُ بَیَّنَتْ ذٰلِکَ عَلٰی سَبِیْلِ التَّفْصِیْلِ، وَإِذَا کَانَ الْإِنْسَانُ یَسْتَحِیْ أَنْ یُّقَابِلَ مَلِکاً مِنَ الْمُلُوْکِ بِثِیَابٍ لَا تَسْتِرُ، أَوْ نِصْفُ بَدَنِہٖ ظَاھِرٌ، فَکَیْفَ لَا یَسْتَحِیْ أَنْ یَّقِفَ بَیْنَ یَدَیْ مَلِکِ الْمُلُوْکِ عَزَّ وَجَلَّ بِثِیَابٍ غَیْرِ مَطْلُوْبٍ مِنْہُ أَنْ یَّلْبِسَھَا؟وَلِھٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ لِمَوْلَاہُ نَافِعٍ وَقَدْ رَآہُ یُصَلِّیْ حَاسِرَ الرَّأْسِ: غَطِّ رَأْسَکَ، ھَلْ تَخْرُجُ إِلَی النَّاسِ وَأَنْتَ حَاسِرُ الرَّأْسِ؟ قَالَ: لا،قَالَ: فَاللّٰہُ أَحَقُّ أَنْ تَتَجَمَّلَ لَہٗ ، وَھٰذَا صَحِیْحٌ لِمَنْ عَادَتُھُمْ أَنَّھُمْ لَا یُحْسِرُوْنَ عَنْ رُّؤُوْسِھِمْ، وَلَا یُمْکِنُ أَنْ یَّخْرُجَ حَاسِرَ الرَّأْسِ أَمَامَ النَّاسِ.إِذاً؛ فَاِتِّخَاذُ الزِّیْنَۃِ غَیْرُ سَتْرِ الْعَوْرَۃِ، وَنَقُوْلُ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یُصَلِّیَنَّ أَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ، وَعَاتِقُ الرَّجُلِ لَیْسَ بِعَوْرَۃٍ بِالْاِتِّفَاقِ، وَمَعَ ذٰلِکَ أَمَرَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ بِسَتْرِہٖ فِی الصَّلَاۃِ فَقَالَ: لَیْسَ عَلٰی عَاتِقِہٖ مِنْہُ شَیْءٌ ، فَدَلَّ ھٰذَا عَلٰی أَنَّ مَنَاطَ الْحُکْمِ لَیْسَ سَتْرَ الْعَوْرَۃِ.

وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِجَابِرٍ: إِنْ کَانَ ضَیِّقاً فَاتَّزِرْ بِہٖ، وَإِنْ کَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِہٖ،وَمَعْلُوْمٌ أَنَّہٗ لَا یُشْتَرَطُ لِسَتْرِ الْعَوْرَۃِ أَنْ یَّلْتَحِفَ الْإِنْسَانُ، بَلْ یُغَطِّیْ مَا یَجِبُ سَتْرُہٗ فِیْ غَیْرِ الصَّلَاۃِ.

إِذاً؛ فَلَیْسَ مَنَاطُ الْحُکْمِ سَتْرَ الْعَوْرَۃِ، إِنَّمَا مَنَاطُ الْحُکْمِ اِتِّخَاذُ الزِّیْنَۃِ، ھٰذَا ھُوَ الَّذِیْ أَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ، وَدَلَّتْ عَلَیْہِ السُّنَّۃُ (الشرح الممتع علی

زاد المستقنع للعثيمين) [1]

ترجمہ: اور قرآن مجید میں ارشاد ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اے بنی آدم، ہر مسجد (یعنی نماز) کے وقت اپنی زینت لے لیا کرو، پس اللہ تعالیٰ نے (اس مذکورہ آیت میں) نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، جس کا کم از کم درجہ ایسا لباس ہے جس سے ستر چھپ جائے، اور اس سے زیادہ لباس کی فضیلت ہے، اور سنت نے اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اور جب انسان اس بات سے شرم کرتا ہے کہ وہ بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے سامنے ایسے کپڑے میں آئے جو ستر کو چھپائے ہوئے نہ ہو، یا اس کے بدن کا آدھا حصہ لباس سے چھپا ہوا نہ ہو، تو انسان کو اس بات سے کیوں نہیں شرم آنی چاہئے کہ وہ تمام بادشاہوں کے بادشاہ اللہ عزّ وجل کے سامنے ایسے کپڑوں میں کھڑا ہو کہ جن کا پہننا اس کی طرف سے مطلوب نہیں۔

اور اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام نافع سے فرمایا تھا جب انہیں ننگے سر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا، کہ اپنا ”سر ڈھک لیجئے؛ کیا آپ لوگوں کے سامنے ننگے سر جانا گوارا کریں گے؟ نافع نے کہا کہ نہیں، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو دوسروں کے مقابلہ میں جمال وزینت کا زیادہ مستحق ہے“

اور یہ بات صحیح ہے ان لوگوں کے لئے جن کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنے سر ننگے نہیں کرتے، اور لوگوں کے سامنے ننگے سر جانا گوارا نہیں کرتے۔

پس اس وقت میں زینت کو اختیار کرنا ستر چھپانے کے علاوہ ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ

---

[1] ج۲ص ۱۴۹، ۱۵۰، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، منها ستر العورۃ.

پڑھے، کہ اس کے مونڈھوں پر کپڑا نہ ہو۔

اور مرد کا مونڈھا کسی کے نزدیک بھی ستر میں داخل نہیں، اور اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں مونڈھے کو ڈھانکنے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ فرمایا کہ اس کے مونڈھے پر کپڑا نہ ہو، پس اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حکم کا دارومدار ستر چھپانے پر نہیں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تنگی (ومجبوری) ہو، تو کپڑے کا تہبند بنالو، اور اگر وسعت ہے تو کپڑے کو بدن پر (پوری طرح) لپیٹ لو۔

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ستر چھپانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کپڑے میں پوری طرح لپٹ جائے، بلکہ نماز کے علاوہ میں جو ستر ہے، اس کو ڈھانکنا ہی واجب ہے۔

پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ (بنیادی طور پر) حکم کا دارومدار ستر چھپانے پر نہیں، بلکہ (بنیادی طور پر) حکم کا اصل مدار زینت اختیار کرنے پر ہے، اس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اور اسی پر سنت نے دلالت کی ہے (شرح ممتع)

سنتِ متوارثہ سے ثبوت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام اور محدثینِ کرام کا سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا صحیح احادیث وروایات سے ثابت ہے، اور ننگے سر نماز پڑھنا ثابت نہیں، اور اس سلسلہ میں ہم احادیث وروایات پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔

اور سر ڈھانک کر نماز پڑھنا خیر القرون سے لے کر ہر دَور میں مسلمانوں کی مسلسل اور متوارث سنت چلی آ رہی ہے۔

چنانچہ محدث محمد زاہد الکوثری (المتوفی ۱۳۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

اَمَّا صَلَاةُ الْمُصَلِّيْ وَهُوَ حَاسِرُ الرَّأْسِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَصَحِيْحَةٌ اِذَا كَانَتْ مُسْتَجْمِعَةً لِلشُّرُوْطِ وَالْاَرْكَانِ، لٰكِنَّهَا خِلَافُ السُّنَّةِ الْمُتَوَارِثَةِ وَالْعَمَلِ الْمُتَوَارِثِ فِيْ كُلِّ بُقْعَةٍ مِّنْ بُقَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى تَوَالِي الْقُرُوْنِ، وَتَشَبُّهٌ بِاَهْلِ الْكِتَابِ فَاِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ وَهُمْ حَسَرُ الرُّؤُوْسِ كَمَا هُوَ مَشْهُوْدٌ، وَنَبْذٌ لِلزِّيْنَةِ الَّتِيْ اُمِرَ الْمُسْلِمُوْنَ بِاَخْذِهَا عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَصَلَاةٍ، وَقَدْ اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ الْكُبْرٰى "۲-۲۳۶" بِطَرِيْقِ اَنَسِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَلَا يَرَى نَافِعٌ اِلَّا اَنَّهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَلْبَسْ ثَوْبَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَحَقُّ مَنْ تُزَيَّنَ لَهُ، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ ثَوْبَانِ فَلْيَأْتَزِرْ، اِذَا صَلّٰى وَلَا يَشْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ اِشْتِمَالَ الْيَهُوْدِ.

وَاَخْرَجَ اَيْضًا بِطَرِيْقِ الْعَبَّاسِ الدَّوْرِيِّ: ثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ الضُّبَعِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: رَآنِيْ ابْنَ عُمَرَ وَاَنَا اُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ: اَلَمْ اَكْسِكَ؟ قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: فَلَوْ بَعَثْتُكَ كُنْتَ تَذْهَبُ هٰكَذَا؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تُزَيَّنَ لَهُ.

وَاَخْرَجَ اَيْضًا بِطَرِيْقِ يُوْسُفَ بْنِ يَعْقُوْبَ الْقَاضِيِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: تَخَلَّفْتُ يَوْمًا فِيْ عَلْفِ الرِّكَابِ، فَدَخَلَ عَلَيَّ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، فَقَالَ لِيْ: اَلَمْ تُكْسَ ثَوْبَيْنِ؟ قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: اَرَاَيْتَ لَوْ بَعَثْتُكَ اِلٰى بَعْضِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَكُنْتَ تَذْهَبُ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَاللّٰهُ

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أَحَقُّ أَنْ تَتَجَمَّلَ لَهُ أَمِ النَّاسُ؟

وَهٰذِهٖ هِيَ مَدَارِكُ الْفُقَهَاءِ فِيْ قَوْلِهِمْ بِكَرَاهَةِ صَلَاةِ الْمُصَلِّي فِيْ هَيْئَةٍ لَايَخْرُجُ بِهَا اِلٰى مَنْ يَّحْتَرِمُهٗ ، وَلَا شَكَّ اَنَّ الْمَرْءَ لَايَخْرُجُ اِلٰى مَنْ يَّحْتَرِمُهٗ وَهُوَ حَاسِرُ الرَّأْسِ فِيْ عَادَةِ الْمُسْلِمِيْنَ خَلْفًا عَنْ سَلْفٍ فَتُكْرَهُ صَلَاتُهٗ وَهُوَ حَاسِرُ الرَّأْسِ.

قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: اَخْذُ الزِّيْنَةِ هُوَ التَّزَيُّنُ بِاَجْمَلِ اللِّبَاسِ ، وَقَالَ اَبُوْحَيَّانٍ: وَالَّذِيْ يَظْهَرُ اَنَّ الزِّيْنَةِ هُوَ مَايَتَجَمَّلُ بِهٖ وَيَتَزَيَّنُ عِنْدَ الصَّلَاةِ،وَلَايَدْخُلُ فِيْهِ مَايَسْتُرُ الْعَوْرَةَ لِاَنَّ ذٰلِكَ مَامُوْرٌبِهٖ مُطْلَقًا اهـ.

وَهٰذَا كَلَامٌ وَجِيْهٌ جِدًّا فَشُمُوْلُ الزِّيْنَةِ لِغِطَاءِ الرَّأْسِ لَيْسَ بِمَوْضِعِ رِيْبَةٍ اَصْلًا، وَهُوَ الْمَعْمُوْلُ بِهٖ مِنْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ اِلَى الْيَوْمِ وَلَمْ يَرَ اَحَدٌ فِيْ زَمَنٍ مِّنَ الْاَزْمَانِ وَلَافِيْ مَكَانٍ مِّنَ الْاَمْكِنَةِ اِنْعِقَادَ صُفُوْفِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ صَلَوَاتِهِمْ وَهُمْ حَسْرُ الرُّؤُوْسِ، وَمَنْ يُّنْكِرُ ذٰلِكَ يَكُوْنُ مُكَابِرًا، فَمُحَاوَلَةُ لَهٗ اِخْرَاجُ غِطَاءِ الرَّأْسِ مِنَ الزِّيْنَةِ لَايُعَاضِدُهَا دَلِيْلٌ بَلْ تَكُوْنُ قَوْلًا بِالتَّشَهِّي بِدُوْنِ قُدْوَةٍ (مقالات الکوثری) [1]

ترجمہ: نمازی کے بلاعذر ننگے سر نماز پڑھنے سے اگرچہ نماز صحیح ہوجاتی ہے، جبکہ (نماز سے متعلق) تمام شرائط اور ارکان پائے جائیں، لیکن ننگے سر نماز پڑھنا منقول اور مسلسل چلی آ رہی سنت اور مسلمانوں کے ہر زمانے اور ہر علاقہ کے متوارث عمل کے خلاف ہے، اور ننگے سر نماز پڑھنے میں اہلِ کتاب کے ساتھ مشابہت بھی ہے، کیونکہ وہ ننگے سر ہوکر عبادت کرتے ہیں، جیسا کہ مشاہدہ ہے،

[1] للشیخ محمد زاھد الکوثری ، ص ۱۷۰، مقالة: کشف الرؤوس ولبس النعال فی الصلاة.

نیز اس زینت کو چھوڑ دینے کی خرابی بھی پائی جاتی ہے، جس کو ہر مسجد اور نماز کے وقت اختیار کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے، اور بیہقی نے سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ پر انس بن عیاض سے، موسیٰ بن عقبہ، نافع کی روایت حضرت عبداللہ سے نقل کی ہے، اور حضرت عبداللہ نے ظاہر یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات لی ہوگی، کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دو کپڑے پہن لے (ایک کپڑا بطور تہبند، اور ایک کپڑا سر ڈھانک کر بطور قمیص) کیونکہ اللہ عزوجل اس بات کا زیادہ مستحق ہے، کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے، اور اگر کسی کے پاس دو کپڑے نہ ہوں؛ تو اسے چاہئے کہ وہ نماز پڑھتے وقت اس ایک کپڑے کا ازار بنالے (تاکہ اس کا ستر چھپ جائے) اور تم میں سے کوئی اپنی نماز میں یہودیوں کی طرح کپڑے کو نہ لپیٹے، اور نیز بیہقی نے عباس دوری کی سند سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے سعید بن عامر ضبعی نے سعید بن ابی عروبہ سے، انہوں نے ایوب سے، انہوں نے نافع سے روایت کیا کہ مجھے حضرت ابنِ عمر نے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو انہوں نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ کو کپڑے نہیں دیئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ بالکل دیئے تھے، پھر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں آپ کو کسی جگہ بھیجوں، تو آپ اس طرح چلے جائیں گے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، تو حضرت ابنِ عمر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے۔

نیز یوسف بن یعقوب قاضی کی سند سے روایت کیا ہے کہ ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حماد بن زید نے ایوب سے روایت کیا، انہوں نے نافع سے، کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک دن جانوروں کے چارے میں

مشغول ہونے کی وجہ سے نماز میں حاضر نہیں ہوسکا، تو میرے پاس حضرت ابنِ عمر تشریف لائے، اور میں ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا، تو حضرت ابنِ عمر نے فرمایا کہ کیا آپ دو کپڑے نہیں پہن سکتے؟ تو میں نے عرض کیا کہ بے شک، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کا کیا خیال ہے اگر میں آپ کو شہر کے بعض لوگوں کی طرف بھیجوں تو آپ ایک کپڑے میں چلے جائیں گے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زینت اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے یا لوگ؟

اور فقہائے کرام نے جو ایسی حالت میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، کہ اس حالت میں قابلِ احترام لوگوں کی طرف جانا پسند نہ کیا جاتا ہو، اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے، اور اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ آدمی جس کا احترام کرتا ہو، اس کی طرف ننگے سر نہیں نکلتا، مسلمانوں کی سلف سے خلف تک یہی عادت رہی ہے، تو ننگے سر نماز مکروہ ہوگی۔

ماوردی نے فرمایا کہ زینت کا اختیار کرنا دراصل عمدہ لباس سے مزین ہونا ہے، اور ابوحیان نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ زینت وہ ہے جس سے نماز کے وقت زیب وزینت اختیار کی جائے، اور اس میں ستر کا چھپانا داخل نہیں ہے، کیونکہ اس کا تو نماز کے علاوہ بھی عام حالات میں حکم ہے۔

اور یہ بہت عمدہ کلام ہے، پس زینت کا حکم سر ڈھانکنے کو شامل ہونے میں قطعی شک نہیں ہے، اور اسی کا ابتدائے اسلام سے آج تک معمول چلا آ رہا ہے، اور کسی بھی زمانے اور کسی بھی علاقے میں کوئی شخص مسلمانوں کی نمازوں کی صف میں ننگے سر نہیں دیکھا گیا تھا، اور جو اس کا انکار کرے تو وہ مکابرہ اور تکبر ہی ہوسکتا ہے، اس لئے سر ڈھانکنے کو زینت سے خارج کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ بغیر کسی

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دلیل کے خواہش کی پیروی کرنے کا قول ہے (مقالاتِ کوثری)

اور مزید فرماتے ہیں کہ:

وَزَادَ عَلٰی ذٰلِکَ اَنَّ کَشُفَ الرَّأْسِ فِی الصَّلَاۃِ اَصُبَحَ شِعَارًا لِطَائِفَۃٍ مِنُ مُبُتَدِعَۃِ الۡیَوۡمَ فَیُنۡبَذُ نَبۡذًا بُعۡدًا عَنِ التَّشَبُّہِ بِھِمۡ ، وَالۡحَاصِلُ اَنَّہٗ لَمۡ یَثۡبُتۡ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ صَلّٰی وَھُوَ حَاسِرُ الرَّأْسِ مِنۡ غَیۡرِ عُذۡرٍ حَتّٰی نَقۡتَدِیۡ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فِیۡ کَشُفِ الرَّأْسِ فِی الصَّلَاۃِ، وَقَدۡ سَبَقَ بَیَانُ عَادَۃِ النَّصَارٰی مِنۡ کَشُفِ الرُّؤُوۡسِ فِیۡ صَلَوَاتِھِمۡ،بَلۡ ھُمۡ یَفۡعَلُوۡنَ کَذٰلِکَ فِیۡ کُلِّ مَوۡقَفِ اِحۡتِرَامٍ یَقِفُوۡنَہٗ (مقالات الکوثری) [1]

ترجمہ: نماز کے ننگے سر مکروہ ہونے کے علاوہ ایک خرابی یہ بھی ہے کہ نماز میں سر کھُلا رکھنا آج کے دور میں بدعتیوں کی ایک جماعت کا شعار بھی بن گیا ہے، پس ان اہلِ بدعت کے تشبہ سے بچنے کی وجہ سے بھی اس کو چھوڑا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر عذر کے ننگے سر نماز پڑھنا ثابت نہیں، کہ ہم نماز میں سر کھُلا رکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں، اور نصاریٰ کی عبادت کے وقت سر کھولنے کی عادت کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، بلکہ نصاریٰ ہر ایسے موقع پر؛ جس میں وہ احتراماً کھڑے ہوتے ہیں، ننگا سر کر لیتے ہیں (مقالاتِ کوثری)

اسلامی فقہ سے ثبوت

فقہائے کرام نے بھی ننگے سر نماز پڑھنے کو پسند نہیں کیا۔

(۱)...... چنانچہ اسلامی فقہی انسائیکلوپیڈیا الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے کہ:

---

[1] للشیخ محمد زاھد الکوثری ، ص ۱۷۲ ، مقالۃ: کشف الرؤوس ولبس النعال فی الصلاۃ.

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ فِي اسْتِحْبَابِ سَتْرِ الرَّأْسِ فِي الصَّلَاةِ لِلرَّجُلِ، بِعِمَامَةٍ وَمَا فِي مَعْنَاهَا ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَذٰلِكَ يُصَلِّي أَمَّا الْمَرْأَةُ فَيَجِبُ عَلَيْهَا سَتْرُ رَأْسِهَا فِي الصَّلَاةِ

(الموسوعة الفقهية الكويتية) [1]

ترجمہ: فقہائے کرام کا مرد کے لیے نماز میں عمامہ اور اس جیسی دوسری چیز (مثلاً ٹوپی) سے سر ڈھانپنے کے مستحب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح (سر ڈھانپ کر) نماز پڑھا کرتے تھے۔

جہاں تک عورت کا معاملہ ہے تو اس پر نماز میں سر کو ڈھانپنا واجب ہے (موسوعہ فقہیہ کویتیہ)

فائدہ: مستحب سے مراد سنتِ غیر مؤکدہ ہونا ہے، جس کی دلیل خود اسی عبارت میں موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے، اور ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا عمل سنت ہوا کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ فقہاء عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانک کر نماز پڑھنے کے سنت و مستحب ہونے پر متفق ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا ٹوپی کو نمازیوں کا لباس فرمانے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، اور محمد بن صالح عثیمین حنبلی کے حوالے سے بھی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے، نیز المجموع کے حوالے سے شیخ زاہد الکوثری کی تصریح بھی گزر چکی ہے، اور اس سلسلہ میں احناف کی تصریحات آگے آتی ہیں۔

(۲)...... ابوالقاسم ناصرالدین محمد بن یوسف حسینی سمرقندی حنفی (متوفی ۵۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

وَلَوْ صَلّٰى حَاسِرَ الرَّأْسِ تَهَاوُنًا بِالصَّلَاةِ يُكْرَهُ ، وَلَوْ حَسَرَ رَأْسَهُ

---

[1] ج ۲۲ ص ۵، كشف الرأس في الصلاة، مادة "رأس" الناشر: دارالسلاسل -الكويت.

تَضَرُّعًا يُكْرَهُ اَيْضًا (الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیة) [1]

ترجمہ: اور اگر نماز کی اہمیت پیشِ نظر نہ ہونے کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے (یعنی نماز کے لئے سر ڈھانکنے کی اہمیت دل میں نہ ہو) تو یہ مکروہ ہے، اور اگر خشوع کی نیت سے سر ننگا کرے تو بھی مکروہ ہے (ملتقط)

(۳)......فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ:

وَفِي الْحُجَّةِ سُئِلَ صَاحِبُ الْكِتَابِ عَمَّنْ سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهُ أَوْ عَمَامَتُهُ فِي الصَّلَاةِ كَيْفَ يَصْنَعُ؟فَقَالَ رَفْعُ الْقَلَنْسُوَةِ بِعَمَلٍ قَلِيْلٍ بِيَدٍ وَاحِدَةٍ أَفْضَلُ مِنَ الصَّلَاةِ مَعَ كَشْفِ الرَّأْسِ. وَأَمَّا الْعَمَامَةُ فَإِنْ أَمْكَنَهُ رَفْعُهَا وَوَضْعُهَا عَلَى الرَّأْسِ مَعْقُوْدَةً كَمَا كَانَتْ فَسَتْرُ الرَّأْسِ أَوْلٰى بِيَدٍ وَّاحِدَةٍ ، وَإِنْ انْحَلَّتْ الْعَمَامَةُ وَيَحْتَاجُ إِلٰى تَكْوِيْرِهَا فَالصَّلَاةُ مع كَشْفِ الرَّأْسِ أَوْلٰى مِنْ عَقْدِ الْعَمَامَةِ وَقَطْعِ الصَّلَاةِ (فتاویٰ التاتارخانية) [2]

ترجمہ: اور حُجہ میں صاحبِ کتاب سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا، جس کی ٹوپی یا عمامہ نماز میں گر پڑے تو وہ کیا کرے گا؟

تو انہوں نے فرمایا کہ ایک ہاتھ سے عملِ قلیل کے ساتھ ٹوپی کو اٹھالینا ننگے سر نماز

---

[1] ص۶۳، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الصلاۃ حاسرا رأسه.

[2] ج ا ص ۵۶۴، کتاب الصلاۃ، الفصل الرابع فی بیان مایکرہ للمصلی ان یفعل فی صلاته ومالایکره.

اور درر الحکام شرح غرر الاحکام میں ہے کہ:

سقطت قلنسوته أو عمامته فی الصلاة فرفع القلنسوة بيد واحدة أفضل من الصلاة بكشف الرأس . وأما العمامة فإن أمكنه رفعها ووضعها على الرأس بيد واحدة معقودة كما كانت فستر الرأس أولى، وإن انحلت واحتاج إلى تكويرها فالصلاة بكشف الرأس أولى من عقدها وقطع الصلاة، كذا فی التتارخانية(درر الحکام شرح غرر الاحکام، ج ا ص ۱۱۱، ۱۱۲، کتاب الصلاة، مکروهات الصلاة)

پڑھنے سے افضل ہے، اور رہا عمامہ کا معاملہ تو اگر اسے جس طرح سے پہلے بندھا ہوا تھا، اسی طرح اٹھا کر سر پر ایک ہاتھ سے عملِ قلیل کے ساتھ رکھنا ممکن ہو، تو اس عمامہ سے سر کو ڈھک کر نماز پڑھنا افضل ہے، اور اگر عمامہ کھل گیا ہے اور اس کو لپیٹنے کی ضرورت پڑتی ہے، تو عمامہ باندھنے اور نماز توڑنے کے مقابلہ میں ننگے سر نماز پڑھنا بہتر ہے (تاتارخانیہ) [1]

عملِ قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن بلاضرورت عملِ قلیل کرنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، اور عملِ کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور کیونکہ ننگے سر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، اس لئے اس کو دور کرنے کے لئے اگر عملِ قلیل سے سر سے گری ہوئی ٹوپی یا عمامہ پہنا جا سکتا ہو، تو اس کو پہننا چاہئے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ننگے سر نماز کی کراہت عملِ قلیل سے بڑھی ہوئی ہے، البتہ اگر عملِ کثیر کرنا پڑتا ہو، تو اس سے چونکہ نماز ٹوٹ جاتی ہے، اور نماز ٹوٹنے کا نقصان ننگے سر نماز کے مکروہ ہونے کے نقصان سے بڑھا ہوا ہے، تو ایسی صورت میں نماز نہیں توڑنا چاہئے۔ [2]

(۴)......اور منیۃ المصلی کی شرح حلبی کبیر میں شیخ ابراہیم حلبی حنفی (متوفی ۹۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

---

[1] اور فتاویٰ تاتارخانیہ ہی میں ہے کہ:

ویکرہ الصلاۃ حاسرا رأسہ تکاسلا اوتھاونا ، وفی الذخیرۃ اذا کان یجد العمامۃ ، ولابأس اذا فعلہ تذللا وخشوعا، بل ھو حسن ، وفی الحجۃ ذکر السید الامام فی الملتقط انہ یکرہ علی الاطلاق لان الخشوع خشوع القلب،وفی ذالک ترک ھیئۃ الصلاۃ وتعظیمھا (فتاویٰ التاتارخانیۃ، ج ۱ ص ۵۶۳، کتاب الصلاۃ ،الفصل الرابع فی بیان مایکرہ للمصلی ان یفعل فی صلاتہ ومالایکرہ)

فتاویٰ تاتارخانیہ کی مذکورہ عبارت میں بنیتِ تذلل وخشوع نماز کے مکروہ ہونے کے قول کی دلیل بیان کی گئی ہے، اور اس کے مقابلہ میں مستحسن ہونے کا قول بلا دلیل بیان کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ فتاویٰ تاتارخانیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں کراہت کا قول راجح ہے۔ اس پر مزید بحث آگے آ رہی ہے۔

[2] جاز الاکتفاء بالقلنسوۃ کمایدل علیہ قولہ "ولوسقطت قلنسوتہ" (امدادالفتاویٰ ج ۱ ص ۲۹۲، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

(وَ) يُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي (كُلُّ مَا هُوَ مِنْ أَخْلَاقِ الْجَبَابِرَةِ عُمُوْمًا) لِأَنَّ الصَّلَاةَ مَقَامُ التَّوَاضُعِ وَالتَّذَلُّلِ وَالْخُشُوْعِ وَهُوَ يُنَافِي التَّكَبُّرَ وَالتَّجَبُّرَ (وَ) يُكْرَهُ (أَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ إِزَارٍ وَّاحِدٍ) أَوْ فِيْ سَرَاوِيْلَ فَقَطْ لِمَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهٖ مِنْهُ شَيْئٌ (إِلَّا مِنْ عُذْرٍ) بِأَنْ لَّا يَجِدَ غَيْرَهٗ، فَإِنَّ الْحَرَجَ مَدْفُوْعٌ (وَ) يُكْرَهُ (أَنْ يُّصَلِّيَ حَاسِرًا) أَيْ حَالَ كَوْنِهٖ كَاشِفًا (رَأْسَهٗ تَكَاسُلًا) أَيْ لِأَجَلِ الْكَسَلِ وَبِسَبَبِهٖ بِأَنْ اِسْتَثْقَلَ تَغْطِيَتَهٗ وَلَمْ يَرَهَا أَمْرًا مُهِمًّا فِي الصَّلَاةِ فَتَرَكَهَا لِذَالِكَ وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهِمْ تَهَاوُنًا بِالصَّلَاةِ، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ الْإِسْتِخْفَافُ بِهَا وَالْإِحْتِقَارُ، لِأَنَّ ذٰلِكَ كُفْرٌ، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ (وَلَا بَأْسَ إِذَا فَعَلَهٗ) أَيْ كَشْفَ الرَّأْسِ (تَذَلُّلًا وَخُشُوْعًا) لِأَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْمَقْصُوْدُ الْاَصْلِيُّ فِي الصَّلَاةِ وَفِيْ قَوْلِهٖ لَا بَأْسَ إِشَارَةٌ إِلٰى أَنَّ الْأَوْلٰى أَن لَّا يَفْعَلَهٗ وَاَنْ يَّتَذَلَّلَ وَيَخْشَعَ بِقَلْبِهٖ، فَإِنَّهُمَا مِنْ اَفْعَالِ الْقَلْبِ (حلبی کبیر)[1]

ترجمہ: اور نمازی کے لئے ہر وہ عمل مکروہ ہے، جو عام طور پر تکبر والوں کا طریقہ ہوتا ہے، کیونکہ نماز تواضع اور تذلل اور خشوع کا مقام ہے، اور تکبر اور بڑائی نماز کے خلاف ہے، اور ایک چادر میں یا صرف پاجامہ میں نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، کیونکہ بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے، جب تک کہ اس کے کاندھے پر کوئی کپڑا نہ ہو (یعنی صرف ستر چھپانے پر

---

[1] ص ۳۴۸، ۳۴۹، فصل کراھیۃ الصلاۃ، مطبوعۃ، سہیل اکیڈمی، لاھور۔

اکتفاء نہ کرے، جو کہ مرد کے حق میں ناف سے گھٹنوں تک ہے، بلکہ اوپر کے حصے کو بھی کپڑے سے ڈھانپ کر رکھے) البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً یہ کہ اس کو دوسرا کپڑا میسر نہیں، تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ تنگی کو شریعت نے رفع کر دیا ہے۔ [1]

---

[1] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں بھی اگرچہ نماز پڑھی ہے، اور وہ صرف بیانِ جواز کے لیے تھی، ورنہ افضل یہ ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھی جائے۔

وهذا كله دليل لبيان الجواز ، وإلا فالأفضل أن يصلى فى ثوبين لما تقدم والله أعلم (شرح مسند أبى حنيفة لملاعلى القارى، ج ا ص ۱۶۴ ؛ذكر إسناده عن أبى الزبير محمد بن سالم المكى)

اور ایک کپڑے میں جو نماز پڑھنا منقول ہے، وہ "توشیح" کی حالت میں ہے، جس کا مطلب بیشتر حضرات نے بڑے کپڑے کے ساتھ مونڈھوں سے لے کر نیچے تک ڈھانکنے کا بیان کیا ہے، اور اس کا خلافِ اولیٰ ہونا معلوم ہو چکا ہے۔

لیکن بعض حضرات نے "توشیح" کے یہ معنیٰ بیان کیے ہیں کہ پورے بدن کو اس طرح سے لمبے کپڑے سے ڈھانپا جائے کہ سر پر بھی وہ کپڑا آ جائے، اس صورت کے خلافِ اولیٰ ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس میں زینت کی تکمیل نہیں پائی جاتی۔

وفسر فى الذخيرة التوشيح أن يكون الثوب طويلا يتوشح به فيجعل بعضه على رأسه وبعضه على منكبيه وعلى كل موضع من بدنه (البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ۲ ص ۲۷، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره)

قال نجم الدين فى كتاب الخصائل :قلت لشيخ الإسلام :إن محمداً يقول فى الكتاب لا بأس بأن يصلى فى ثوب واحد متوشحاً به، وقال :مراد محمد أن يكون ثوباً طويلاً يتوشح به فيجعل بعضه على رأسه وبعضه على منكبيه، وعلى كل موضع من بدنه أما ليس فيه تنصيص على إعراء الرأس والمنكبين، وقد روى أن أصحاب رسول الله عليه السلام كانوا يكرهون إعراء المناكب فى الصلاة(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج ا ص ۳۷۷، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر فى التغنى والألحان)

كان الأفضل للرجل أن يصلى فى أحسن ثيابه وأنظفها التى أعدها لزيارة العظماء ،ولمحافل الناس، وكانت الصلاة متعمما أفضل من الصلاة مكشوف الرأس، لما أن ذلك أبلغ فى الاحترام(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ا ص ۱۱۴، ۱۱۵، كتاب الصلاة، فصل شرائط الاركان الصلاة)

اس عبارت میں متعمما سے مراد عمامہ اور ٹوپی دونوں ہیں، جس کی دلیل آگے مکشوف الراس کے الفاظ ہیں۔

والجملة فيه أن اللبس فى الصلاة ثلاثة أنواع :لبس مستحب، ولبس جائز من غير كراهة، ولبس مكروه.

أما المستحب فهو أن يصلى فى ثلاثة أثواب قميص وإزار ورداء وعمامة كذا ذكر الفقيه أبو جعفر الهندوانى فى غريب الرواية عن أصحابنا، وقال محمد :إن المستحب للرجل أن يصلى فى ثوبين إزار ورداء ؛ لأن به يحصل ستر العورة والزينة جميعا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ننگے سر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، اگر سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے، یعنی اس پر سر ڈھانکنا بار گزرے، یا نماز میں سر ڈھانکنے کو اہم چیز نہ سمجھے (یعنی نماز کے لئے سر ڈھانکنے کی اہمیت دل میں نہ ہو) اور نماز کے ساتھ تہاون کے یہی معنیٰ ہیں، اور اس کے معنیٰ نماز کی توہین اور تحقیر نہیں ہے، کیونکہ نماز کی توہین وتحقیر تو العیاذ باللہ کفر ہے، اور اگر عاجزی اور خشوع کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھے، تو حرج نہیں، اس لئے کہ عاجزی اور خشوع ہی نماز میں مقصود اصلی ہے، اور یہ جو فرمایا کہ حرج نہیں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ افضل یہی ہے کہ عاجزی وخشوع کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما اللبس الجائز بلا كراهة فهو أن يصلي في ثوب واحد متوشحا به أو قميص واحد؛ لأنه حصل به ستر العورة وأصل الزينة إلا أنه لم تتم الزينة، وأصله ما روى عن على أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -سئل عن الصلاة في ثوب واحد فقال :أو كلكم يجد ثوبين؟ أشار إلى الجواز ونبه على الحكمة وهي أن كل واحد لا يجد ثوبين، وهذا كله إذا كان الثوب صفيقا لا يصف ما تحته فإن كان رقيقا يصف ما تحته لا يجوز؛ لأن عورته مكشوفة من حيث المعنى، قال النبي -صلى الله عليه وسلم -لعن الله الكاسيات العاريات ثم لم يذكر في ظاهر الرواية أن القميص الواحد إذا كان محلول الجيب والزر هل تجوز الصلاة فيه ذكر ابن شجاع فيمن صلى محلول الإزار وليس عليه إزار أنه إن كان بحيث لو نظر رأى عورة نفسه من زيقه لم تجز صلاته وإن كان بحيث لو نظر لم ير عورته جازت.

وروى عن محمد -رحمه الله -في غير رواية الأصول إن كان بحال لو نظر إليه غيره يقع بصره على عورته من غير تكلف فسدت صلاته وإن كان بحال لو نظر إليه غيره لا يقع بصره على عورته إلا بتكلف فصلاته تامة فكأنه شرط ستر العورة في حق غيره لا في حق نفسه، وعن داود الطائي أنه قال :إن كان الرجل خفيف اللحية لم يجز؛ لأنه يقع بصره على عورته إذا نظر من غير تكلف فيكون مكشوف العورة في حق نفسه وستر العورة عن نفسه وعن غيره شرط الجواز، وإن كان كث اللحية جاز؛ لأنه لا يقع بصره على عورته إلا بتكلف فلا يكون مكشوف العورة.

وأما اللبس المكروه فهو أن يصلي في إزار واحد وسراويل واحد؛ لما روى عن النبي -صلى الله عليه وسلم -أنه نهى أن يصلي الرجل في ثوب واحد ليس على عاتقه منه شيء ولأن ستر العورة إن حصل فلم تحصل الزينة، وقد قال الله تعالى (يا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد)

وروى أن رجلا سأل عبد الله بن عمر عن الصلاة في ثوب واحد فقال :أرأيت لو أرسلتك في حاجة أكنت منطلقا في ثوب واحد؟ فقال :لا، فقال :الله أحق أن تتزين له، وروى الحسن عن أبي حنيفة أن الصلاة في إزار واحد فعل أهل الجفاء وفي ثوب متوشحا به أبعد من الجفاء وفي إزار ورداء من أخلاق الكرام(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،ج ا ص ٢١٩،كتاب الصلاة، فصل بيان ما يستحب في الصلاة وما يكره)

صورت میں بھی سر ننگا نہ کرے، اور عاجزی وخشوع اپنے دل سے اختیار کرے،
کیونکہ یہ دونوں دل کے اعمال ہیں (حلبی کبیر)

(۵)......اور حلبی صغیر شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ:

وَفِیْ قَوْلِہٖ لَا بَأْسَ إِشَارَةٌ إِلٰی أَنَّ الْأَوْلٰی أَن لَّا یَفْعَلَهٗ لِأَنَّ فِیْهِ تَرْکَ أَخْذِ الزِّیْنَةِ الْمَأْمُوْرِ بِهَا مُطْلَقًا فِی الظَّاهِرِ (حلبی صغیر، فصل کراھیة الصلاۃ)

ترجمہ: اور یہ جو فرمایا کہ حرج نہیں اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ افضل یہی ہے کہ عاجزی وخشوع کی صورت میں بھی سر ننگا نہ کرے، کیونکہ سر ننگا کرنے میں اس زینت کو چھوڑنا پایا جاتا ہے، جس کا شریعت کی طرف سے بظاہر ہر حال میں (یعنی خواہ خشوع ہو یا نہ ہو) حکم دیا گیا ہے (حلبی صغیر)

مطلب یہ ہے کہ خواہ کسی کی عاجزی یا خشوع کی نیت ہو تب بھی افضل یہی ہے کہ نماز سر ننگا کر کے نہ پڑھے، بلکہ سر ڈھانک کر نماز پڑھے، کیونکہ شریعت کی طرف سے نماز میں زینت کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ اعراف کی آیت کے ذیل میں گزر چکا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام بھی اسی وجہ سے سر ڈھانک کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

لہٰذا سر ڈھانکنے کی اس زینت کا حکم ہر صورت میں عائد ہوگا، خواہ عاجزی وخشوع کی نیت ہو یا نہ ہو، اور رہا معاملہ خشوع کا تو اس کا تعلق دل سے ہے، سر ڈھانکنا اس میں مُخل نہیں۔
لہٰذا سر ڈھانک کر نماز پڑھے، اور دل سے خشوع اختیار کرے۔

معلوم ہوا کہ کسل اور سر ڈھانکنے کی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے، اور آج کل سر ڈھانکے بغیر نماز پڑھنے کی وجہ یہی کسل اور سستی ہے، بلکہ ننگے سر رہنا اس دور میں ایک فیشن اور متکبرین کا طریقہ ہوگیا ہے، لہٰذا متکبرین کا طریقہ ہونے کی وجہ سے بھی

ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ [1]

---

[1] عوام الناس کے ننگے سر نماز پڑھنے کے عمل کے مکروہ ہونے کا حکم تو اسی سے واضح ہوگیا، لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے بنیتِ تذلل وخشوع ننگے سر نماز پڑھنے کو خلافِ اولیٰ قرار نہیں دیا، اور اس سے بڑھ کر مستحب تک قرار دے دیا ہے، مگر دلیل کی رُو سے اوپر ذکر کی گئی تحقیق ہمارے نزدیک راجح ہے، اس لئے اوپر اسی کو اختیار کیا گیا ہے، اگرچہ بعض متاخرین نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(وصلاته حاسرا) أى كاشفا (رأسه للتكاسل) ولا بأس به للتذلل، وأما للإهانة بها فكفر ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل إلا إذا احتاجت لتكوير أو عمل كثير (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ۱ ص ۶۴۱، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

اوراس کی شرح میں صاحبِ حاشیۃ الطحطاوی فرماتے ہیں کہ:

(قوله للتكاسل) اولحرارته او تخفيف كما فى المنح ،وفى الحجة كل شيئ لايلائم اعمال الصلاة وافعال المصلين يكره (قوله ولا بأس به للتذلل)ظاهره ان الاولى عدمه لما ذكره السيد الامام فى الملتقط انه يكره على الاطلاق لان الخشوع خشوع القلب وفى ذالك ترك هيئة الصلاة وتعظيمها ، وفى البحر مايفيد نفى الكراهة واما للاهانة بها فكفر لاللتهاون والفرق ان التهاون يرجع الى الكسل والاهانة ترجع الاستخفاف (حاشية الطحطاوى على الدر ج ۱ ص ۲۷۱)

علامہ حصکفی رحمہ اللہ اور صاحبِ حاشیۃ الطحطاوی کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بنیتِ تذلل ننگے سر نماز پڑھنے کا خلافِ اولیٰ ہونا راجح ہے۔

اور ردالمحتار میں ہے کہ:

(قوله للتكاسل) أى لأجل الكسل، بأن استثقل تغطيته ولم يرها أمرا مهما فى الصلاة فتركها لذلك، وهذا معنى قولهم تهاونا بالصلاة وليس معناه الاستخفاف بها والاحتقار لأنه كفر شرح المنية .قال فى الحلية :وأصل الكسل ترك العمل لعدم الإرادة، فلو لعدم القدرة فهو العجز .مطلب فى الخشوع

(قوله ولا بأس به للتذلل) قال فى شرح المنية :فيه إشارة إلى أن الأولى أن لا يفعله وأن يتذلل ويخشع بقلبه فإنهما من أفعال القلب .اهـ .وتعقبه فى الإمداد بما فى التجنيس من أنه يستحب له ذلك لأن مبنى الصلاة على الخشوع .اهـ.

قلت :واختلف فى أن الخشوع من أفعال القلب كالخوف أو من أفعال الجوارح كالسكون أو مجموعهما قال فى الحلية :والأشبه الأول، وقد حكى إجماع العارفين عليه وأن من لوازمه :ظهور الذل، وغض الطرف، وخفض الصوت، وسكون الأطراف، وحينئذ فلا يبعد القول بحسن كشفه إذا كان ناشئا عن تحقيق الخشوع بالقلب، ونص فى الفتاوى العتابية على أنه لو فعله لعذر لا يكره وإلا ففيه التفصيل المذكور فى المتن،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۶)......ابوعبیدہ مشہور بن حسن بن محمود بن سلمان لکھتے ہیں کہ:

يُسْتَحَبُّ أَنْ يَّكُوْنَ الْمُصَلِّيُ فِيْ أَكْمَلِ اللِّبَاسِ اللَّائِقِ بِهٖ ، وَمِنْهُ غِطَاءُ الرَّأْسِ بِعَمَامَةٍ أَوْ قَلَنْسُوَةٍ أَوْ (طَاقِيَةٍ أَوْ عَرُقِيَّةٍ) وَنَحْوِهٖ ذٰلِكَ مِمَّا اِعْتَادَ لُبْسُهٗ .فَكَشْفُ الرَّأْسِ لِغَيْرِ عُذْرٍ مَكْرُوْهٌ، وَلَا سَيِّمَا فِيْ صَلَاةِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وهو حسن .وعن بعض المشايخ أنه لأجل الحرارة والتخفيف مكروه، فلم يجعل الحرارة عذرا وليس ببعيد اهـ ملخصا (قوله ولو سقطت قلنسوته إلخ) هي ما يلبس في الرأس كما في شرح المنية ولفظ قلنسوته ساقط من بعض النسخ، المسألة ذكرها في شرح المنية فيما يفسد الصلاة عن الحجة، وفي الدرر عن التتارخانية :والظاهر أن أفضلية إعادتها حيث لم يقصد بتركها التذلل على ما مر(ردالمحتار، ج ۱ ص ۶۴۱، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

مگر مذکورہ عبارت میں بنیتِ تذلل وخشوع مستحسن ہونے کی طرف جو رجحان ظاہر کیا گیا ہے، وہ راجح معلوم نہیں ہوتا، اس کے مقابلہ میں دوسرے قول کے راجح ہونے کی وجوہ پہلے گزر چکی ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خشوع افعالِ قلب میں سے ہے، اس لئے بنیتِ خشوع یہ عمل مستحسن ہونا چاہئے، تو اس کا جواب شیخ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ کی عبارت میں بہت عمدہ گزر چکا ہے کہ خشوع کا افعالِ قلب میں سے ہونا اس عمل کے مکروہ یا خلافِ اولیٰ ہونے کی دلیل ہے، نہ کہ مستحسن ہونے کی، کیونکہ خشوع کا تعلق قلب سے ہے، تو اس مامور بہ کو قلب سے اختیار کیا جائے گا، اور عبادات کے لئے زینت اختیار کرنے کا تعلق ظاہر سے ہے، تو اس مامور بہ کو ظاہر سے اختیار کیا جائے گا، اور کسی ایک کو ترک کرنا بھی اس کی جہت سے کراہت سے خالی نہ ہوگا، خواہ دوسری جہت سے کراہت سے خالی ہو، وھو لایضر.

رہا مذکورہ عبارت میں تاتارخانیہ کی طرف اس قول کی نسبت کا معاملہ تو تاتارخانیہ کے دونوں مقامات کی مکمل عبارات ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں، اور ان کا اپنا رجحان بھی عرض کر چکے ہیں، لہٰذا ان کی طرف مذکورہ نسبت سے اتفاق نہیں۔

علاوہ ازیں بنیتِ تذلل وخشوع اس عمل کے سوائے مرد کے احرام کی حالت کے خارج میں وجود کی بھی کوئی صورت غور کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکی، اور نماز کی حالت کو احرام پر قیاس کرنا درست نہیں، کما ھو ظاھر۔ الا یہ کہ کسی پر کسی خاص باطنی کیفیت کا غلبہ ہو، مگر اس سے شریعت کا ظاہری عمومی حکم تو تبدیل نہیں ہوسکتا، اور یہ بات علامہ کوثری کے حوالہ سے پیچھے گزر چکی ہے، کہ ننگے سر نماز پڑھنا سنتِ متوارثہ اور عملِ متوارث کے خلاف ہونے کے علاوہ اہلِ کتاب اور اہلِ بدعت کی ایک جماعت کے ساتھ تشبہ میں بھی داخل ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ننگے سر نماز پڑھنا اسلام کی رُو سے تذلل میں داخل نہیں۔ فبنية التذلل والخشوع يلزم التشبه باهل الكتاب واهل البدعة بل باهل الفسق۔

واللہ اعلم۔ محمد رضوان

الْفَرِيْضَةِ ، وَلَا سِيَّمَا مَعَ الْجَمَاعَةِ(القول المبين فی اخطاء المصلين) [1]

ترجمہ: نمازی کے لئے یہ بات پسندیدہ ہے کہ وہ کامل اور اکمل لباس میں نماز پڑھے، جو نماز کے شایانِ شان ہو، جس میں عمامہ یا ٹوپی یا رومال وغیرہ سے جس کا پہننا معتاد ہو اس سے سر ڈھانکنا بھی داخل ہے، پس بغیر عذر کے سر کھولنا مکروہ ہے، خاص طور پر فرض نماز میں اور بالخصوص جماعت کے ساتھ (القول المبین)

جناب ناصر الدین البانی صاحب سے ثبوت

اور ناصر الدین البانی صاحب مرحوم باوجودیکہ احادیث پر نقد وجرح کے بارے میں متشدد شمار کیے جاتے ہیں، لیکن انہوں نے اس مسئلہ پر بہت مدلل اور مفصل کلام کیا ہے، جو کہ موجودہ دور کے فقہاء کی تقلید کے منکرین کے ٹوپی کے بغیر نماز پڑھنے کے طرزِ عمل کے خلاف حجت ہے۔

اُن کی عبارت مع ترجمہ کے مندرجہ ذیل ہے کہ:

وَالَّذِيْ أَرَاهُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنَّ الصَّلَاةَ حَاسِرَ الرَّأْسِ مَكْرُوْهَةٌ ذٰلِكَ أَنَّهُ مِنَ الْمُسَلَّمِ بِهِ اِسْتِحْبَابُ دُخُوْلِ الْمُسْلِمِ فِى الصَّلَاةِ فِيْ أَكْمَلِ هَيْئَةٍ إِسْلَامِيَّةٍ لِلْحَدِيْثِ الْمُتَقَدِّمِ فِي الْكِتَابِ . . " :فَإِنَّ اللهَ أَحَقُّ أَنْ يُّتَزَيَّنَ لَهُ "وَلَيْسَ مِنَ الْهَيْئَةِ الْحَسَنَةِ فِيْ عُرْفِ السَّلْفِ اِعْتِيَادُ حَسْرِ الرَّأْسِ وَالسَّيْرُ كَذٰلِكَ فِى الطُّرُقَاتِ وَالدُّخُوْلُ كَذٰلِكَ فِيْ أَمَاكِنِ الْعِبَادَاتِ بَلْ هٰذِهِ عَادَةٌ أَجْنَبِيَّةٌ تَسَرَّبَتْ إِلٰى كَثِيْرٍ مِّنَ الْبِلَادِ الْإِسْلَامِيَّةِ حِيْنَ مَا دَخَلَهَا الْكُفَّارُ وَجَلَبُوْا إِلَيْهَا عَادَاتُهُمُ الْفَاسِدَةُ فَقَلَّدَهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْهَا فَأَضَاعُوْا بِهَا وَبِأَمْثَالِهَا

---

[1] ص ٥٦، الفصل الاول، صلاة مكشوف الرأس، الناشر: دار ابن القيم، المملكة العربية السعودية، دار ابن حزم، لبنان.

مِنَ التَّقَالِيْدِ شَخْصِيَّتَهُمُ الْإِسْلَامِيَّةَ فَهٰذَا الْعَرْضُ الطَّارِءُ لَا يَصْلَحُ أَنْ يَّكُوْنَ مَسُوْغًا لِمُخَالَفَةِ الْعُرْفِ الْإِسْلَامِيِّ السَّابِقِ وَلَا اِتِّخَاذَهُ حُجَّةً لِجَوَازِ الدُّخُوْلِ فِى الصَّلَاةِ حَاسِرَ الرَّأْسِ.

وَأَمَّا اِسْتِدْلَالُ بَعْضِ إِخْوَانِنَا مِنْ أَنْصَارِ السُّنَّةِ فِىْ مِصْرٍ عَلٰى جَوَازِهٖ قِيَاسًا عَلٰى حَسْرِ الْمُحْرِمِ فِى الْحَجِّ فَمِنْ أَبْطَلِ قِيَاسٍ قَرَأْتُهُ عَنْ هٰؤُلَاءِ الْإِخْوَانِ كَيْفَ وَالْحَسْرُ فِى الْحَجِّ شَعِيْرَةٌ إِسْلَامِيَّةٌ وَمِنْ مَنَاسِكِهِ الَّتِىْ لَا تُشَارِكُهُ فِيْهَا عِبَادَةٌ أُخْرٰى وَلَوْ كَانَ الْقِيَاسُ الْمَذْكُوْرُ صَحِيْحًا لَلَزِمَ الْقَوْلُ بِوُجُوْبِ الْحَسْرِ فِى الصَّلَاةِ لِأَنَّهُ وَاجِبٌ فِى الْحَجِّ وَهٰذَا إِلْزَامٌ لَا اِنْفِكَاكَ لَهُمْ عَنْهُ إِلَّا بِالرُّجُوْعِ عَنِ الْقِيَاسِ الْمَذْكُوْرِ وَلَعَلَّهُمْ يَفْعَلُوْنَ.

وَكَذٰلِكَ اِسْتِدْلَالُهُ بِحَدِيْثِ عَلِيٍّ مَرْفُوْعًا " :اِئْتُوا الْمَسَاجِدَ حَسْرًا وَمُعَصِّبِيْنَ فَإِنَّ الْعَمَائِمَ تِيْجَانُ الْمُسْلِمِيْنَ "اِسْتِدْلَالٌ وَاهٍ لِأَنَّ الْحَدِيْثَ ضَعِيْفٌ جِدًّا أَعْتَقِدُ أَنَّهُ مَوْضُوْعٌ لِأَنَّهُ مِنْ رِوَايَةِ مَيْسَرَةَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ وَهُوَ وَضَّاعٌ بِاِعْتِرَافِهٖ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ : مَتْرُوْكٌ

وَقَالَ الْمَنَاوِىُ فِىْ "شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ " : "وَمِنْ ثَمَّ رَمَزَ الْمُؤَلِّفُ لِضُعْفِهٖ لٰكِنْ يَشْهَدُ لَهُ مَا رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ بِلَفْظِ :اِئْتُوا الْمَسَاجِدَ حَسْرًا وَمُقَنِّعِيْنَ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ سِيْمَا الْمُسْلِمِيْنَ "

قُلْتُ :لَمْ يَسُقِ الْمَنَاوِىُ إِسْنَادَهُ لِيُنْظَرَ فِيْهِ وَهَلْ يَصْلَحُ شَاهِدًا لِهٰذَا الْحَدِيْثِ الْمَوْضُوْعِ أَمْ لَا ؟ وَجُمْلَةُ الْقَوْلِ أَنَّهُ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ جِدًّا عَلٰى أَقَلِّ الْأَحْوَالِ فَالْإِسْتِدْلَالُ بِهٖ غَيْرُ جَائِزٍ وَالسُّكُوْتُ عَنْهُ إِثْمٌ .

ثُمَّ تَبَيَّنَ لِىْ أَنَّ الْحَدِيْثَ بِلَفْظَيْهِ عِنْدَ اِبْنِ عَدِيٍّ مِنْ طَرِيْقِ ذَاكَ

الْوَضَّاعِ وَمِنْ طَرِيْقِهِ عِنْدَ ابْنِ عَسَاكِرٍ بِاللَّفْظِ الْآخَرِ أَوْرَدَهُ السُّيُوْطِيُّ فِي "الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ" بِاللَّفْظِ الْأَوَّلِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَدِيٍّ. وَفِي " الْجَامِعِ الْكَبِيْرِ "بِاللَّفْظِ الْآخَرِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَدِيٍّ وَابْنِ عَسَاكِرٍ فَتَوَهَّمَ الْمَنَاوِيُّ بِأَنَّهُ حَدِيْثٌ آخَرُ بِإِسْنَادٍ آخَرَ فَجَعَلَهُ شَاهِدًا لِلْأَوَّلِ وَمِنَ الظَّاهِرِ أَنَّهُ لَمْ يَقِفْ عَلٰى إِسْنَادِ ابْنِ عَسَاكِرٍ وَإِلَّا لَمْ يَقَعْ مِنْهُ هٰذَا الْخَلْطُ وَالْخَبْطُ الَّذِيْ قَلَّدَتْهُ فِيْهِ لُجْنَةُ تَحْقِيْقِ "الْجَامِعِ الْكَبِيْرِ "بِمَجْمَعِ الْبُحُوْثِ الْإِسْلَامِيَّةِ (۱/۱۳۱/۳۲/و۳۳) فِيْ مِصْرَ وَلَوْ فَرَضْنَا أَنَّ اللَّفْظَ الثَّانِيَ سَالِمٌ مِنْ مِثْلِ هٰذَا الْوَضَّاعِ فَهُوَ لَا يَصْلَحُ شَاهِدًا لِلْأَوَّلِ لِأَنَّ الشَّاهِدَ لَا يَنْفَعُ فِي الْمَوْضُوْعِ بَلْ وَلَا فِي الضَّعِيْفِ جِدًّا وَقَدْ ذَكَرَ الْمَنَاوِيُّ نَفْسُهُ نَحْوَ هٰذَا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَجَلَّ مَنْ لَا يَنْسٰى.

وَالْحَدِيْثُ قَدْ خَرَّجْتُهُ فِي "الضَّعِيْفَةِ "(۱۲۹۶)

وَأَمَّا اِسْتِحْبَابُ الْحَسْرِ بِنِيَّةِ الْخُشُوْعِ فَابْتِدَاعُ حُكْمٍ فِي الدِّيْنِ لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ إِلَّا الرَّأْيُ وَلَوْ كَانَ حَقًّا لَفَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ فَعَلَهُ لَنُقِلَ عَنْهُ وَإِذْ لَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ دَلَّ ذٰلِكَ أَنَّهُ بِدْعَةٌ فَاحْذَرْهَا .

وَمِمَّا سَلَفَ تَعْلَمُ أَنَّ نَفْيَ الْمُؤَلِّفِ وُرُوْدُ دَلِيْلٍ بِأَفْضَلِيَّةِ تَغْطِيَةِ الرَّأْسِ فِي الصَّلَاةِ لَيْسَ صَوَابًا عَلٰى إِطْلَاقِهِ إِلَّا إِنْ كَانَ يُرِيْدُ دَلِيْلًا خَاصًّا فَهُوَ مُسَلَّمٌ وَلٰكِنَّهُ لَا يَنْفِيْ وُرُوْدَ الدَّلِيْلِ الْعَامِّ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ آنِفًا وَهُوَ التَّزَيُّنُ لِلصَّلَاةِ بِالزَّيِّ الْإِسْلَامِيِّ الْمَعْرُوْفِ مِنْ قَبْلِ هٰذَا الْعَصْرِ وَالدَّلِيْلُ الْعَامُّ حُجَّةٌ عِنْدَ الْجَمِيْعِ عِنْدَ عَدَمِ الْمُعَارِضِ فَتَأَمَّلْ (تمام

المنة) [1]

ترجمہ: اور میری اس مسئلہ میں یہ رائے ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ مسلمان کا نماز میں اسلامی اچھی حالت میں داخل ہونا مستحب ہے، اس حدیث کی وجہ سے جو اسی کتاب میں گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے اور سلف کے عرف میں سر ننگا کرنے اور راستوں میں ننگے سر پھرنے کی عادت اور اسی طرح عبادات کے مقامات میں ننگے سر رہنے کی عادت اچھی حالت شمار نہیں ہوتی۔

بلکہ یہ عادت (اسلام کے اعتبار سے) اجنبی حالت ہے، اور اکثر اسلامی ملکوں میں اس وقت سے شروع ہوئی ہے، جب سے ان ملکوں میں کفار داخل ہوئے اور اسلامی ملکوں میں ان کی فاسد اور خراب عادتیں آئیں، پھر مسلمانوں نے ان عادتوں میں ان کافروں کی تقلید کی تو انہوں نے ننگے سر رہنے اور اس جیسی دوسری عادتوں میں کافروں کی تقلید کر کے اپنے اسلامی تشخص کو ضائع و برباد کر لیا، پس یہ بعد میں پیدا ہونے والی کافروں کی بُری عادت اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ پہلے اسلامی عرف و رواج کو بدل سکے، اور نہ ہی اس کو یہ بری عادت نماز میں ننگے سر داخل ہونے کے جواز کی حجت بن سکتی ہے۔

اور رہا مصر میں ہمارے بعض سنت کے پیروکار بھائیوں کا ننگے سر کے جواز کو حج میں احرام والے شخص کے ننگے سر ہونے پر قیاس کرنا تو ان بھائیوں کا یہ قیاس جو میں نے پڑھا ہے، بالکل باطل ہے، اور یہ قیاس صحیح کیونکر ہو سکتا ہے، کیونکہ حج میں ننگے سر رہنا اسلامی شعار ہے، اور حج کے ان مناسک میں سے ہے کہ جن میں کوئی دوسری عبادت شریک نہیں، اور اگر مذکورہ قیاس صحیح ہوتا تو پھر نماز میں ننگا سر ہونے

---

[1] فی التعلیق علی فقه السنة للالبانی ج ۱ ص ۱۶۴ تا ۱۶۶، القاعة الخامسة عشرة، ومن شروط الصلاة، الناشر: دارالراية، مصر.

کا قول کرنا لازم ہوگا (نہ کہ جائز) کیونکہ حج میں (بحالتِ احرام) یہ واجب ہے اور یہ ایسا الزام ہے کہ ان لوگوں کے لیے اس سے چھٹکارے کا کوئی راستہ نہیں، سوائے اس کے کہ وہ اپنے مذکورہ قیاس سے رجوع کریں، اور شاید کہ وہ اپنے قیاس سے رجوع کرلیں۔

اور اسی طرح ننگے سر نماز پڑھنے پر حضرت علی کی اس مرفوع حدیث سے استدلال کرنا کہ ''تم مساجد میں آؤ، ننگے سر اور کپڑا باندھ کر، کیونکہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں، یہ بھی بالکل بے کار استدلال ہے، کیونکہ یہ حدیث بہت سخت ضعیف ہے، جس کے بارے میں میرا اعتقاد یہ ہے کہ من گھڑت حدیث ہے، کیونکہ یہ میسرہ بن عبدِ ربہ کی روایت ہے، اور وہ اپنے اعتراف کے مطابق جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

اور امام عراقی نے اس کو متروک فرمایا ہے، اور امام مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں فرمایا ''اور اسی وجہ سے مصنف (یعنی علامہ سیوطی) نے اس کے ضعف کا اشارہ قائم کیا ہے، لیکن اس کی شاہد ابنِ عساکر کی وہ روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ تم مساجد میں ننگے سر اور سر ڈھانک کر آؤ، کیونکہ یہ مسلمانوں کی پہچان ہے'' میں کہتا ہوں کہ امام مناوی نے اس روایت کی سند ذکر نہیں فرمائی، تاکہ دیکھا جاتا کہ یہ روایت اس موضوع روایت کی شاہد بننے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں۔

اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کم از کم درجے میں یہ حدیث شدید ضعیف ہے، پس اس سے استدلال جائز نہیں، اور اس پر خاموشی گناہ ہے۔

پھر اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ حدیث انہی لفظوں کے ساتھ ابنِ عدی نے اس حدیث گھڑنے والے کے حوالے سے ہی روایت کی ہے، اور اسی کے حوالے سے ابنِ عساکر نے بھی دوسرے الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے، جس کو امام سیوطی

نے جامع صغیر میں ابنِ عدی کی روایت سے پہلے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اور جامع کبیر میں ابنِ عدی اور ابنِ عساکر کی روایت سے دوسرے الفاظ میں روایت کیا ہے، جس سے امام مناوی کو یہ وہم ہوگیا کہ یہ دوسرے الفاظ کے ساتھ دوسری حدیث ہے۔

اس وجہ سے انہوں نے اس کو پہلی حدیث کا شاہد قرار دے دیا، اور بظاہر یہی لگتا ہے کہ وہ ابنِ عساکر کی سند سے واقف نہیں ہوئے، ورنہ ان سے یہ خلط واقع نہ ہوتا، اور اسی خلط کی جامع کبیر کی لجنہ نے بھی تقلید کی ہے، بحوث اسلامیہ مصر کی جماعت نے، جس کی قرارداد نمبر ۱/۳۱ تا ۳۳ ہے۔

اور اگر یہ بات فرض بھی کر لی جائے کہ دوسرے الفاظ اس جیسی حدیث کے گھڑنے والے سے پاک ہیں، تو بھی یہ پہلی روایت کی شاہد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اس لیے کہ شاہد، موضوع (گھڑی ہوئی) حدیث کے لیے نفع بخش نہیں ہوتا، بلکہ شدید ضعیف کے لیے بھی فائدہ مند نہیں ہوتا۔

اور امام مناوی نے خود ہی اس کے علاوہ دوسری حدیث میں اس کے مثل بات ذکر فرمائی ہے، لیکن نہ بھولنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اور اس حدیث کی میں نے ضعیفہ میں (۱۲۹۶ نمبر میں) تخریج کر دی ہے۔

اور رہا خشوع کی نیت سے ننگے سر نماز پڑھنے کے مستحب ہونے کا معاملہ تو یہ دین میں بدعت ہے، اس پر رائے کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے، اور اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اہتمام فرماتے، اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہوتا تو یہ منقول بھی ہوتا، اور جب یہ عمل منقول نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ بدعت ہے، جس سے بچنا چاہیے۔

اور گزشتہ بحث سے آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ (فقہ السنۃ کتاب کے) مؤلف

(سید سابق) کا نماز سر ڈھانک کر پڑھنے کی فضیلت کی دلیل کی نفی کرنا اپنے اطلاق کے ساتھ درست نہیں ہے، مگر یہ کہ ان کی مراد دلیلِ خاص ہو، تو یہ بات مسلم ہے۔

لیکن عام دلیل کے وارد ہونے کی نفی نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں، اور وہ نماز کے لیے اسلام کے اس معروف طریقے سے زینت حاصل کرنا ہے، جو کہ اس زمانے سے پہلے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے مستقل) رائج تھا، اور جب کوئی معارض نہ ہو تو عام دلیل سب کے نزدیک حجت ہوا کرتی ہے۔

پس آپ اچھی طرح غور کر لیجیے (تمام المنہ)

اور ایک مقام پر جناب ناصر الدین البانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

وَيُغْنِيْنَا عَنْهُ قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَلْبَسْ ثَوْبَيْهِ فَإِنَّ اللهَ أَحَقُّ مَنْ تُزَيَّنَ لَهُ . "وَهُوَ مُخَرَّجٌ فِيْ "صَحِيْحِ أَبِيْ دَاوُدَ "(٦٤٥) فَإِنَّ سَتْرَ الرَّأْسِ مِنَ الزِّيْنَةِ عِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ لَمْ يَتَأَثَّرُوْا بِعَادَاتِ الْكَافِرِيْنَ كَمَا تَقَدَّمَ (سلسلة الاحاديث الضعيفة) [1]

ترجمہ: اور ہمارے لیے اس کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کافی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے، تو اسے چاہیے کہ دو کپڑے پہن لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے، اور یہ حدیث صحیح ابی داؤد میں (۶۴۵ نمبر کے ذیل میں) تخریج کر دی گئی ہے، پس سر کا ڈھانکنا ان مسلمانوں کے نزدیک زینت میں سے ہے، جو کافروں کی عادات سے متأثر نہیں ہوئے، جیسا کہ گزر چکا (سلسلہ احادیثِ ضعیفہ)

---

[1] ج٦ص ٥١، ٥٢، تحت رقم الحديث ٢٥٣٨، الناشر: دار المعارف، الرياض -المملكة العربية السعودية.

فائدہ: مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض حضرات ایک حدیث جو یہ پیش کیا کرتے ہیں کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ننگے سر اور عمامہ پہن کر آنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس کو مسلمانوں کی نشانی بتلایا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ نماز یا تو عمامہ پہن کر پڑھنی چاہیے یا پھر ننگے سر پڑھنی چاہیے۔

اور ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اس حدیث کے مطابق نہیں۔

تو ان حضرات کی طرف سے پیش کردہ وہ حدیث سند کے اعتبار سے درست نہیں۔

اور اس کے علاوہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے سر ڈھک کر اور ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کی احادیث وروایات پیش کردی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے اس ناقابلِ اعتبار حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

جناب ناصر الدین البانی صاحب نے ہی اس حدیث کو بھی موضوع قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] ائتوا المساجد حسرا و مقنعين ، فإن ذلک من سيما (و فی لفظ :فإن العمائم تيجان) المسلمين.

موضوع رواه ابن عدی (ق ۳۳۸/۲) عن مبشر بن عبيد عن الحكم عن يحيی الجزار باللفظ الأول، و عن عبد الرحمن بن أبی ليلٰى باللفظ الآخر عن علی بن أبی طالب مرفوعا ، و قال : "و مبشر هذا بين الأمر فی الضعف ، و عامة ما يرويه غير محفوظ . " قلت :قال الإمام أحمد : "كان يضع الحديث . "و قال ابن حبان فی "الضعفاء و المتروكين "(۳/۳۰) ": يروی عن الثقات الموضوعات ، لا يحل كتابة حديثه إلا على جهة التعجب . "قلت :و هذا الحديث مما سود به السيوطی كتابه "الجامع الصغير "، فأورده فيه من رواية ابن عدی باللفظ الأول ، و أورده فی " الجامع الكبير "

باللفظ الآخر من رواية ابن عدی و ابن عساكر ، و قد أخرجه هذا فی جزء "أربعين حديثا فی الطيلسان (ق ۵۴/۱ رقم الحديث ۲۸) من طريق مبشر هذا . و لم يتنبه المناوی لهذا ، فإنه بعد أن أعل اللفظ الأول بأن فيه مبشر بن عبيد و قال نقلا عن العراقی أنه متروک قال : "و من ثم رمز المؤلف لضعفه ، لكن يشهد له ما رواه ابن عساكر بلفظ . " ...فذكره باللفظ الآخر !و مداره كالأول على ذاک الوضاع .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز بعض حضرات جو یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ ٹوپی کے بغیر بھی نماز ہوجاتی ہے، اور بعض اسلامی ملکوں میں ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج ہے۔

لہٰذا ننگے سر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس اعتراض کا جواب بھی جناب ناصرالدین البانی صاحب نے مفصل انداز میں بیان کردیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ننگے سر نماز ادا ہوجانے سے اس طریقہ کا سنت کے مطابق ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ ایسی بہت سے چیزیں ہیں کہ جو خلافِ سنت اور مکروہ ہیں، اور ان کے اختیار کرنے کو دین میں پسند نہیں کیا گیا، اور ننگے سر ہونے کا طریقہ وعادت بنیادی طور پر کافروں کی طرف سے آئی ہے، مسلمانوں میں یہ عادت نہ تھی، اور اسلام نے اس عادت کو پسند نہیں کیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

و خفی هذا علی اللجنة القائمة علی تحقیق "الجامع الکبیر "فنقلوا کلام المناوی هذا و أقروه !فهکذا فلیکن التحقیق ، و من لجنة من العلماء المتخصصین کما قال الدکتور محمد عبد الرحمن بیصار فی تقدیمه للکتاب (۳/۱/۱) و لیس من محقق واحد و مع أن المناوی أفاد عن العراقی أن مبشرا متروک کما تقدم و ذلک یعنی أن الإسناد ضعیف جدا ، فإنه لم یلتزم ذلک فإنه قال فی کتابه الآخر "التیسیر بشرح الجامع الصغیر "الذی هو کالمختصر لـ "فیض القدیر "له ":رواه ابن عدی عن علی أمیر المؤمنین بسند ضعیف ! "و لعل ذلک کان بسبب ما توهمه من الشاهد المزعوم ، فالله المستعان ، و من عصمه فهو المعصوم (السلسلة الضعیفة ج۳ص ۴۵۹، ۴۶۰، تحت رقم الحدیث ۱۲۹۶)

[1] فإنه یعنی أن الأصل فی الأشیاء الإباحة ، وهی قاعدة أصولیة معروفة ، لکن الغماری یعمی علی القراء ، لأن هذا الأصل غایة ما یفید جواز الصلاة حاسر الرأس ، ولم یکن البحث بینه وبین المتعلمین الذین أشار إلیهم فی المقدمة الجواز أو عدمه ، وإنما فیما هو الأفضل اللائق بالمصلی ، فحاد عن ذلک ، وأخذ یجادل بالباطل ، کقوله ":إن المسألة تختلف باختلاف العادات و التقالید، فمن البلاد من یکون من عادة أهلها تعریة رأسها حین مقابلة العظماء ! "

فأقول :نعم ، ولکن عادة من هذه یا ...آلمسلمین أم النصاری الذین نقلوا هذه العادة إلی بعض البلاد الإسلامیة فتأثر بها من تأثر من المسلمین ، والذین لا یزالون إذا دخلوا کنیسة حسروا عن رؤوسهم ؟ !فبدل أن تحذر المسلمین من تقلیدهم فی ذلک أقررتهم علیه وألزمت الشافعیة منهم بأنه یسن فی حقهم تعریة الرأس فی الصلاة !؟ فهلا قلت لهم فی الحسر کما قلت فی التمثیل ":إنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض غیر مقلد حضرات سے ثبوت

آج کل غیر مقلد کہلائے جانے والے بہت سے حضرات عام طور پر نہ صرف یہ کہ ننگے سر نماز پڑھنے کے عادی ہیں، بلکہ اس میں کوئی عیب بھی نہیں سمجھتے، اور ننگے سر نماز پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں،اورٹوپی کی اہمیت کولوگوں کے دِلوں سے کم کرتے ہیں۔

حالانکہ ان کے مسلک کے کئی بڑے حضرات نے بھی ننگے سر نماز پڑھنے کوخلافِ سنت اور مکروہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ وحید الزمان صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا يعرف إلا عن طريق الأوربيين ، وهم الذين أظهروه في الشرق ونهينا عن التشبه بهم في كل ما لا نفع فيه "؟!ونحو ما تقدم قياسه المصلي غير المحرم على المحرم ، وهذا مما لا يخفى بطلانه عليه هو نفسه فضلا عن غيره ، ولكن صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ قال ":أخوف ما أخاف على أمتي . " ....وإن مما يؤكد لك أن مجادلته بالباطل أنه يقرر في كثير من رسائله أن الحديث الضعيف يعمل به في فضائل الأعمال ويثبت به الاستحباب عنده ، وقد ذكر في رسالته ":الإزالة" (ص ٢١) أحاديث ستة في فضل الصلاة في العمامة ، وضعفها جدا إلا الحديث الأول منها ، وهو عن جابر مرفوعا بلفظ ":ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة . "ونقل عن السخاوي أنه قال فيه ":لا يثبت "، وعن المناوي ":حديث غريب "، وقال عقبه مقلدا لهما ":قلت : وهذا الحديث مع ضعفه أقوى ما ورد في هذا الباب . "قلت :فإذا كان الأمر كذلك عندك ، فمعناه أنه ليس شديد الضعف عندك ، وحينئذ يلزمك أن تثبت به استحباب ستر الرأس بناء على مذهبك في استحباب العمل بالحديث الضعيف !فلماذا تركت مذهبك وقاعدتك في هذه ، وسودت صفحات لترد بها على أولئك النفر المتعلمين ، أليس موقفك من باب اللعب على الحبلين ، أو الوزن بكيلين ، وكما قال رب العالمين :(وإذا دعوا إلى الله ورسوله ليحكم بينهم إذا فريق منهم معرضون .وإن يكن لهم الحق يأتوا إليه مذعنين) ؟!أقول هذا مخاطبا لك بما اعتقدت من ضعف الحديث ، وإلا فهو عندي كالأحاديث الأخرى -موضوع ، كما حققته في "الضعيفة "(٥٦٩٩) ، ويغنينا عنه قوله صلى الله عليه وسلم ":إذا صلى أحدكم فليلبس ثوبيه فإن الله أحق من تزين له . "وهو مخرج في "صحيح أبي داود "(٦٤٥)

فإن ستر الرأس من الزينة عند المسلمين الذين لم يتأثروا بعادات الكافرين كما تقدم .والله سبحانه وتعالى أعلم (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء في الأمة.للالباني ،تحت حديث رقم ٢٥٣٨)

وَصَلاتُهُ حَاسِرًا رَأْسَهُ لِلتَّكَاسُلِ وَلَابَأْسَ بِهِ لِلتَّذَلُّلِ ،وَلَوْ سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهُ فِي الصَّلَاةِ فَإِعَادَتُهَا اَفْضَلُ اِنْ لَّمْ يَحْتَجَّ اِلٰى عَمَلٍ كَثِيْرٍ

(نزل الابرار) [1]

ترجمہ: اور سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور تذلل کی وجہ سے حرج نہیں۔ [2]

اور اگر نمازی کی ٹوپی نماز میں سر سے گر پڑے تو اس کو سر پر دوبارہ رکھ لینا افضل ہے، اگر عملِ کثیر کی ضرورت نہ پڑے (نزل الابرار)

اور علامہ سید داؤد غزنوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ابتداءِ اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری، جس میں بصراحت مذکور ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو، چہ جائے کہ معمول بنالیا ہو، اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے، بند کرنا چاہئے، اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی، اگر تعبد اور خضوع اور خشوع و عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا، اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد یا خشوع، خضوع کی علامت نہیں، اور اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا، ’’وَلَا يَأْتُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى ‘‘یعنی اور نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر، غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔

فقط سید محمد داؤد الغزنوی، ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۲۹۱)

---

[1] ج ۱ ص ۱۱۴ ،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها ،ناشر: جمعية اهل السنة،لاهور.
[2] تذلل کی وجہ سے عدمِ کراہت پر بحث پیچھے گزر چکی ہے۔

اور علامہ ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں کہ:

نماز کا مسنون طریقہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام ثابت ہے، یعنی بدن پر کپڑا اور سر ڈھکا ہوا پگڑی سے یا ٹوپی سے (فتاویٰ ثنائیہ ج۱ ص۵۲۵)

اور مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ:

غرض کسی بھی حدیث سے بلا عذر ننگے سر نماز کی عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بدعملی کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے، بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں، العیاذ باللہ! کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔

مقصد یہ ہے کہ سر ننگا رکھنے کی عادت اور بلا وجہ ایسا کرنا اچھا فعل نہیں ہے۔

یہ عمل فیشن کے طور پر روز بروز بڑھ رہا ہے، یہ اور بھی نامناسب ہے، ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل وفراست سے متعلق ہے، اگر اس جنسِ لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے، ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ج۴ ص۲۸۹)

اور مولانا ابوسعید محمد شرف الدین صاحب (شاگرد میاں نذیر حسین صاحب) لکھتے ہیں کہ:

بحکمِ خداوندی ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' (ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے، اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا ایجادِ بندہ (یعنی بدعت) اور خلافِ سنت ہے

(فتاویٰ ثنائیہ ج۱ ص۵۹۲)

اور مولانا عبدالستار صاحب (امام ومفتی غربائے اہلِ حدیث) لکھتے ہیں کہ:

ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ وافضل ہے، کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعثِ زیب وزینت ہے (فتاویٰ ستاریہ ج۳ ص۵۹)

اور مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی لکھتے ہیں کہ:

ننگے سر نماز ہو جاتی ہے مگر بطورِ فیشن لا پرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل یہ عادت بنا لینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جا رہا ہے، ہمارے نزدیک صحیح نہیں، نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا (اہلِ حدیث سوہدرہ ج۱۵ شمارہ ۱۲، فتاویٰ علمائے حدیث ج۴ ص۲۸۱)

پس ان حوالہ جات کی روشنی میں غیر مقلد کہلائے جانے والے حضرات کو بھی ٹوپی پہننے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اس باب کا خلاصہ

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ننگے سر رہنے سہنے اور خاص طور پر ننگے سر نماز پڑھنے کا طریقہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، اور یہ کافروں اور غیر مسلموں سے مسلمانوں میں آیا ہے۔

اور بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ اور خلافِ سنت عمل ہے، اور اس کو باعثِ ثواب سمجھنا اور زیادہ برا ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل جو بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھنے کی لوگوں کو تلقین کرتے پھرتے ہیں، وہ خود سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کی سنت کا ذرا اہتمام نہیں کرتے۔

اور مزید براں اس سنت کے غیر ضروری وغیرہ ہونے کا بہانہ کر کے اس کی اہمیت کو لوگوں کے دلوں سے کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہ نہیں سوچتے کہ یوں تو اور بھی بہت سی غیر ضروری سنتیں ہیں، پھر ان کی تبلیغ و تشہیر پر کیوں زور دیتے ہیں۔

انصاف کا تقاضا ہرگز بھی یہ نہیں ہے۔

کیونکہ یہ تو اس کا مصداق ہے کہ:

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ (سورة البقرة آيت نمبر ۸۵)

کہ تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان رکھتے ہو، اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

معلوم نہیں کہ اس مسئلہ میں یہ سنت کہاں غائب ہو جاتی ہے؟ اور وہ لوگوں کو سنت کی تعلیم و تلقین کا عین درس دیتے وقت ننگے سر کیوں ہوتے ہیں۔

فیاللعجب۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا؛ جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اللہ تعالیٰ تعصب سے بچ کر تمام مسلمانوں کو متحد و متفق ہو کر سنت طریقوں پر عمل پیرا ہونے اور حق کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے، اور غیر مسلموں اور نافرمانوں کی تقلید و اتباع کرنے سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

خلاصۂ کلام

محترم قارئین اور معزز مسلمانانِ اسلام!

آپ حضرات نے ٹوپی پہننے اور سر ڈھانپنے اور ننگے سر رہنے کی عادت کے بارے میں شریعت کی تعلیمات وہدایات ملاحظہ فرمالیں۔

اور یہ بات معلوم ہوچکی کہ حیاء وغیرت اور انسانی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان دوسروں کے سامنے اور بطورِ خاص اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز وعبادت کے وقت سر ڈھانپ کر رکھے اور عمامہ یا ٹوپی پہن کر اسلامی شان وشوکت اور تہذیب وثقافت کا مظاہرہ کرے۔

اور عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیائے کرام اور صحابہ واولیائے کرام کی سنت ہے۔

اور اس کے برعکس ننگے سر رہنا اور اس کی عادت بنالینا ایک طرف تو انسانی شرافت وغیرت اور حیاء کے خلاف ہے اور دوسری طرف اسلامی ثقافت وتہذیب کے بھی خلاف ہے۔

لیکن افسوس کہ آج کل اکثر مسلمان ننگے سر رہنے کے عادی ہوچکے ہیں، اور اس میں نہ کوئی شرم وعار محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی اسلامی تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں، بلکہ نعوذ باللہ تعالیٰ سر پر عمامہ اور ٹوپی پہننے کو باعثِ شرم وعار سمجھنے لگے ہیں۔

اور ننگے سر رہنے کا ایسا فیشن بن گیا ہے، اور وبائے عام کی شکل اختیار کرچکا ہے کہ نعوذ باللہ تعالیٰ اس میں فخر محسوس کیا جانے لگا ہے، جو ایمان کے لئے انتہائی خطرناک صورتحال ہے۔

اور بہت سے مسلمانوں کی طرف سے نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ عموماً نماز پڑھنے کی حالت میں بھی ٹوپی پہننے اور سر ڈھانکنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔

اور اوپر سے سر پر غیر شرعی، انگریزی اور فیشنی بال رکھ کر اور عورتوں کی طرح مانگ پٹی نکال کر،

نمود ونمائش کرنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں، اوراس کے لئے مہنگے ترین طور وطریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

یہاں تک کہ بعض آزاد منش نوجوانوں نے تو خواتین کی طرح لمبے بال اور چٹیا بھی رکھنی شروع کردی ہے۔

لاحول ولاقوۃ کیا اُلٹا زمانہ ہے
عورت تو ہے مردانی اور مرد زنانہ ہے

دشمنانِ اسلام نے عمامہ اور ٹوپی سے نفرت پیدا کرنے کے لئے بعض نچلے طبقوں (مثلاً مخصوص قیدیوں اور ہوٹلوں وغیرہ کے بیروں اور چپڑاسیوں) کے لئے ٹوپی وعمامے خاص کرکے اس سنت اور شریعت کے حکم کی لوگوں کے ذہنوں سے اہمیت کم کرنے کے لئے گہری سازشیں کیں، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

مسلمانوں کی اس حالت پر سخت افسوس اور دکھ ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی مذکورہ ابتر حالت کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق عطا فرمائیں!

آمین

فقط

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

محمد رضوان

مؤرخہ۱۳/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ مطابق24 / اپریل2013ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(خاتمہ)

ٹوپی اور عمامہ وغیرہ سے متعلّق چند مسائل

آخر میں اختصار کے ساتھ ٹوپی، عمامہ اور سر کے بالوں کے متعلق چند مسائل تحریر کیے جاتے ہیں، تاکہ دلائل وتفصیلات میں جائے بغیر مختصر وقت میں کوئی اس باب سے متعلقہ مختلف مسائل ملاحظہ کرنا چاہے، تو اس کو سہولت ہو۔

مسئلہ نمبر۱......: مرد حضرات کو مروجہ طریقے پر ننگے سر رہنے سہنے کی عادت اسلامی اعتبار سے ناپسندیدہ اور خلافِ سنت ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے، اور سر پر ٹوپی پہننا یا عمامہ باندھنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر۲......: ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھنا اور عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننا، یہ دونوں طریقے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وسلفِ صالحین سے ثابت ہیں، لہٰذا دونوں عمل اپنی اپنی جگہ سنت ہیں۔

البتہ ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

لیکن ٹوپی کے اوپر عمامہ پہننے کو ضروری سمجھنا؛ یا عمامہ کے بغیر ٹوپی کو مکروہ ومعیوب خیال کرنا درست نہیں۔

مسئلہ نمبر۳......: عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اور نماز پڑھانا بلاشبہ جائز اور شرعی دلائل سے ثابت ہے، اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔

اگر بعض یا سب مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں، اور امام بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھا رہا ہو، تب بھی کوئی کراہت وخرابی نہیں۔

ملاحظہ ہو: عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ ج۱ص۱۹۸ نفع المفتی والسائل مع معین المفتی والسائل ص۲۵۴، کفایت المفتی ج۳ص۱۱۵، وامداد الاحکام ج۱ص۵۲۲۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۴......: بعض لوگوں میں یہ حدیث مشہور ہے کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اس کا ثواب پچیس گنا زیادہ ہوجاتا ہے؛ یا دس ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔
مگر یہ حدیث موضوع اور منگھڑت ہے۔ [۱]

اسی طرح بعض لوگوں کی طرف سے ایک حدیث یہ پیش کی جایا کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جمعہ کی نماز بغیر عمامہ کے نہیں پڑھی، اور اگر کبھی عمامہ نہ ہوا تو جو بھی کپڑا میسر آیا، اس کو سر پر لپیٹ کر نماز پڑھی۔
مگر یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے قابلِ اعتبار نہیں۔ [۲]

البتہ عمامہ پہننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے، اس لئے اس کے پہننے کی فضیلت میں کوئی شبہ نہیں، لیکن مذکورہ مخصوص فضیلت کو حدیث کی طرف منسوب کرنا یا اس کا

---

[۱] حديث (صلاة بخاتم تعدل سبعين بغير خاتم)هو موضوع كما قال شيخنا وكذا رواه الديلمي من حديث ابن عمر مرفوعا بلفظ (صلاة بعمامة تعدل بخمس وعشرين وجمعه بجماعة تعدل سبعين جمعة) ومن حديث أنس مرفوعا (الصلاة فى العمامة تعدل عشرة آلاف حسنة (المقاصد الحسنة للسخاوى رقم الحديث ۶۲۴)

[۲] كان لا يصلى الجمعة إلا بعمامة حتى ذكر التقى بن فهد أنه كان إذا لم يجدها وصل خرقا بعضها ببعض ثم اعتم بها .(ابن عساكر) فى التاريخ (عن ابن عمر) بن الخطاب وعزاه ابن حجر إلى الديلمى عن ابن عمر أيضا ثم قال :إنه موضوع ، ونقله عنه السخاوى وارتضاه قال فى اللسان : أخبر ابن النجار عن مهدى بن ميمون دخلت على سالم بن عبد الله بن عمر وهو يعتم فقال :يا أبا أيوب ألا أحدثك بحديث ؟ قلت :بلى.قال :دخلت على ابن عمر فقال لى :يا بنى أحب العمامة. يا بنى اعتم تحلم وتكرم وتوقر ولا يراك الشيطان إلا ولى هاربا ، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فذكره وفيه مجاهيل (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۵۱۰۱)
حدثنا ابن حماد، حدثنا عباس، عن يحيى، قال موسى بن مطير كذاب.
سمعت ابن حماد يقول :قال السعدى موسى بن مطير غير مقنع.
وقال النسائى موسى بن مطير متروك الحديث............
حدثنا عباس بن يوسف الصوفى، حدثنا معيوف بن حميد أبو حميد بأنطاكية سنة ستين ومئتين، حدثنا الهيثم بن جميل، حدثنى موسى بن مطير، عن أبيه عن عبد الله بن عمر وأبى هريرة قالا ما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم جمعة قط إلا، وهو معتم، وإن كان فى إزار ورداء ، وإن لم يكن عنده عمامة وصل الخرق بعضها إلى بعض واعتم بها (الكامل فى ضعفاء الرجال،لابن عدى، ج۸ص ۵۱،۵۲، تحت ترجمة موسىٰ بن مطير، رقم الترجمة ۱۸۱۷)

عقیدہ رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ نمبر ۵ ......: مرد حضرات کا ننگے سر عبادت کرنا، اور بطورِ خاص نماز پڑھنا اور اس کی عادت بنالینا (جیسا کہ آج کل بہت سے لوگوں میں رائج ہے) خلافِ سنت عمل ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۶ ......: ٹوپی وعمامہ میں سفید رنگ افضل ہے، اور دوسرے رنگوں کی ٹوپی وعمامہ پہننا بھی جائز ہے، بشرطیکہ کسی خاص رنگ کو ضروری نہ سمجھا جائے، اور عورتوں یا کسی باطل فرقے کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۷ ......: ٹوپی کے بارے میں سنت عمل یہ ہے کہ وہ کانوں سے اوپر کے حصہ کو ممکنہ حد تک ڈھانپے ہوئے ہو، اور سر کے ساتھ جڑی ہوئی ہو، اور اگر ٹوپی ڈھیلی ہو جو سر کے ساتھ جڑی ہوئی نہ ہو یا چھوٹی ہو، جو سر کے تھوڑے حصہ کو چھپائے ہوئے ہو، تو اگرچہ ایسی ٹوپی پہننا بھی جائز ہے، مگر اس کا ثواب کامل سنت سے کسی قدر کم ضرور معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸ ......: ٹوپی پہننے کا مسنون اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کا آگے والا کنارہ پیشانی کی طرف سے بال اگنے والے حصہ پر ہو (کہ یہی سر کا ابتدائی حصہ ہے، اور اس سے آگے پیشانی ہے، جو چہرہ میں داخل ہے، اور ٹوپی کا محل سر ہے)

نیز ٹوپی سر کے اوپر بالکل سیدھی اور درمیان میں ہو، دائیں یا بائیں کسی ایک طرف کو ٹیڑھی نہ ہو (جس طرح کہ بعض علاقوں میں پولیس والے، یا فوجی لوگ ٹیڑھی کر کے پہنتے ہیں)

مسئلہ نمبر ۹ ......: پیشانی کی طرف بال نکال کر یا ٹوپی کو سر کے پچھلے حصہ کی طرف کر کے اس طرح ٹوپی پہننا کہ سر کے اگلے حصہ سے بال نظر آ رہے ہوں، سنت کے مطابق نہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، البتہ عذر و مجبوری کے احکام الگ ہیں۔

---

[۱] اور جب احرام کے بغیر طواف کیا جا رہا ہو، تب بھی یہی حکم ہے۔

(یکرہ) أی الطواف مکشوف الرأس (حاشیة الشروانی علی تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج۴ص ۸۶، کتاب الحج، فصل فی واجبات الطواف)

[۲] جیسا کہ آج کل بعض علاقوں میں اہلِ بدعت نے سبز رنگ کی ٹوپی وعمامہ کو اپنے مذہب کا شعار بنالیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰......: اسی طرح ٹوپی کو غیر معمولی آگے کی طرف جھکا کر ماتھے پر رکھنا بھی سنت کے مطابق نہیں، البتہ سردی وغیرہ کے عذر سے ہو تو الگ بات ہے (جیسا کہ پہلے گزرا)

مسئلہ نمبر۱۱......: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گول ٹوپی پہننا ثابت ہے، اس لئے گول ٹوپی پہننا سنت ہے، اور پانچ کلی ٹوپی بھی گول ٹوپی میں داخل ہے، اور بعض احادیث میں بھی اس طرح کی ٹوپی کا اشارہ پایا جاتا ہے، اس لئے گول ٹوپی کے ساتھ ساتھ، پانچ کلی ٹوپی پہننا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے، بلکہ سنت کے مطابق ہے۔

مسئلہ نمبر۱۲......: جو ٹوپی اوپر کی طرف سے کچھ لمبی ہو اور پورے سر کو چھپانے کے ساتھ کچھ اوپر کو اٹھی ہوئی ہو، یہ بھی سنت سے ثابت ہے۔

مسئلہ نمبر۱۳......: سردی اور گرد و غبار وغیرہ سے حفاظت کے لیے کانوں کو ڈھانکنے والی ٹوپی پہننا بھی حدیث سے ثابت اور سنت کے مطابق ہے۔

مسئلہ نمبر۱۴......: ایسا لباس کہ جس میں سر ڈھانپنے کے لیے ٹوپی لگی ہوئی ہو، اور وہ لباس نیچے کے جسم کے حصہ پر بھی پہنا جاتا ہو، صحابۂ کرام سے ثابت ہے، اس لیے اس کا پہننا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵......: چمڑے کی اور اون کی اور موٹے و باریک اور گرم و ٹھنڈے کپڑے کی ٹوپی پہننا جائز ہے، کیونکہ احادیث و روایات سے یہ سب قسم کی ٹوپیاں پہننا ثابت ہے۔

مسئلہ نمبر۱۶......: ایسے کپڑے کی ٹوپی جس میں کچھ نقش و نگار اور پھول بنے ہوئے ہوں، یا کڑھائی وغیرہ ہوئی ہو (جیسا کہ چکن کے کپڑے کی ٹوپی) پہننا جائز ہے، بشرطیکہ زیادہ تکلف اور عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۱۷......: اون یا دھاگے سے بُنی ہوئی جالی دار ٹوپی (جس میں درمیان میں ہوا کے لئے سوراخ ہوتے ہیں) یا ایسے کپڑے کی ٹوپی جس کے درمیان میں ہوا وغیرہ کے لئے سوراخ ہوں، اس کا پہننا جائز ہے؛ مکروہ نہیں۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو: فتاویٰ دار العلوم دیوبند مکمل و مدلل ج ۱۴ ص ۱۰۹، و فتاویٰ محمودیہ مبوب ج ۶ ص ۱۲۲۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۸......: دو پلی یعنی دو پلے والی ٹوپی (جو گول کے بجائے کچھ لمبی ہوتی ہے) پہننا جائز ہے، اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۹......: قراقلی ٹوپی (جسے بعض علاقوں میں جناح کیپ کہا جاتا ہے) پہننا فی نفسہٖ جائز ہے، البتہ کسی کی تکبر اور اظہارِ تفاخر کی نیت ہو تو پھر گناہ ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۲۰......: سندھی یا بلوچی ٹوپی (جس کے سامنے کی طرف سے محراب نما جگہ کھلی ہوتی ہے) پہننا فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن جس علاقہ میں علماء و صلحاء میں رائج نہ ہو؛ وہاں علماء و صلحاء کے لیے اس سے بچنا اولیٰ و بہتر ہوگا، نیز سر کے اگلے حصہ کے بال نظر آ رہے ہوں تو یہ بھی پسندیدہ عمل نہ ہوگا (کما مر) [۳]

مسئلہ نمبر ۲۱......: پٹھانوں والی اونی گرم ٹوپی (جس کے کنارے کا کپڑا اوپر کو مڑا ہوا یعنی فولڈ ہوتا ہے) پہننا جائز ہے، لیکن کیونکہ اس کا کنارہ موٹا ہوتا ہے، اس لئے اس کو پہن کر نماز میں سجدہ کرتے وقت پیشانی کا زمین پر ٹکنے یا کم از کم زمین کی سختی محسوس ہونے کا اہتمام کرنا ہوگا

مسئلہ نمبر ۲۲......: کشتی نما ٹوپی (جسے بعض علاقوں میں گاندھی کیپ بھی کہا جاتا ہے) اس کا پہننا فی نفسہٖ جائز ہے، اگرچہ علماء و صلحاء کے لئے افضل نہ ہو (کذا فی کفایت المفتی ج۹ ص ۱۶۱، وص ۱۶۷ وص ۱۶۹، فتاویٰ محمودیہ مبوب ج۱۹ ص ۳۰۵) [۴]

---

[۱] ملاحظہ ہو: فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد ۱۹ صفحہ ۳۰۰۔

[۲] البتہ اس کو تیار کرنے کے لیے زندہ جانور کو ذبح کیے بغیر تکلیف پہنچانا جائز نہیں، جیسا کہ آج کل بھیڑ وغیرہ کو ذبح کئے بغیر اس کا پیٹ چاک کر کے اس کے پیٹ سے بچہ نکال کر ٹوپی بنائی جاتی ہے۔

[۳] بعض لوگ اس سندھی یا بلوچی ٹوپی کو اس لئے ناجائز سمجھتے ہیں کہ اس کی آگے سے بناوٹ سیدھی نہیں ہوتی، بلکہ سامنے کی طرف سے درمیان میں محراب نما جگہ ہوتی ہے، حالانکہ اس ٹوپی کے لئے یہ وجہ ممانعت کی نہیں بنتی، کیونکہ اس کے مثل تو ھیئت عمامہ باندھنے کی صورت میں بھی لازم آ جاتی ہے۔

[۴] ہندو پاکستان میں مذکورہ کشتی نما ٹوپی اگرچہ کافروں اور فاسقوں کا شعار نہیں، اور مسلم و غیر مسلم اور بعض صلحاء بلا امتیاز اس کو استعمال کرتے ہیں، اس لئے اس میں کافروں و فاسقوں کے ساتھ تشبہ نہیں، لیکن کیونکہ ٹوپی پہننے میں ایک حکمت اسلامی شان و شوکت کا اظہار بھی ہے، وہ ظاہر ہے کہ ایسی ٹوپی سے حاصل ہونا مشکل ہے، جو مسلم و غیر مسلم سب میں بلا امتیاز استعمال ہوتی ہو۔

مسئلہ نمبر۲۳......: ترکی ٹوپی (جو اوپر کی طرف کو اُٹھی ہوئی ہوتی ہے، اور بعض ٹوپیوں کے اوپر پھندنا بھی لگا ہوا ہوتا ہے) پہننا جائز ہے، اور اس کے پہننے میں کوئی گناہ نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲۴......: انگریزی ہیٹ (English hat، جس کے سب طرف چھجہ نما کنارا نکلا ہوا ہوتا ہے) پہننے سے اسلامی ٹوپی پہننے کی سنت ادا نہیں ہوتی۔

اور بنیادی طور پر یہ ہیٹ (English hat) کافروں کی ایجاد کردہ ٹوپی ہے، اور اس کو پہننے سے اسلامی شان کا بھی اظہار نہیں ہوتا۔

اور آج کل عموماً اس انگریزی ہیٹ (English hat) کو فیشن اور فخر وتفاخر کے طور پر پہنا جاتا ہے، اور یہ انگریزی ہیٹ (English hat) نیک اور شریف لوگوں کا لباس نہیں سمجھا جاتا۔

اس لئے جب تک کوئی مجبوری نہ ہو، اس انگریزی ہیٹ (English hat) سے پرہیز

---

[۱] ملحوظ رہے کہ ہندوستان میں کسی دَور میں ترکی ٹوپی دیندار اور نیک لوگوں کے بجائے زیادہ تر بددینوں اور آزاد لوگوں کا شعار تھی، اس لیے اس وقت میں اہلِ علم حضرات نے اس کے استعمال کو پسند نہیں فرمایا تھا۔

چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ٹوپی ترکی اصل شعار نیچریوں کا ہے، مگر جب دوسرے لوگوں میں بھی شائع ہو جاوے، تو مضائقہ نہیں (فتاویٰ رشیدیہ، مبوب صفحہ۵۸۶)

اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ترکی ٹوپی اوڑھنا خارج نماز جائز ہے، لیکن اہلِ علم اور علماء کے لیے احتراز افضل ہے (اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) ہمارے اطراف میں عموماً یہ ایسے لوگوں کی وضع ہے، جو مذہبی پابندیوں سے آزاد ہیں (امداد المفتین ص۹۸۱)

اور حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ترکی ٹوپی کا استعمال عام مسلمانوں کو جائز ہے، مگر خواص علماء وصلحاء کو نہ پہننا چاہیے، کیونکہ ہنوز اس کا رواج صلحاء وعلماء میں نہیں ہوا؛ البتہ جس جگہ خواص میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہو، وہاں سب کو جائز ہے، اور پھندنا اگر ریشم کا ہو تو حرام ہے، اگر ریشم کا نہ ہو تو جائز ہے (امداد الاحکام ج۴ص۳۵۹)

اور آج کل ہمارے علاقے میں یہ ٹوپی بددینوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عموماً بددین ننگے سر رہنے سہنے کے عادی ہو چکے ہیں، اس لیے اگر علماء وصلحاء اس کو استعمال کریں تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ **لان الاحکام یختلف باختلاف الزمان والعرف.**

کرنا چاہئے، اوراس کے بجائے اسلامی طرز کی ٹوپی پہننی چاہئے۔ [1]

البتہ اگر کوئی دھوپ وغیرہ سے بچاؤ کے لئے اس کو استعمال کرے، تو اس میں گناہ بھی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۵......: اسی طرح ایک اور انگریزی پی- کیپ P Cap(Peaked Cap) نام کی ٹوپی (جس کے سامنے کی طرف چھجہ نما سخت کپڑا نکلا ہوا ہوتا ہے) یہ بھی اسلامی ٹوپی نہیں، اور بنیادی طور پر یہ بھی کافروں کی ایجاد کردہ ہے، اوراس کے پہننے سے اسلامی شان کا اظہار نہیں ہوتا۔

اگرچہ کافروں کا خاص شعار نہ ہو، اوراس کو آج کل عام طور پر دنیا دار اور آزاد خیال لوگ ہی استعمال کرتے ہیں، اس لئے اس ٹوپی کے پہننے سے بھی مسنون طریقہ پر سر ڈھانکنے کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

البتہ گرمی وغیرہ سے بچاؤ یا کسی اور ضرورت سے پہننے میں گناہ نہ ہوگا، کمامرّ۔

مسئلہ نمبر ۲۶......: اگر عمامہ پہننا ہو تو افضل یہ ہے کہ ٹوپی کے اوپر پہنا جائے، نبی صلی اللہ

---

[1] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی کا استعمال مسلمانوں کے لئے جائز نہیں، اور باوجودیکہ آج کل کسی قدر عموم ہو چلا ہے، لیکن عرفِ عام میں اب بھی اس کی خصوصیت انگریزوں کے ساتھ سمجھی جاتی ہے، اس لئے تشبہ بالنصاریٰ سے ہرگز خالی نہیں، رہا ضرورت کا سوال؟ سو رفع ضرورت کے لئے دوسری صورتیں بھی ممکن ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس قسم کی ٹوپی میں کوئی ایسی صورت بنائی جائے کہ وہ نصاریٰ ٹوپی سے ممتاز ہو جائے، اور بالفرض اگر کوئی دوسری صورت نہ بن سکے تو جواز اس کا بقدرِ ضرورت ہوگا، جیسا کہ قاعدہ مسلمہ ہے:

"ماجاز للضرورة يتقدر بقدر الضرورة"

تو صرف دھوپ کے وقت، اور وہ بھی گھوڑے یا بائیسکل کی سواری کے وقت (جبکہ چھتری کا استعمال دشوار ہوتا ہے؛ جیسا کہ سوال میں ذکر ہے) جائز ہوگا، باقی اوقات میں بدستور ناجائز وممنوع رہے گا، اور جو لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں، وہ ہرگز اس کی رعایت نہیں کرتے، اور تجربہ شاہد ہے کہ ایسے معاملات میں اگر کچھ قیود وشرائط لگا کر اجازت دی جاتی ہے تو عوام میں قیود وشرائط سب حذف ہو جاتے ہیں، اصل جواز باقی رہ جاتا ہے، اس لئے انگریزی ٹوپی کا پہننا ناجائز وممنوع ہے، بالخصوص جبکہ تفاخر یا انگریزوں کی وضع بنانے کی نیت سے پہنی جاوے، تو اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے (امدادالمفتیین صفحہ ۹۷۹، کتاب الحظر والاباحة، باب اللباس والزينة)

علیہ وسلم اور صحابہ واسلاف کا معمول اسی طرح پہننے کا رہا ہے۔

بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنے سے احتراز کرنا چاہیے، البتہ اتفاقاً یا ضرورتاً پہن لینے کی گنجائش بھی موجود ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج۸ ص ۶۷)

لیکن ٹوپی کے بغیر اس طرح عمامہ پہننا کہ درمیان میں سر کا ننگا حصہ نظر آ رہا ہو، تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ [1]

---

[1] ویکره الاعتجار وهو أن يكور عمامته ويترك وسط رأسه مكشوفا (تبيين الحقائق، ج ا ص ۱۶۴، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

ويكره الاعتجار وهو لف العمامة حول رأسه وإبداء الهامة كما يفعله الشطار اهـ.

وفي المحيط ويكره الاعتجار لأنه -عليه السلام- نهى عنه وهو أن يكور عمامته ويترك وسط رأسه مكشوفا كهيئة الأشرار (البحر الرائق، ج۲ ص ۲۵، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، كذافي ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

وقيل أن يتنقب بعمامته فيغطي أنفه كمعجر النساء إما لأجل الحر أو البرد أو للتكبر وهو مكروه لقول ابن عباس لا يغطي الرجل أنفه وهو يصلي اهـ وفي المغرب وتفسير من قال هو أن يلف العمامة على رأسه ويبدي الهامة أقرب لأنه مأخوذ من معجر المرأة وهو ثوب كالعصابة تلفه المرأة على استدارة رأسها اهـ. والمعجر على وزن منبر وعلل كراهة الاعتجار الإمام الولوالجي بأنه تشبه بأهل الكتاب قال وهو مكروه خارج الصلاة ففيها أولى (البحر الرائق، ج۲ ص ۲۵، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

ويكره أن يصلي معتجراً لنهي النبي عليه السلام عن ذلك، وتكلموا في تفسير الاعتجار: قال بعضهم: أن يشد العمامة حول رأسه بالمنديل ويبدي هامته كما يفعله الشطارون، وقال بعضهم: أن يشد بعض العمامة على رأسه واليدين على بدنه، وعن محمد أنه قال: لا يكون الاعتجار إلا مع منتعب وهو أن يلف العمامة على رأسه، ويجعل طرفاً منه شبه المعتجر للنساء يلف حول وجهه، وإنه مكروه لما فيه من تغطية الفم والأنف (المحيط البرهاني، ج ا ص ۳۷۶، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر)

ويكره الاعتجار أن يلف العمامة حول رأسه ويدع وسطها كما تفعله الدعرة ومتوشحا لا يكره. وفي ثوب واحد ليس على عاتقه بعضه يكره إلا لضرورة العدم (فتح القدير، ج ا ص ۴۱۲، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

قال: (ويكره أن يصلي، وهو معتجر): لنهي الرسول -عليه الصلاة والسلام- عن الاعتجار في الصلاة، وتفسيره أن يشد العمامة حول رأسه ويبدي هامته مكشوفا كما يفعله الشطار وقيل أن يشد بعض العمامة على رأسه وبعضها على بدنه وعن محمد قال لا يكون الاعتجار إلا مع تنقب، وهو أن يلف بعض العمامة على رأسه وطرفا منه يجعله شبه المعجر للنساء، وهو أن يلفه حول وجهه (المبسوط للسرخسي، ج ا ص ۳۱، كتاب الصلاة، مكروهات الصلاة)

مسئلہ نمبر ۲۷......: ٹوپی کے اوپر اس طرح عمامہ باندھنا کہ درمیان کے کچھ حصہ میں سے ٹوپی نظر آئے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

"**لانه ليس بحاسر**" (کذافی: امدادالفتاویٰ ج ۱ ص ۲۹۲)

مسئلہ نمبر ۲۸......: شریعت کی طرف سے سب کے لئے عمامہ کی لمبائی یکساں طور پر مقرر نہیں کی گئی۔

اس لئے ہر شخص اپنے حسبِ حال استعمال کرسکتا ہے، نہ تو زیادہ لمبا ہو (کہ جس کو سنبھالنا مشکل ہو، یا اسے باندھ کرھیئت عجیب ہوجائے) اور نہ ہی بہت مختصر ہو (کہ گرمی وسردی سے حفاظت ہی نہ ہوسکے) بلکہ دونوں کے درمیان معتدل مقدار بہتر ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۹......: عمامہ کا شملہ دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑنا مستحب ہے، اور شملہ کی مقدار ایک بالشت یا آدھی کمر تک یا اس سے بھی کچھ زیادہ؛ سب کی گنجائش ہے۔ [2]

---

[1] اگرچہ بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے عمامے کی مقدار سات ہاتھ اور بڑے عمامے کی مقدار بارہ ہاتھ بیان فرمائی ہے، لیکن دیگر حضرات نے راجح اسی کو قرار دیا ہے جو اوپر گزرا۔

وقد قال الجزری فی تصحیح المصابیح قد تتبعت الکتب وتطلبت من السير والتواريخ لأقف على قدر عمامة النبی -صلی الله علیه وسلم -فلم أقف على شیء، حتى أخبرني من أثق به أنه وقف على شیء من كلام النووی، ذكر فيه أنه كان له -صلی الله علیه وسلم -عمامة قصيرة، وعمامة طويلة، وأن القصيرة كانت سبعة أذرع، والطويلة اثنی عشر ذراعا اهـ.

وظاهر كلام المدخل أن عمامته كانت سبعة أذرع مطلقا من غير تقييد بالقصير والطويل، وقد كانت سيرته فی ملبسه كسائر سيره على وجه أتم، ونفعه للناس أعم، إذ كبر العمامة يعرض الرأس للآفات الحسية والمعنوية، كما هو مشاهد فی الفقهاء المكية والقضاة الرومية، وصغرها لا يقی من الحر والبرد، فكان يجعلها وسطا بين ذلك ;تنبيها على أن تعتدل فی جميع أفعالك (مرقاة المفاتیح، ج۷ص ۲۷۷۸، کتاب اللباس)

[2] وأرخى العذبة تارة وتركها أخرى وتقنع تارة وتركه أخرى ولبس عمامة بيضاء تارة وسوداء أخرى وتحنك مرة وتركه إلى غير ذلك مما هو مشهور مسطور وبهذا علم أنه لا تعارض بين هذا الخبر وبين الخبر الآتی (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۲۴۸)

المستحب إرسال ذنب العمامة بين الكتفين وتمامه فی الزيلعی (ردالمحتار، ج۷ص ۷۵۵، آخر كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی)

أن المستحب إرسال ذنب العمامة بين الكتفين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۳۰ ......: آج کل جو علماء وصلحاء ٹوپی کے اوپر مخصوص رومال اوڑھتے ہیں، یہ احادیث سے ثابت ہے، اس لیے ٹوپی کے اوپر اس رومال کا اوڑھنا بھی سنت اور باعثِ ثواب ہے۔

مسئلہ نمبر۳۱ ......: ایسا لباس اور ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، جو میلا کچیلا اور گندا ہو، یا اپنی مخصوص بناوٹ وہیئت کی وجہ سے اس نوعیت کا ہو، کہ اس کو پہن کر انسان مجلس میں جانے سے شرم اور عار محسوس کرتا ہو۔

اور چونکہ ٹوپی بھی لباس کا ایک حصہ ہے، لہٰذا جس طرح عام لباس کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ وہ نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی صاف ستھرا ہو، اسی طرح ٹوپی کا نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی صاف ستھرا ہونا اسلام کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ واختلفوا فی مقدار الذنب قیل شبر وقیل إلی وسط الظهر وقیل إلی موضع الجلوس (تکملة البحر الرائق للطوری، ج۸ص۵۵۵، آخر کتاب الخنثی مسائل شتی)

المستحب إرخاء ذنب العمامة بین الکتفین، کما فعله رسول الله -صلی الله علیه وسلم- منهم من قدر ذلک بشبر، ومنهم من قال: إلی وسط الظهر، ومنهم من قال: إلی موضع الجلوس (شرح السیر الکبیر للسرخسی، ج ۱ ص ۹۱، ۹۲، باب العمائم فی الحرب)

جبکہ بعض حضرات نے شملہ کی کم از کم مقدار چار انگلی اور درمیانی مقدار ایک بالشت اور زیادہ سے زیادہ مقدار ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ یا ایک گز شرعی) بتلائی ہے۔

قال بعضهم وأقل ما ورد فی طولها أربع أصابع وأکثر ما ورد ذراع وبینهما شبر (الشمائل الشریفة للسیوطی، ص ۳۰۲، تحت رقم الحدیث ۵۵۵)

[1] ومنها أن یصلی فی ثیاب البذلة والمهنة واحتج له فی الذخیرة بأنه روی عن عمر -رضی الله عنه- أنه رأی رجلا فعل ذلک فقال أرأیتک لو کنت أرسلتک إلی بعض الناس أکنت تمر فی ثیابک هذه فقال لا فقال عمر الله أحق أن یتزین له وروی البیهقی عنه -صلی الله علیه وسلم- إذا صلی أحدکم فلیلبس ثوبیه فإن الله أحق أن یتزین له والظاهر أنها تنزیهیة وفسر ثیاب البذلة فی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیته ولا یذهب به إلی الأکابر (البحر الرائق، ج۲ ص ۳۵، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

(وفی ثیاب البذلة) عطف علی حاسر لأن فی الحال معنی الظرفیة وهی ما یلبس فی البیت ولا یذهب به إلی الأکابر لأنها لا تخلو عن النجاسة القلیلة وعن الأوساخ الکریهة (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۱۲۴، کتاب الصلاة، فصل مایکره فی الصلاة)

مسئلہ نمبر۳۲.......: اگر نمازی سردی یا گرمی وغیرہ سے پیشانی کی حفاظت کی خاطر پہنی ہوئی ٹوپی یا عمامہ کے کپڑے کو حائل کر کے زمین پر سجدہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔[۱]
بشرطیکہ وہ کپڑا یا پگڑی کے پیچ اتنے موٹے اور پیچ دار نہ ہوں کہ پیشانی زمین کی سختی کو محسوس ہی نہ کرے۔[۲]

---

[۱] وأما سنن السجود فمنها أن يسجد على الجبهة من غير حائل من العمامة والقلنسوة،ولكن لو سجد على كور العمامة وجد صلابة الأرض جاز كذا ذكر محمد فى الآثار،وقال الشافعي لا يجوز (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص ۱۳۵، باب افتتاح الصلاة)

ولو سجد على كور العمامة ووجد صلابة الأرض جاز عندنا كذا ذكر محمد في الآثار، وقال الشافعي :لا يجوز، والصحيح قولنا؛ لما روى أن النبي -صلى الله عليه وسلم -كان يسجد على كور عمامته ؛ ولأنه لو سجد على عمامته وهي منفصلة عنه ووجد صلابة الأرض يجوز فكذا إذا كانت متصلة به(بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۱۰،كتاب الصلاة، فصل في سنن حكم التكبير أيام التشريق)

من هنا يعلم جواز أداء الصلاة على الطراحة القطن، فإن وجد الحجم جاز وإلا فلا وهذا القيد لا بد منه في السجود على كور العمامة وطرف القلنسوة كما صرح به في المجتبى(البحرالرائق، ج ا ص۳۳۸، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

[۲] عن عبد الرحمن بن أبي ليلى ، عن علي ، قال :إذا صلى أحدكم فليحسر العمامة عن جبهته (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۲۷۷۱، من كره السجود على كور العمامة)

عن نافع ، قال :كان ابن عمر لا يسجد على كور العمامة (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۲۷۷۲، من كره السجود على كور العمامة)

عن مغيرة ، عن إبراهيم ؛ أنه كان يحب للمعتم أن ينحى كور العمامة عن جبهته (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۲۷۷۵، من كره السجود على كور العمامة)

عن عمارة ، عن عبد الرحمن بن يزيد ؛ أنه كان يسجد على كور العمامة (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۲۷۶۲، باب من كان يسجد على كور العمامة ، ولا يرى به بأسا)

عن قتادة ، عن سعيد بن المسيب ، والحسن ؛أنهما كانا لا يريان بأسا بالسجود على كور العمامة (ايضاً، رقم الحديث ۲۷۶۳)

عن يونس ، عن الحسن ؛ أنه كان يسجد على كور العمامة (ايضاً، رقم الحديث ۲۷۶۴)

عن حميد ، عن بكر ؛ أنه كان يسجد وهو معتم (ايضاً، رقم الحديث ۲۷۶۵)

عن محمد بن راشد ، عن مكحول ؛ أنه كان يسجد على كور العمامة ، فقلت له ؟ فقال :إني أخاف على بصري من برد الحصى (ايضاً، رقم الحديث ۲۷۶۶)

عن جعفر بن برقان ، عن الزهري ، قال :لا بأس بالسجود على كور العمامة (ايضاً، رقم الحديث ۲۷۶۷)

عن أبي ورقاء ، قال :رأيت ابن أبي أوفى يسجد على كور عمامته (ايضاً، رقم الحديث ۲۷۶۸)

عن الأعمش ، عن مسلم ، قال :رأيت عبد الرحمن بن يزيد يسجد على عمامته غليظة الأكوار ، قد حالت بين جبهته وبين الأرض (ايضاً، رقم الحديث ۲۷۶۹)

اور اگر سجدہ کے وقت کوئی عملِ کثیر کیے بغیر عمامہ یا کپڑے کو اوپر سرکا دے، تو بھی گنجائش ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۴۳......: مسجد میں ننگے سر نماز کی غرض سے آنے والوں کے پہننے کے لئے مروجہ طریقہ پر ٹوپیاں رکھنا، کئی وجوہات کی بناء پر درست معلوم نہیں ہوتا۔

ایک تو اس کی وجہ سے کہ اس طرزِ عمل سے لوگوں میں یہ خیال ترقی پکڑ رہا ہے، کہ ٹوپی پہننا

---

[1] عن محمود بن ربيع ، عن عبادة بن الصامت ؛ أنه كان إذا قام إلى الصلاة حسر العمامة عن جبهته (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۲۷۷۰، من كره السجود على كور العمامة)

ذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والمالكية والحنابلة -إلى كراهة السجود على كور العمامة من حيث الجملة .وقيدواالكراهة بما إذا كان السجود على كور العمامة بدون عذر من حر أو برد أو مرض .قال البهوتي :ليخرج من الخلاف ويأتي بالعزيمة .ودليل ذلک ما روى أنس -رضى الله تعالى عنه -قال : كنا نصلى مع النبى صلى الله عليه وسلم فى شدة الحر، فإذا لم يستطع أحدنا أن يمكن جبهته من الأرض بسط ثوبه فسجد عليه.

والكراهة عند الحنفية تنزيهية، وشرط الحنفية لصحة السجود على المكور كون الكور الذى يسجد عليه على الجبهة أو بعضها، أما إذا كان على الرأس -فقط -وسجد عليه ولم تصب جبهته الأرض فإنه لا يصح سجوده؛ لعدم السجود على محله.

وقال المالكية :إذا كان كور العمامة فوق الجبهة ومنعت لصوق الجبهة بالأرض فباطلة، وإن كان الكور أكثر من الطاقتين أعاد فى الوقت.

وألحق المالكية والحنابلة بكور العمامة كل ما اتصل بالمصلى من غير أعضاء السجود كطرف كمه وملبوسه.

وعند الحنفية يجوز السجود على كمه وفاضل ثوبه لو كان المكان المبسوط عليه ذلک طاهرا، وإلا لا.

وذهب الشافعية إلى أنه إن حال دون الجبهة حائل متصل به ككور عمامته، أو طرف كمه، وهما يتحركان بحركته فى القيام والقعود، أو غيرهما لم تصح صلاته بلا خلاف عندهم؛ لما روى خباب بن الأرت -رضى الله تعالى عنه -قال :شكونا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حر الرمضاء فى جباهنا وأكفنا فلم يشكنا، وفى رواية قال :فما أشكانا، وقال :إذا زالت الشمس فصلوا 1)) . وإن سجد على ذيله أو كمه أو طرف عمامته، وهو طويل لا يتحرک بحركته فوجهان :الصحيح أنه تصح صلاته؛ لأن هذا الطرف فى معنى المنفصل، والثانى :لا تصح به كما لو كان على ذلک الطرف نجاسة، فإنه لا تصح صلاته وإن كان لا يتحرک بحركته، ثم إنه إن سجد على كور عمامته أو كمه ونحوهما متعمدا عالما بالتحريم بطلت صلاته، وإن كان ساهيا لم تبطل، لكن يجب إعادة السجود(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷ص ۱۱۱،۱۱۲ ،مادة "صلاة" مكروهات الصلاة)

صرف نماز کے وقت ثواب اور صرف نماز کی ضرورت ہے، باقی اوقات میں ثواب نہیں یا اس کی ضرورت نہیں۔

(جبکہ یہ خیال درست نہیں)

دوسرے بہت سے لوگوں نے یہ سوچ کر اپنے ساتھ ٹوپیاں رکھنے کی عادت چھوڑ دی ہے، کہ جب مسجد میں نماز کے لئے جائیں گے تو وہاں سے ٹوپی حاصل ہو جائے گی۔

تیسرے مساجد میں رکھی جانے والی بعض ٹوپیاں لکڑی کے تنکوں سے تیار شدہ ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے مسجد میں ان کے تنکے ٹوٹ کر جگہ جگہ گرتے ہیں، اور اس سے مسجد کی صفائی اور آداب کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

چوتھے مساجد میں موجود ٹوپیاں ہر کس و ناکس کے استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے میلی کچیلی اور بدبودار ہو جاتی ہیں، اور ایسی میلی کچیلی اور بدبودار چیز کو مسجد میں رکھنا بھی مسجد کے آداب کے خلاف ہے (کیونکہ کوئی معزز انسان میلی کچیلی اور بدبودار چیزوں کو اپنے گھر کے مہمان خانے میں بھی رکھنا گوارا نہیں کرتا، اور مسجد کا مقام تو گھر کے مہمان خانے سے کہیں زیادہ ہے)

اور پھر ایسی میلی کچیلی و بدبودار چیز پہن کر نماز پڑھنا نماز کے آداب کے بھی خلاف ہے، اور اگر میلی کچیلی و بدبودار نہ ہوں تب بھی مساجد میں رکھی جانے والی مروجہ تنکوں یا پلاسٹک وغیرہ سے تیار شدہ ٹوپیوں کا نماز کے دوران پہننا مناسب نہیں۔

(کیونکہ ٹوپی لباس کا حصہ ہے، اور اس طرح کا لباس پہن کر کوئی مہذب انسان کسی مجلس ومحفل میں جانا گوارا نہیں کرتا، تو نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور بھی ایسی چیز پہننا گوارا نہیں ہونا چاہئے)

مسئلہ نمبر ۴۳ ......: اگر نماز میں سر سے ٹوپی اتر جائے تو اگر عملِ کثیر کئے بغیر اس کو سر پر پہنا جا سکتا ہو، تو اس کو پہن لینا چاہئے، اور اگر اس کو پہننے کے لئے عملِ کثیر کرنا پڑتا ہو؛ تو پھر نہیں

پہننا چاہیئے، کیونکہ اس سے نماز فاسد ہوجائے گی، اگر اس قسم کی ٹوپی ہو جو عادتاً ایک ہاتھ سے سر پر پہنی جاتی ہوتو اس کو سر پر رکھنا عملِ قلیل ہے (جس سے نماز فاسد نہ ہوگی)

اور اگر ایسی ٹوپی ہو جو عادتاً دونوں ہاتھوں سے پہنی جاتی ہو؛ تو اس کو سر پر رکھنا عملِ کثیر ہے (جس سے نماز فاسد ہوجائے گی) [۱]

مسئلہ نمبر ۳۵......: بیت الخلاء میں ننگے سر جانے سے پرہیز کرنا چاہیئے، اور بہتر ہے کہ ٹوپی کے اوپر کوئی رومال بھی رکھ لے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۳۶......: کھانے پینے کے وقت مرد حضرات کا ننگے سر ہونا گناہ تو نہیں، لیکن افضل صورت اور ادب کا تقاضا یہی ہے کہ سر ڈھانک لیا جائے۔ [۳]

مسئلہ نمبر ۳۷......: حج وعمرے کے احرام کی حالت میں مرد حضرات کو سر اور چہرے پر کپڑا لگانے سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ ان دونوں اعضاء میں احرام کا خاص دَخل ہے؛ البتہ عورت کے احرام میں یہ پابندی فقط چہرے کی حد تک ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۸......: خواتین کو ٹوپی پہننا بوجہ مَردوں کی مشابہت کے ممنوع ہے، اس لیے انہیں ٹوپی کے بجائے دوپٹہ وغیرہ سے اپنے سر اور بالوں کو چھپانا چاہیے۔ [۴]

---

[۱] ملاحظہ ہو: بہشتی زیور مدلّل ومکمل، گیارہواں حصہ ص ۱۴۱، واحسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۲۰

[۲] إذا أراد أن يدخل الخلاء ينبغي أن يقوم قبل أن يغلبه الخارج ولا يصحبه شيء عليه اسم معظم ولا حاسر الرأس ولا مع القلنسوة بلا شيء عليها (ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۴۵، كتاب الطهارة، فصل فى الاستنجاء)

قال امام الحرمين والغزالى والبغوى وآخرون يستحب أن لايدخل الخلاء مكشوف الرأس قال بعض أصحابنا فان لم يجد شيئا وضع كمه على رأسه (المجموع شرح المهذب ج ۲ ص ۹۳)

[۳] ولا بأس بالاكل......مكشوف الرأس فى المختار (ردالمحتار ج ۶ ص ۳۴۰)

وفى قوله لا باس إشارة إلى أن الأولى أن لا يفعله (حلبى صغير، فصل كراهية الصلاة)

[۴] القلانس كالعمائم من لباس الرجال دون النساء وعليه، فلايجوز للمرأة فعلهما لمافى ذالک من التشبه بالرجال (الدعامة ص ۴۲ للعلامة ابوعبدالله محمد بن جعفر بن إدريس الكتانى الحسنى الفاسى "المتوفى ۱۳۴۵ هـ" مطبوعة: مطبعة الفجاء، شارع مدحت باشا، شام، سنِ طباعت: ۱۳۴۲ هـ)

مسئلہ نمبر ۳۹......: عورتوں کا سر اور سر کے بال ستر میں داخل ہیں، جن کا نامحرم سے پردہ کرنا اور چھپانا اور اسی طرح نماز کے دوران کپڑے سے ڈھانک کر رکھنا ضروری ہے۔ ایسا باریک دوپٹہ پہننا جس سے اندر کا حصہ نظر آ رہا ہو، جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۰......: وضو کے چار فرائض میں سے ایک فرض سر کا مسح کرنا ہے، جس کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ (سورہ مائدۃ آیت ٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر سر پر مسح کا حکم فرمایا ہے۔

اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک وضو کا یہ فرض سر پر مسح کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے، کسی اور چیز پر مسح کرنے سے ادا نہیں ہوتا، جس طرح سے کہ چہرہ دھونے کا فریضہ چہرہ دھونے سے اور ہاتھ دھونے کا فریضہ ہاتھ دھونے سے ہی ادا ہوتا ہے۔

اور اگر عمامہ وٹوپی یا دوپٹہ وغیرہ پر مسح کیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ سر پر مسح کرنا نہیں، بلکہ عمامہ وٹوپی یا دوپٹہ وغیرہ پر مسح کرنا ہے، اس لئے جمہور فقہائے کرام کے نزدیک عمامہ وٹوپی یا دوپٹہ پر مسح میں اکتفاء کرنے سے، سر پر مسح کرنے کا یہ فریضہ ادا نہیں ہوگا، البتہ اگر بقدرِ فرض بالوں تک تری پہنچ گئی، تو فریضہ ادا ہو جائے گا۔ [1]

---

[1] جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض روایات میں عمامہ پر مسح کا ذکر آیا ہے، تو جمہور فقہائے کرام نے فرمایا کہ اولاً تو ان روایات میں مختلف احتمالات پائے جاتے ہیں، دوسرے وہ خبرِ واحد کے درجہ میں ہیں، جن سے کتاب اللہ کے ایک واضح حکم میں تبدیلی وزیادتی لانا ممکن نہیں۔ بخلاف خفین پر مسح کے کہ ان کا ثبوت متواتر احادیث سے ہے۔

قوله سئل عن المسح على العمامة قال لا حتى يمسح الشعر بالماء يقتضي أن المسح على العمامة لا يجزى وبه قال جمهور العلماء . وقال أحمد وداود يجزى المسح على عمائم العرب ودليلنا قوله تعالى (وامسحوا برء وسكم) (المائدة:٦) والأمر يقتضي الوجوب فمن مسح على العمامة لم يمسح رأسه ولا امتثل الأمر ودليلنا من جهة القياس أن هذا عضو مفترض مسحه فوجب أن لا يجزء المسح على حائل دونه مع السلامة كالوجه في التيمم (المنتقىٰ شرح المؤطا، باب ماجاء في المسح بالرأس والاذنين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۴۱......: آج کل اکثر ننگے سر رہنے والے حضرات ایک طرف تو ننگے سر رہنے کی خرابی میں مبتلا ہوتے ہیں، اور دوسرے اس خرابی میں مبتلا ہونے کی غرض بھی بالوں کی غیرشرعی وضع بنا کر ان کی دوسروں کے سامنے نمائش کرنا مقصود ہوتی ہے، اس لئے سر کے بالوں کے بارے میں شرعی حکم جاننے کی ضرورت ہے۔

تو شرعاً مرد حضرات کو پورے سر پر بال رکھنا سنت ہے اور ان کو پوری طرح منڈا دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۴۲......: اگر کوئی مرد سر کے بال (مشین یا قینچی سے) چھوٹے کرائے، اور پوری طرح نہ منڈائے، تو یہ بھی جائز ہے، بشرطیکہ پورے سر کے بال برابر سرابر طریقہ پر چھوٹے کرائے جائیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذلك المسح على العمامة والخمار وقد أجمع الفقهاء على تركه ولم يجمعوا على ذلك مع مجيئه من الطريق المرتضى عندهم إلا لنسخ أو لأنه رئي يمسح على العمامة وعلى الرأس تحت العمامة فنقل الناقل أغرب الخبرين لأن المسح على الرأس لا ينكر ولا يستغرب إذ كان الناس جميعاً عليه وإنما يستغرب الخمار واستشهدوا على ذلك بحديث آخر للمغيرة رواه الوليد بن مسلم عن ثور عن رجاء بن حيوة عن وراد عن المغيرة أن النبى صلى الله عليه وسلم مسح بناصيته وعمامته والمسح بالناصية فرض فى الكتاب فلا يزول بحديث مختلف فى لفظه (تاويل مختلف الحديث لابن قتيبة الدينورى، باب ذكر اصحاب الكلام واصحاب الرأى)

وقد اختلف السلف فى معنى المسح على العمامة فقيل إنه كمل عليها بعد مسح الناصية وقد تقدمت رواية مسلم بما يدل على ذلك وإلى عدم الاقتصار على المسح عليها ذهب الجمهور وقال الخطابى فرض الله مسح الرأس والحديث فى مسح العمامة محتمل للتأويل فلا يترك المتيقن للمحتمل قال وقياسه على مسح الخف بعيد (فتح البارى لابن حجر، قوله باب إذا أدخل رجليه وهما طاهرتان)

وقد صرح جمع من الحفاظ بأن المسح على الخفين متواتر وجمع بعضهم رواته فجاوزوا الثمانين ومنهم العشرة وفى بن أبى شيبة وغيره عن الحسن البصرى حدثنى سبعون من الصحابة بالمسح على الخفين (فتح البارى ج ا ،كتاب الوضوء،باب المسح على الخفين)

والأصل فيه أنه قد ثبت أن مراد الآية الغسل على ما قدمنا ,فلو لم ترد الآثار المتواترة عن النبى صلى الله عليه وسلم فى المسح على الخفين لما أجزنا المسح (احكام القرآن جصاص الجزء الثانى، المسح على الجوربين)

مسئلہ نمبر ۴۳ ......: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کانوں کی لو تک، اور آدھی گردن تک اور کاندھوں تک لٹکے ہوئے بال رکھنا ثابت ہے، اس لئے ان تینوں طریقوں پر مرد حضرات کو بال رکھنا سنت ہے، اور اس سے زیادہ لمبے بال رکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اور کاندھوں سے زیادہ لمبے بال رکھنے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے، اس لئے کاندھوں سے زیادہ لمبے بال رکھنے سے مرد حضرات کو پرہیز کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۴۴ ......: جب بال رکھے جائیں تو ان کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ ان کو کنگھا کر کے پیچھے کی طرف لے جایا جائے (جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے رکھنے کے تمام طریقوں سے واضح ہے) اور آج کل کی طرح بالوں کو ماتھے پر کرنا یا ٹیڑھی، الٹی سیدھی مانگ نکال کر دائیں بائیں کانوں کی طرف لٹکانا سنت کے مطابق نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۵ ......: مرد وعورت کو سر کے بالوں میں سر کے درمیان میں مانگ نکالنا سنت ہے اور بغیر مانگ نکالے سارے بال سیدھے پیچھے کی طرف کو موڑ کر چھوڑ دینا بھی جائز ہے، اور ٹیڑھی مانگ نکالنا سنت سے ثابت نہیں، جس سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۴۶ ......: سر کے بعض حصہ پر بال رکھنا، اور بعض حصہ کے بال منڈا دینا، چھوٹے کرا دینا درست نہیں، اور احادیث میں اس طرح کے بالوں کو ''قزع'' کا نام دیا گیا ہے۔

مثلاً پورے سر کے بال منڈا کر سر کے درمیان میں لمبے بال چھوڑنا۔

یا صرف دائیں بائیں اور پیچھے سے بال منڈا دینا اور سر کے درمیان اور پیشانی کی طرف سے بال باقی رکھنا یا لمبے چھوڑ دینا۔

یا سر کے صرف پیچھے کی طرف سے بال منڈا دینا اور باقی سر پر بال لمبے چھوڑ دینا، وغیرہ وغیرہ۔

اور ان مذکورہ صورتوں کے علاوہ جو جو صورتیں بھی ایسی رائج ہیں کہ ان میں سر کے کسی بھی حصہ کے کچھ بال منڈائے جاتے ہوں، اور دوسرے حصہ کے بال باقی چھوڑے جاتے ہوں، وہ

سب صورتیں ''قزع'' میں داخل ہوکر ممنوع ومکروہ ہیں، اور نائی کے لئے بھی مناسب نہیں کہ وہ ایسے غیر شرعی طریقہ پر بال کاٹے۔

اور اگر سر کے بعض حصہ کے بال بالکل پوری طرح منڈائے تو نہ جائیں، لیکن واضح طور پر چھوٹے کرادیئے جائیں، اور دوسرے حصہ کے بال واضح طور پر بڑے چھوڑے جائیں، اس طریقہ سے بھی قزع کے مشابہ ہونے کی وجہ سے بچنا چاہئے۔

البتہ کسی بیماری (مثلاً زخم ہوجانے یا پھوڑا پھنسی وغیرہ) کے باعث سر کے کسی حصہ کے بال مونڈنے یا چھوٹے کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کوئی حرج نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴۷ ......: مرد حضرات کو خواتین کی طرح اپنے سر کے بال بٹنا یا چٹیا باندھنا بوجہ خواتین کے ساتھ مشابہت ہونے کے ممنوع ہے (جیسا کہ آج کل بعض منچلے جوان پونی باندھتے ہیں) [2]

---

[1] من معانی القزع -بفتح القاف والزای -فی اللغة :قطع من السحاب رقيقة واحدها قزعة، وصغار الإبل، وأن يحلق الرأس ويترک شعر متفرق فی مواضع فذلک الشعر قزع.
وفی الاصطلاح :قال ابن عابدين :القزع :هو أن يحلق بعض الرأس ويترک البعض قطعا مقدار ثلاثة أصابع كذا فی الغرائب.
وقال النووی :القزع حلق بعض الرأس مطلقا، منهم من قال :هو حلق مواضع متفرقة منه .
الحكم التكليفی : اتفق الفقهاء على كراهة القزع ؛ لأن النبی صلی الله عليه وسلم نهی عن القزع وقال :احلقوه كله أو اتركوه كله.
واختلف فی علة النهی فقيل :لكونه يشوه الخلقة، وقيل :لأنه زی الشيطان، وقيل لأنه زی اليهود، وقد جاء هذا فی رواية لأبی داود ، وقيل زی أهل الشر والدعارة.
قال النووی :أجمعوا على كراهيته إذا كان فی مواضع متفرقة إلا للمداواة أو نحوها، وهی كراهة تنزيه ولا فرق بين الرجل والمرأة، وكرهه مالک فی الجارية والغلام، وقيل فی رواية لهم :لا بأس به فی القصة، والقفا للغلام والجارية قال :ومذهبنا كراهته مطلقا.
والقصة بضم القاف وتشديد الصاد المهملة :شعر الصدغين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳، ص۱۶۵ ، مادة "قزع"، التعريف)

[2] عن ابن عباس رضی الله عنهما قال :لعن رسول الله صلی الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء ، والمتشبهات من النساء بالرجال (بخاری، رقم الحديث ۵۸۸۵، باب :المتشبهون بالنساء ، والمتشبهات بالرجال)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقط

محمد رضوان

مؤرخہ ۱۳/ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ مطابق 24/ اپریل 2013ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ابن عباس، قال :لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال، والمترجلات من النساء (بخاری، رقم الحدیث ۵۸۸۶، باب إخراج المتشبهين بالنساء من البيوت)

عن أبی هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم "لعن الرجل يلبس لبسة المرأة، والمرأة تلبس لبسة الرجل (مسند احمد، رقم الحديث ۸۳۰۹)

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات.

سوٹ کے کارنامے

(نظم)

اے سوٹ تونے اکثر کپڑوں کو کھا کے چھوڑا	پوشاک مشرقی کا خاکہ اڑا کے چھوڑا
شلوار تجھ سے ترساں اور دھوتیاں ہیں لرزاں	لنگر لنگوٹ سب کا قصہ مٹا کے چھوڑا
شاہوں کے تاج غائب پگڑی کی لاج غائب	ٹوپی کے بانکپن کو نیچا دکھا کے چھوڑ
سب شال اور دوشالے لالہ نے بیچ ڈالے	کمبل کو شاہ جی نے چیتھڑ بنا کے چھوڑا
اب کیسی کجکلاہی ، خرقہ ودیں پناہی	شاہ وگدا کو تونے یکساں بنا کے چھوڑا
کیا میرزا کی اچکن کیا شیخ جی کا جبہ	جو تیری زد میں آیا اس کو مٹا کے چھوڑا
جس کو بھی تونے پکڑا ہر بند اس کا جکڑا	گردن میں تونے سب کی پھندا پھنسا کے چھوڑا
لی تو نے جان شیریں ہر ریش پارسا کی	اور مونچھ کی جڑوں پر ریزر چلا کے چھوڑا
ہے شکل تیری دلکش اور نام تیرا موزوں	گھر بار تیری خاطر ہم نے لٹا کے چھوڑا
مرزانے مرضیِ دی شیرو نے شیروانی	فیشن کی بھینٹ آخر سب کچھ چڑھا کے چھوڑا
اک دسترس سے تیری کرتہ بچا ہوا تھا	اس پہ بھی تونے آخر کالر لگا کے چھوڑا

(ماخوذ)